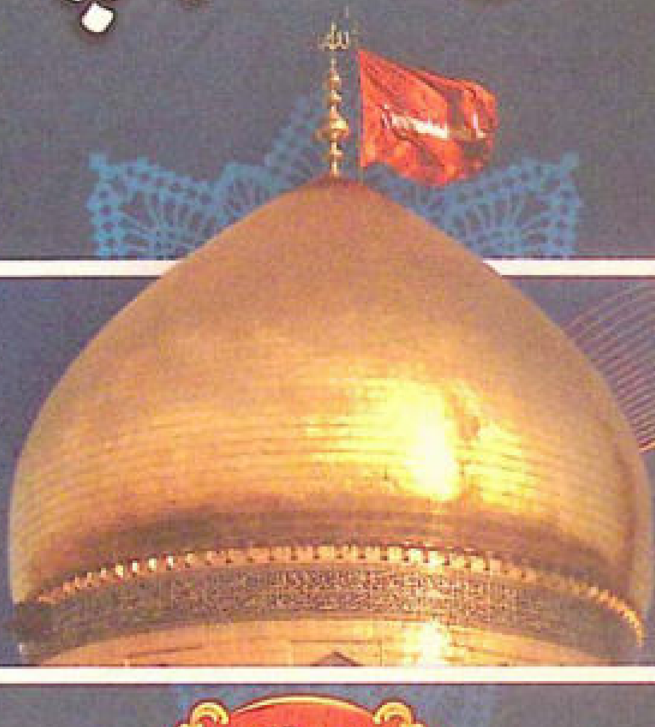
حق کو نہ چھپاؤ



مجموعہ تقاریر

حجۃ الاسلام علامہ مرزا محمد اطہر (انڈیا)

حق کو نہ چھپاؤ

عشرہ محرم الحرام پر مشتمل شاہکار کتاب

مجموعہ تقاریر

خطیب اکبر حضرت علامہ مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ (انڈیا)

مرتب

مولانا ندیم عباس حیدری علوی

نظر ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون: 5425372

کتاب	:	حق کو نہ چھپاؤ
تقاریر	:	علامہ مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ (انڈیا)
مرتب	:	مولانا ندیم عباس حیدری علوی
نظر ثانی	:	علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	معصومہ بتول جعفری ایم-اے
فنی تعاون	:	زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری
تزئین	:	محمد عمران حیدر جعفری، اسد علی ڈار
کمپوزنگ	:	ایم-اعجاز احمد، احتشام اعجاز
اشاعت	:	اکتوبر 2012ء
ہدیہ	:	225 روپے
تعداد	:	500

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20-غزنی سٹریٹ-اُردو بازار-لاہور

فون: 37225252-042 ، 4575120-0301

ترتیب

نکاتِ حق

* مؤرخ کا قلم آزاد نہیں ہوتا اور تاریخ حکومت کے تحت ہوتی ہے۔
* آلِ محمدؑ کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ دنیا کی تاریخ میں کسی کے ساتھ نہ ہوا ہے، نہ ہوگا۔
* لطف کی بات یہ ہے کہ جب اسلام کے پاس اقتدار آیا اور دولت آئی اور حکومت بنی اور وہ تحریک کام یاب ہوئی تو وہی لوگ جو یہ کام کر رہے تھے، وہی برسرِ اقتدار ہو گئے اور آلِ محمدؑ کو قتل کیا جانے لگا۔
* حضرت حمزہ علیہ السلام جب شہید ہوئے تو ابوسفیان کی بیوی نے ان کا کلیجہ چبایا اور میت کی توہین کی۔
* ایسا کون سا انقلاب آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پچاس برس پورے ہونے سے پہلے پہلے رحلت کے، اسی ابوسفیان کا پوتا امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین ہو گیا اور رسولؐ کا نواسہؑ اس قابل ہو گیا کہ تین دن کا پیاسا مار ڈالا جائے۔
* کون سی سوسائٹی اور کون سا معاشرہ اس کا ذمہ دار ہے؟ جو یزید کو تختِ حکومت پر بٹھا دیتا ہے اور حسین علیہ السلام کو شہید کر دیتا ہے؟
* اے اہلِ بیتؑ نبوتؑ اور معدنِ رسالتؑ! تم پر سلام ہو۔
حضورؐ آواز دے رہے ہیں: بیٹی! اجازت ہے کہ باپ گھر میں آئے؟
* جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منزلِ قابَ قوسین تک چلا جائے وہ فاطمہؑ کے دَر پر کہہ رہا ہے: بیٹی! اجازت ہے، باپ گھر میں آئے؟
* یہ تہذیب ہے آلِ محمدؑ کی کہ بیٹی کے گھر بھی اجازت لے کر جاتے ہیں۔
* جب سفر پر جانے لگتے تھے تو سب سے آخر میں فاطمہؑ سے ملنے آتے تھے اور

جب واپس آتے تھے تو سب سے پہلے بیت اشرف فاطمہؑ میں جاتے تھے۔

* حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام سردار ہیں جوانانِ جنت کے۔
* آلِ اُمیہ کی محبت میں آلِ محمدؐ کو چھوڑ دینا کہاں کا انصاف ہے؟
* یہ انتظامِ قدرت ہے کہ ایک قوم کو پیدا کر دیا جو علیؑ علیؑ کر رہی ہے۔
* جتنا علیؑ علیؑ کرتے رہیے گا اتنا ہی ایمان میں تازگی پیدا ہوتی رہے گی۔
* علی علیہ السلام ہی کی وجہ سے تو سب کچھ ہے، علی علیہ السلام کو نکال دیں تو تاریخ میں بچتا کیا ہے۔
* علی علیہ السلام کے بغیر عبادت بھی عذاب بن جاتی ہے۔
* کسی کے ساتھ تاریخ نے انصاف نہ کیا ہو تو کیا یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ کبھی انصاف نہ ہو گا۔
* اسلام اگر پیش کرنا ہے تو رسولؐ اور آلِ رسولؐ ہی والا اسلام پیش کرنا ہو گا' کردار والا اسلام پیش کرنا ہو گا۔
* آپ وہ اسلام پیش کیجیے جو پیاسے دشمن کو پانی پلاتا ہے۔
* حسینیؑ اسلام پیاسے دشمن کو پانی پلانے کا نام ہے۔ یزیدی اسلام چھ مہینے کے پیاسے بچے کو تیر مار دینے کا نام ہے۔
* پیاسوں کو مارنا یزیدی اسلام ہے' حسینیؑ اسلام نہیں ہے۔
* ارے حُرؑ! کہیں باپ بھی بھلا بیٹے کا لاشہ اُٹھاتا ہے؟ تیرے بیٹے کا لاشہ میں اُٹھاؤں گا۔

مجلسِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۴۲)

ارشادِ پروردگارِ عالم ہے:

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب کہ تم جانتے ہو۔"

اس آیتِ کریمہ میں قرآن دو باتوں سے منع کر رہا ہے۔ ایک جانتے بوجھتے ہوئے حق کو باطل میں ملا دینا اور دوسری کسی کے حق کو چھپا لینا اور اس کا اعلان نہ کرنا' اس کا اظہار نہ کرنا مصلحتوں کی وجہ سے' ذاتی فائدوں کی وجہ سے' خوف کی وجہ سے' ڈر کی وجہ سے' حکومت کے دباؤ کی وجہ سے' کسی وجہ سے بھی۔ لیکن حق کو چھپانا بھی قرآن نے منع کیا ہے اور حق کو باطل میں ملانا بھی قرآن نے منع کیا ہے۔

ہم نے تاریخ کے آئینے میں دیکھا کہ کبھی حق کو چھپایا گیا اور کبھی حق کو باطل میں ملایا گیا۔ اس کی مثالیں بھی موجود ہیں کہ حق کو باطل میں ملایا گیا اور اس کی مثالیں بھی موجود ہیں کہ حق کو چھپایا گیا اور دنیا میں جو بربادی آئی' دنیا میں جو تباہی ہوئی وہ اسی لیے ہوئی کہ لوگوں کو کبھی حق کو باطل میں ملا کر بہکایا گیا' کبھی حق کو چھپا کر بہکایا گیا۔ یہ مسئلہ درپیش ہے۔

میں اس عشرۂ مبارکہ میں جو چیز آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ میرا طریقہ ہے کہ پہلی مجلس میں مَیں اپنے موضوع کا اعلان کرتا ہوں کہ مجھے پڑھنا کیا ہے۔

دیکھئے میاں!

غور طلب بات یہ ہے کہ دنیا میں سینکڑوں کام ایسے ہوتے ہیں' جن کا تعلق سیاست سے ہوتا ہے۔ سچائیاں کچھ ہوتی ہیں' سیاست انھیں کچھ کا کچھ بنا دیتی ہے۔ حقیقتیں کسی اور طرح ہوتی ہیں مگر بیان کسی اور طرح کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے علاوہ جو نظریات ہیں' وہ جس کے جیسے نظریات ہوں اس کی فکر ان نظریات کی حامل ہوتی ہے اور ان نظریات کو وہ پیش کرتا ہے۔

میں بار بار یہ بات مجلسوں میں پڑھ چکا ہوں کہ تاریخ سے آپ تاریخ کا کام لیجیے۔ آپ تاریخ سے ہٹ کر کام نہ لیجیے۔ جو جس کا کام ہے' وہ اس سے لیجیے۔ الیکٹریشن سے آپ بجلی ٹھیک کرائیے لیکن اگر دیوار میں کوئی سوراخ ہو گیا ہے تو یہ الیکٹریشن کے بس کی بات نہیں ہے' اس کے لیے انجینئر سے پوچھیے کہ اس میں کیا کرنا چاہیے۔ یہاں مشکل یہ آ پڑی ہے کہ یہ شہرت ہو گئی ہے کہ مؤرخ کا قلم آزاد ہوتا ہے۔

غور کیجیے گا!

شہرت ہے دنیا میں کہ مؤرخ کا قلم آزاد ہوتا ہے۔ یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے' یہ اتنا بڑا فریب ہے کہ اس سے بڑا فریب دنیا میں شاید کسی کو نہ دیا گیا ہو کہ مؤرخ کا قلم آزاد ہوتا ہے۔

مؤرخ کا قلم آزاد نہیں ہوتا۔ یہ محض شبہ ہے آپ کا کہ مؤرخ کا قلم آزاد ہوتا ہے۔ جو حکومتیں آلِ محمدؐ کے ساتھ انصاف نہ کر سکیں کیا وہ مؤرخ کے قلم کو آزاد چھوڑ

دیں گی؟

کیسی بھولی باتیں ہیں!

مؤرخ کا قلم آزاد نہیں ہوتا اور تاریخ حکومت کے تحت ہوتی ہے۔

ہمارے ایک دوست تھے حیدر آباد میں بہت بڑے شاعر تھے وہ بڑے مشہور مرثیہ گو تھے۔ بزرگ تھے میرے، کرم فرماتے تھے۔ ان کا ایک شعر مجھے یاد ہے۔ تاریخ کے اُوپر اس سے اچھا شعر میں نے نہیں سنا:

جہاں کام سیاست کا کر گئی تاریخ
جدھر تھی دولتِ دنیا اُدھر گئی تاریخ

(نعرۂ حیدری)

تاریخ جو ہے وہ تو دولت دنیا کی طرف جاتی ہے۔ اب ہم آپ کو سینکڑوں مثالیں اس کی دے سکتے ہیں اور یہ وہ مثالیں ہیں، جو آپ کی سنی ہوئی ہیں۔ ایک ہی واقعہ ہے، دریا کے اِس پار سے دیکھئے تو اور دکھائی دیتا ہے، اُس پار سے دیکھئے تو اور دکھائی دیتا ہے۔

اب میں آپ کو مثال دے دوں!

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے آ کر ہندوستان پر قبضہ کیا۔ اس وقت مختلف مقامات دہلی، لکھنؤ میں اور بہت سی جگہوں پر جنگِ آزادی لڑی گئی۔ لوگوں نے، آزادی خواہوں نے اپنی جانیں دیں، مقابلہ کیا انگریزوں کا۔ ان کے پاس طاقت زیادہ تھی، ان کے پاس وسائل زیادہ تھے۔ اس وقت انھیں کام یابی نہ ملی۔

تاریخ نے اس واقعہ کو غدر لکھا۔ یہ لفظ "غدر" جو ہے، غدر کے نام سے ۱۹۴۷ء

تک مشہور رہا۔ غدر لکھا گیا' غدر پڑھا گیا' غدر بولا گیا۔ اس لیے غدر رہا کہ برسر اقتدار حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی لوگوں نے۔ لیکن جب ہندوستان آزاد ہو گیا تو اس کا نام جنگ آزادی ہو گیا اور اب یہ ہو گیا کہ نہیں! اپنے حق کے واسطے لڑے تھے غاصب طاقت سے لڑے تھے۔ غاصب طاقت سے لڑنے والے مجاہد آزادی ہیں غدار نہیں۔

عزیزانِ گرامی!

یہ تو ہم آپ کو آپ کے ملک کی مثال دے رہے ہیں۔ آپ کے ہندوستان کی مثال دے رہے ہیں کہ جب تک انگریز برسر اقتدار رہے اس وقت تک اس واقعہ کو غدر کہا گیا اور جس دن سے انگریزوں کا اقتدار ہندوستان سے ختم ہو گیا اس دن سے وہ واقعہ جنگِ آزادی ہو گیا۔

عزیزانِ گرامی!

کیا ہمیں اس کا حق نہیں پہنچتا کہ تاریخ اسلام میں جو جو واقعات ہوئے ہیں ان کا ہم ازسر نو سروے کریں اور یہ دیکھیں کہ حق ان کے اندر کدھر ہے اور باطل کدھر ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ان کے اندر سیاسی اثرات کام کر رہے ہوں؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس کے اندر اصلیت کچھ ہو اور دکھایا کچھ گیا ہو؟

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس زمانے میں ازسر نو اس کی تحقیق کریں کہ کیا ہو رہا ہے؟

دیکھیے!

آلِ محمدؐ کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ دنیا کی تاریخ میں کسی کے ساتھ نہ ہوا ہے

نہ ہوگا۔

دنیا میں کسی مشن کے لیے' کسی مقصد کے لیے جب کچھ لوگ زحمتیں اٹھاتے ہیں' تکلیفیں جھیلتے ہیں' پریشانیاں اٹھاتے ہیں' قید و بند' قتل و غارت گری اور دوسری مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔ اگر وہ مشن کام یاب ہو جاتا ہے تو انھیں لوگوں کو عہدے ملتے ہیں۔

انگریز جب ہندوستان پر چھا گئے اور انھوں نے ہندوستان کی حکومت پر قبضہ کر لیا تو کچھ ہندوستانیوں نے انگریزوں کے خلاف تحریک شروع کی۔ وہ تحریک زور پکڑتی گئی' وہ تحریک طاقت پکڑتی گئی۔ فائرنگ بھی ہوئی' جیل میں بھی رہے' لاٹھی چارج بھی ہوا' قید کی سزائیں بھی ہوئیں' سب کچھ ہوا۔ لیکن ہوتے ہوتے آخر میں ایک دن وہ بھی آیا کہ ہندوستان آزاد ہو گیا۔

جب ہندوستان آزاد ہو گیا تو وہی لوگ جو جیلوں میں رہے تھے' وہی لوگ جن کے گھروں سے لوگ مارے گئے تھے' وہی لوگ جن پر لاٹھی چارج ہوئے تھے' وہی لوگ جن کو بھوکا پیاسا رکھا گیا تھا' تکلیفیں دی گئی تھیں' مال بھی چھینا گیا تھا' ان کی جائیدادیں اور پراپرٹیاں ضبط کی گئی تھیں انھی کو عہدے ملے۔

پھر انھی میں سے کوئی وزیر ہوا' کوئی وزیر اعظم ہوا اور کوئی ملک کا صدر ہوا۔ کوئی کچھ ہوا' کوئی کچھ ہوا۔

ان سارے مجاہدین آزادی کو عہدے ملے اور اس وقت ان لوگوں نے منہ چھپایا' جنھوں نے فائرنگ کی تھی' جنھوں نے تھانوں میں لوگوں کی پٹائیاں کی تھیں' جو لوگوں کے گھروں میں کودے تھے اور ان کا سامان لے گئے تھے۔

جنھوں نے ظلم و ستم اور زیادتیاں کی تھیں۔ ان میں سے بہت سے چلے گئے'

بہت ساروں نے استعفیٰ دے دیا' بہت سے لوگ چھپ گئے۔

ایک جنرل ڈائر تھا' جس نے جلیان والا باغ میں فائرنگ کرائی تھی۔ جلیان والا باغ کا قصہ آپ میں سے بہت سے لوگ جانتے ہوں گے' جو ہندوستان کی تاریخ میں ایک مشہور ترین قصہ ہے کہ بے گناہ ہندوستانیوں کے اوپر فائرنگ کر کے ان کے خون سے زمین کو لال کر دیا گیا تھا۔ لیکن جب ہندوستان آزاد ہو گیا تو ہندوستان میں جنرل ڈائر مقیم نہیں تھا۔

کیوں صاحب! اگر ہندوستان کی آزادی کے بعد ہندوستان کا پہلا وزیر اعظم جنرل ڈائر ہوتا؟

کم از کم اتنا سوچیے کہ تاریخ نے کہاں پر ٹھوکر کھائی' جو یہ ہو گیا؟ کبھی اتنا تو خیال فرمائیے اس لیے کہ آلِ محمدؐ جنھوں نے زحمتیں اٹھائیں' جنھوں نے تکلیفیں اٹھائیں' جنھوں نے غم برداشت کیے۔ کیا کچھ نہیں ہوا؟ سرورِ کائنات ﷺ کے خاندان والوں کے ساتھ؟ کیا کچھ نہیں ہوا؟

شعب ابی طالبؑ میں محصور رہے' سوشل بائیکاٹ ہوا' کھانا پینا بند رہا' پانی اور کھانے کی تکلیف رہی تین برس تک۔ پتھر مارے گئے' وطن سے نکالے گئے' نازیبا الفاظ کہے گئے' قید کیے گئے' کلمہ گوئیوں کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر جلتی ہوئی مکہ کی دھوپ میں لٹا دیا گیا۔

جو لوگ مکہ جا چکے ہیں وہ جانتے ہیں' جنھوں نے گرمیوں میں حج کیا ہے یا جو لوگ سعودی عرب میں نوکری کے سلسلے میں رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مکہ کی دھوپ کیا چیز ہوتی ہے۔ میں نے بھی حج گرمیوں میں کیا ہے۔ مجھے گرمیوں کے حج کا

اندازہ ہے کہ مکہ کی دھوپ کیا ہوتی ہے۔

سائنس کے اعتبار سے اس کی وجہ ہمیں معلوم ہے۔ ہندوستان میں سورج جو ہے وہ ذرا ترچھا گزرتا ہے تو سورج کی شعاعیں ترچھی پڑتی ہیں۔ ہندوستان کے اُوپر تو دھوپ میں وہ گرمی نہیں ہوتی۔ لیکن مکہ کے بالکل اُوپر سے سورج گزرتا ہے تو شعاعیں بالکل سیدھی پڑتی ہیں۔ اس لیے دھوپ میں گرمی بہت تیز ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے اندر جسم کے اُتری جا رہی ہے۔

اس گرمی میں لوہے کے زنجیروں سے جکڑ کر پتھروں پر لٹا دیے جاتے تھے لوگ' اور تیزوں سے کوسے جاتے تھے۔ صرف اس خطا پر کہ وہ اللہ کو ایک کہہ رہے ہیں۔ کسی کا مال نہیں چرایا تھا اُنھوں نے' کسی پر ظلم نہیں کیا تھا اُنھوں نے' کسی کو قتل نہیں کیا تھا اُنھوں نے' کسی کو بُرا نہیں کہا تھا اُنھوں نے۔ صرف اتنی سی خطا تھی کہ وہ کہتے تھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس خطا پر ان کو سزا دی جاتی تھی اور کبھی کبھی ایسے کاری تیزے لگ جاتے تھے کہ وہ مر جاتے تھے۔ چناں چہ حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کے ماں باپ دونوں اسی تکلیف کی وجہ سے رحلت فرما گئے۔ ان کو شہادت نصیب ہوئی۔

عزیزانِ گرامی!

یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن' ان کو یہی پر تکلیفیں دی گئیں۔ لیکن بچ گئے' یہ الگ بات ہے۔ تاریخ کے اندر بہت سے نام ہیں' جنھوں نے اس طرح کی زحمتیں اُٹھائیں۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ جب اسلام کے پاس

اقتدار آیا اور دولت آئی اور حکومت بنی اور وہ تحریک کام یاب ہوئی تو وہی لوگ جو یہ کام کر رہے تھے وہی برسرِ اقتدار ہو گئے اور آلِ محمدؐ کو قتل کیا جانے لگا۔

رسول اللہ ﷺ جو اسلام لائے تھے اور ان کے چچازاد (cousin) اور بعد میں ان کے داماد حضرت علی علیہ السلام، جنھوں نے ان کی ہر قدم پر نصرت کی تھی اور دعوتِ ذوالعشیرہ میں ان کی نصرت کا وعدہ فرمایا تھا اور شبِ ہجرت اپنی جان کو بیچ کر ان کے بستر پر سوئے تھے اور ہر جنگ میں جان ہتھیلی پر رکھ کر ان کی خاطر لڑے تھے۔

رسول ﷺ کے دوسرے چچازاد (cousin) حضرت جعفر علیہ السلام جنھوں نے اسلام کی پہلی ہجرت کی۔ ہجرت اُولیٰ جو ہوئی ہے مسلمانوں کی، وہ حضرت جعفر طیار علیہ السلام کی سربراہی میں ہوئی حبشہ کی طرف۔ جو جنگِ موتہ میں اسلام کی طرف سے لڑے اور لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

رسول ﷺ کے چچا حمزہ علیہ السلام جو ہر ہر قدم پر رسول ﷺ کے ناصر و مددگار رہے، ہر قدم پر رسول اللہ ﷺ کی مدد کی انھوں نے اور رسول ﷺ کی طرف سے میدانوں میں آئے، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مکہ میں کافروں سے مقابلے کیے گئے۔ مدینہ میں جب تشریف لائے تو جنگِ بدر میں لڑے۔ جنگِ اُحد میں جامِ شہادت نوش کیا۔

یہ سب رسول ﷺ کے خاندان والے ہی تو تھے!

رسول اللہ ﷺ کے دوسرے چچازاد (cousin) عبیدہ رضی اللہ عنہ جو رسول ﷺ کی نصرت اور مدد فرماتے رہے اور انھوں نے جنگِ بدر میں جامِ شہادت نوش کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے چچا حضرت ابوطالب علیہ السلام جنھوں نے اپنی آغوش میں سرکارِ دو عالم ﷺ کو پالا اور آپؐ مکہ کی زندگی میں کافروں سے بچاؤ کرتے رہے۔

یہ سب لوگ ایک ہی گھر کے تھے۔ ایک ہی خاندان کے تھے' ایک ہی دادا کی سب اولاد تھے' سب حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کی اولاد تھے۔

اُدھر دوسری طرف جو اپوزیشن تھی اس میں ابوسفیان کے خاندان نے رسول اللہ ﷺ سے ہر دفعہ لڑائی لڑی۔ رسول اللہ ﷺ کو شعب ابی طالب علیہ السلام میں محصور رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش کر کے گھر کو گھیرے میں لیا۔

بدر کے میدان میں لشکر لے کر گئے۔ اُحد کے میدان میں لشکر لے کر گئے۔ خندق کے میدان میں لشکر لے کر گئے۔ حضرت حمزہ علیہ السلام جب شہید ہوئے تو ابوسفیان کی بیوی نے ان کا کلیجہ چبایا اور میت کی توہین کی۔

یہ سب کافروں کی طرف سے تھے' یہ سارے بت پرستوں کی طرف سے تھے اور رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی سارے اللہ کی طرف سے تھے اور ابوسفیان والے بتوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ لیکن اللہ نے کامیابی اپنے رسول ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو دی اور جو مخالف تھے' وہ ناکام ہوئے۔ ایسا کون سا انقلاب آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پچاس برس پورے ہونے سے پہلے پہلے رحلت کے' اسی ابوسفیان کا پوتا امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین ہو گیا اور رسول کا نواسہؑ اس قابل ہو گیا کہ تین دن کا پیاسا مار ڈالا جائے۔

عزیزانِ گرامی!

کیا چودہ سو برس سے عالم اسلام کی آنکھیں نہیں کھلی ہیں جو اس مسئلے پر غور کریں کہ یہ سانحہ کیا ہے؟

یہ اسلام کی تاریخ کو کیا ہو گیا؟

اس کے ذمہ دار کون لوگ ہیں؟

کون سی سوسائٹی اور کون سا معاشرہ اس کا ذمہ دار ہے؟ جو یزید کو تختِ حکومت پر بٹھا دیتا ہے اور حسین علیہ السلام کو شہید کر دیتا ہے؟

جب تک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں' اس وقت تک لفظیں کچھ اور ہیں' جب رسولؐ چلے گئے تو پھر لفظیں کچھ اور ہیں۔

جب تک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں' اس وقت تک فاطمہؑ کے دروازے پر سلام ہو رہا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹی کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیکُم یَا اَھلَ بَیتِ النُّبُوَّۃِ وَ مَعدِنَ الرِّسَالَۃِ

"اے اہل بیتِ نبوت اور معدن رسالت! تم پر سلام ہو۔"

حضورؐ آواز دے رہے ہیں: بیٹی! اجازت ہے کہ باپ گھر میں آئے؟

جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منزلِ قَابَ قَوسَین تک چلا جائے وہ فاطمہؑ کے در پر کہہ رہا ہے: بیٹی! اجازت ہے' باپ گھر میں آئے؟

یہ تہذیب خاندانِ رسالتؐ کی ہے اور بیٹی کا جواب بھی تاریخ کے اندر ہے۔

آپؑ جواب دیتی تھیں: آیئے بابا! تشریف لایئے۔ یہ آپؐ ہی کا تو گھر ہے۔ میں تو آپؐ کی کنیز ہوں۔

یہ احترام تھا کہ حضورؐ بغیر پکارے بیٹی کے گھر میں نہیں جاتے تھے۔ حالاں کہ باپ تھے' ویسے تو کوئی باپ اپنی بیٹی کے گھر چلا جائے' یہ بات نہیں ہے۔ بل کہ اصل بات یہ ہے کہ وہ باپ بھی تھے اور رسولؐ بھی تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر آ جائیں تو کیا کسی کو کوئی اعتراض ہو گا؟ لیکن یہ تہذیب ہے آلِ محمدؐ کی کہ بیٹی کے گھر بھی

اجازت لے کر جاتے ہیں۔

جب سفر پر جانے لگتے تھے تو سب سے آخر میں فاطمہؓ سے ملنے آتے تھے اور جب واپس آتے تھے تو سب سے پہلے بیت اشرف فاطمہؓ میں جاتے تھے۔ دو چار دفعہ کے بعد جب لوگوں نے محسوس کیا تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ جب تشریف لے جاتے ہیں تو آخر میں اپنی صاحب زادیؓ کے گھر میں جاتے ہیں اور جب آتے ہیں تو پہلے تشریف لے جاتے ہیں۔ اس میں کوئی راز ہے؟

فرمایا: ہاں! اس میں راز ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے اور فاطمہؓ کے درمیان فراق کا وقفہ بہت کم ہو۔

اب آپ سمجھے!

رسول اللہ ﷺ، فاطمہؓ کے فراق کو منٹوں میں ناپتے تھے، گھنٹوں میں بھی نہیں۔ یہ شان تھی اور نواسہؓ کا یہ حال ہے کہ کبھی دوش پر ہیں، کبھی زبان چوس رہے ہیں، کبھی نماز میں پشت پر ہیں، کبھی رسول ﷺ مسجد میں مرکب بنے ہوئے ہیں۔ یہ واقعات رسول ﷺ کے کمالِ اخلاق اور نرم دلی اور ایک عظیم ہستی ہونے کا ثبوت تھے۔

سمجھے آپ!

اور بچے رسول ﷺ کے کلیجے سے لگے ہیں۔

حدیث میں ارشاد فرما رہے ہیں:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ

''حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام سردار ہیں جوانانِ جنت کے۔''

حَسَنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ

"حسن علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسن علیہ السلام سے ہوں۔"

حُسَينٌ مِنِّي وَ اَنَا مِن حُسَينٍ

"حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں۔"

عزیزانِ گرامی!

یہ وہ منزل ہے' جو ہر ایک کے حصّے میں نہیں آئی۔ حسین علیہ السلام کے حصّے میں جو عزت آئی' وہ ہر ایک کے حصّے میں نہیں آئی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کسی کی بُرائی کر رہا ہوں۔ کتابیں ایک سے ایک ہیں' اعلیٰ سے اعلیٰ کتابیں ہیں۔ ہر کتاب کوئی اتنی بری کتاب تھوڑی ہے۔ دینی کتابیں ہیں' مذہبی کتابیں ہیں' دعاؤں کی کتابیں ہیں' فقہ کی کتابیں ہیں' تفسیر کی کتابیں ہیں۔ لیکن کتاب کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو قرآن نہیں بن جائے گی۔ کتاب' کتاب ہے۔

مفاتیح ہے' مسجد میں رکھیں۔ دعائیں ہیں' اس کے اندر سب اچھی اچھی باتیں ہیں۔ ایک بات بھی خراب اس کے اندر نہیں لکھی گئی ہے۔ لیکن شبِ قدر میں جب رکھا جاتا ہے تو قرآن پر رکھا جاتا ہے۔ مفاتیح ہمیشہ نیچے رکھی جاتی ہے۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ کسی نے قرآن کے اُوپر مفاتیح رکھی ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن پر قرآن رکھا جاتا ہے۔ کتاب قرآن پر نہیں رکھی جاتی۔

تاریخ میں لکھا ہے' کتابوں میں' مَیں نے پڑھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چھوٹے بچے آئے اور کہنے لگے: آپ حسنینؑ کو گود میں بٹھاتے ہیں' کندھوں پر اُٹھاتے ہیں' ہمیں بھی اُٹھائیے۔

اب ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ بچے سکھا کر بھیجے گئے تھے یا خود سے آ گئے

تھے؟ یہ میں نے نہ پڑھا ہے نہ کہیں دیکھا ہے اس لیے مجھے معلوم نہیں ہے اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ایک بات میں ضرور کہتا ہوں کہ میرے بھی بچے ہیں اور آپ کے بھی بچے ہیں لیکن بچہ اپنے باپ سے ضد کرتا ہے کہ مجھے گود میں بٹھاؤ، دوسرے کے باپ سے ضد نہیں کرتا۔

دیکھئے! ہر صاحب اولاد کو اس کا تجربہ ہوگا!

جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو آپ سے آپ کا بچہ ضد کرے گا کہ مجھے گود میں لیں۔ ہمارے پاس نہیں آئے گا کہ ہم اسے گود میں لیں۔

سمجھے آپ!

بچوں کی فطرت تو یہی ہوتی ہے لیکن اب وہ مکہ کے بچے تھے۔ ہو سکتا ہے ان کی فطرت کچھ اور ہو۔

خیر!

وہ بچے آئے اور آکر کہا: آپ حسنینؑ کو گود میں لیتے ہیں، ہمیں بھی گود میں لیجیے۔

رسول ﷺ صاحب خلق عظیم ہے۔

ہم کہتے ہیں: بچوں میں سے اگر کسی نے کہہ ہی دیا تو بچوں کی کیا خطا ہے اس میں وہ تو بچے ہیں، ان کو جو سمجھا دیا ان کی سمجھ میں آگیا۔ اب اگر ان کو بھگا دیں تو خلق عظیم پر دھبہ آئے گا۔ اگر ان کو بٹھا لیں تو قرآن پر کتاب کیسے رکھی جائے؟

اب کیا کیا جائے؟

کتاب میں لکھا ہے: کہیں سے بہت سے تحفہ میں اخروٹ آئے تھے۔ کسی نے رسول اللہ ﷺ کو بھیجے تھے وہ رکھے ہوئے تھے، آپؐ نے مسکرا کر بچوں کو دیکھا۔

کہا: ہماری گود میں بیٹھو گے یا اخروٹ کھاؤ گے؟

بچے تو بچے ہوتے ہیں۔ کہنے لگے: اخروٹ کھائیں گے۔

کہا: دامن پھیلاؤ۔

وہ دامن پھیلا کر کھڑے ہو گئے۔ مٹھی بھر بھر کے اخروٹ سب کو دیے۔ بچے خوشی خوشی اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ نہ قرآن پر کتاب آئی نہ تہذیب میں فرق آیا (صلوات)۔

عزیزانِ گرامی!

یہ رویہ تھا' حسنینؑ کے ساتھ رسول اللہﷺ اور علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کا۔ ظاہر ہے کہ ان کی شان میں حدیثیں ہیں' ان کی مدح میں آیات ہیں' رسول اللہ کی ان سے گفتگو ہے:

عَلِيٌّ مِنِّي وَ اَنَا مِنْهُ

"علی علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں علی علیہ السلام سے ہوں۔"

اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا

"میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہے۔"

عَلِيٌّ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِن مُوسٰى

"علی علیہ السلام کو مجھ سے وہ نسبت ہے' جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔"

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ

"جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی علیہ السلام مولا ہیں۔"

حدیثیں ہیں!

یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی زندگی تک تھا۔ رحلتِ رسول ﷺ کے بعد یہی فاطمہؑ ہیں' جو دربار میں کھڑی ہیں' یہی علی علیہ السلام و حسنینؑ ہیں' جن کی گواہی رد ہو رہی ہے۔ یہی علی علیہ السلام ہیں' جن کے خلاف منبروں پر جملے کہے جا رہے ہیں۔ یہی حسنؑ ہیں' جن کے ہوتے ہوئے دوسرے کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی ہے۔ یہی حسین علیہ السلام ہیں کہ جو کربلا میں تین دن کے بھوکے پیاسے شہید کیے جا رہے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو ہیں' جو میں نے نام لیے۔

دیکھیے!

بڑی مصیبت کی بات یہ ہے کہ عالم اسلام میں معاملات کو اُلجھانے کے لیے کوئی عجیب عجیب باتیں رائج ہو گئی ہیں۔ اس میں تیرے میرے کی بات کیا ہے۔ یہ ہستیاں' مولا علی علیہ السلام' حضرت فاطمہؑ' امام حسن علیہ السلام' امام حسین علیہ السلام' کیا یہ کسی کی پراپرٹی ہیں؟ یہ کسی کی جائیدادیں ہیں؟

معاذ اللہ!

یہ کسی کی ملکیت ہیں؟ یا یہ کہ آج جو یہ مجمع بیٹھا ہوا ہے' سیدوں کی ان سے نسلی رشتہ داری تو ہے' وہ تو ٹھیک ہے لیکن براہِ راست کسی کا رشتہ ہے کہ بھئی! یہ ہمارے چچا ہیں' یہ ہمارے ماموں ہیں' یہ ہمارے پھوپھا ہیں' یہ ہمارے خالو ہیں؟

چودہ سو برس کے پہلے کے کردار (characters) ہیں۔ چودہ سو برس بعد والوں سے ان کا لینا دینا کیا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے گھر کے لوگ تھے یا نہیں تھے؟

اب جب ہم تاریخ سے پوچھتے ہیں: ہم یہ بات جانتے ہیں اور اتنا ہمارے کلیجے میں سمائی ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اچھے باپ کا بیٹا بھی اچھا ہو' یہ ضروری نہیں ہے کہ اچھے دادا کا پوتا بھی اچھا ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اچھے نانا کا نواسہ بھی اچھا ہو۔ اتنا ہم بھی سمجھتے ہیں لیکن اگر یہ لوگ' یہ بزرگ رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار تھے' اچھے نہیں تھے تو تاریخ نے ان کا کوئی جرم بتایا ہے؟

ان کی کوئی خطا بتائی ہے کہ صاحب! یہ باتیں تھیں؟

تھے تو بہت اچھے خاندان کے لیکن باتیں ایسی تھیں۔

ہوتا ہے!

اچھے باپ کا لڑکا خراب نکل جاتا ہے۔ یہ دنیا میں ہوتا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

کہا: باپ ان کے بہترین تھے کیا کہنا' لیکن ان کے اندر وہ عادتیں نہیں ہیں' وہ حرکتیں نہیں ہیں۔ لیکن اس کے اندر ایک فہرست ہوتی ہے کہ وہ با اخلاق تھے' یہ بد اخلاق ہیں۔ وہ ایمان دار تھے' یہ چور ہیں۔ وہ ہر ایک سے تہذیب سے بات کرتے تھے' یہ ہر ایک کو گالیاں دیتے ہیں۔

بھئی!

کچھ تو ہوتا ہے' جب لوگ خلاف ہوتے ہیں۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ جب کچھ بھی نہیں ہے تو آلِ اُمیہ کی محبت میں آلِ محمدؐ کو چھوڑ دینا کہاں کا انصاف ہے؟ (نعرۂ حیدری)

غور طلب بات ہے! دیکھئے!

اس کے اندر جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے' اس لیے جذباتی انداز میں کبھی کوئی بات کرتا بھی نہیں ہوں۔ آہستہ آہستہ سکون کے ساتھ بات عرض کرتا ہوں تاکہ سامعین جو ہیں' اس پر غور کریں اور ان کی فکر کا جذبہ جاگے۔

کیا یہ بات آپ کے حلق سے اُترتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادیؑ اگر آپ کے سامنے آ جائیں اور کسی چیز کا دعویٰ کریں کہ یہ میری ہے تو کیا آپ ان سے گواہ مانگیں گے؟

اتنا کلیجہ ہے؟! اتنی ہمت ہے؟!

ہم اگر آپ کے بارے میں کہیں کہ کیا آپ سچ بول رہے ہیں تو آپ کو بُرا لگ جائے گا کہ مولانا نے ہم پر اعتبار نہیں کیا۔ ہم اگر آپ پر اعتبار نہ کریں تو آپ کو بُرا لگ جائے گا اور جس کے لیے "سَیِّدَۃُ نِسَاءِ الْجَنَّۃ" کا لفظ رسولؐ استعمال کریں کہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

اس سے یہ سوال ہو تو کیسا لگتا ہے آپ کو؟!

حضرت علی علیہ السلام' رسول ﷺ کے ساتھ رہے' رسول ﷺ کے صحابی تھے' رسول ﷺ کے چچازاد (cousin) تھے' رسول ﷺ کے داماد تھے۔ ان کو ستر (۷۰) برس تک منبروں سے بُرا بھلا کہا گیا۔ ستر (۷۰) برس میں تین نسلیں پروان چڑھ جاتی ہیں۔ لیکن علی علیہ السلام بُرے کہے گئے۔

جی!

کون کہہ رہا تھا؟

امام جمعہ۔

جو لوگ جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے وہ کہہ رہے تھے۔

کیوں صاحب! ہم آپ سے انصاف سے پوچھتے ہیں کہ امامِ جمعہ جو ہوتا ہے وہ سوسائٹی کا معمولی آدمی نہیں ہوتا۔ امامِ جمعہ سوسائٹی کا ایک پڑھا لکھا آدمی ہوتا ہے۔ عالم آدمی ہوتا ہے جو جمعہ کی نماز کی قیادت کرتا ہے اور جو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے وہ بقیہ ہفتے کے چھ دن جو ہوتے ہیں یا تو کہیں درس دیتا ہے یا کوئی کتاب لکھتا ہے یا حدیث بیان کرتا ہے یا تفسیر بیان کرتا ہے۔ اسی طرح کے مذہبی کام کرتا ہے۔ سبزی نہیں بیچتا ہے۔

یہ پورے عالمِ اسلام کی مسجدوں کے جو پیش نماز تھے اور امامِ جمعہ تھے یہ ستر (۷۰) برس تک علی علیہ السلام کے معاملے میں گمراہی میں مبتلا رہے تو ان کی حدیثوں ان کی روایتوں ان کی تاریخ ان کی تفسیر پر ہم کیسے بھروسہ کرلیں (صلوات)۔

عزیزانِ گرامی!

یہ بھی آپ سمجھ لیجیے کہ میرا اپنا عقیدہ ہے جس کا دل چاہے مانے جس کا دل چاہے نہ مانے کہ مجلسوں میں جو نعرۂ حیدری لگتا ہے یہ اسی کی صدائے بازگشت ہے جو اللہ کی طرف سے آ رہی ہے (نعرۂ حیدری)۔

یہ انتظامِ قدرت ہے کہ ایک قوم کو پیدا کر دیا جو علیؑ علیؑ کر رہی ہے۔

عزیزانِ گرامی!

جتنا علیؑ علیؑ کرتے رہیے گا اتنا ہی ایمان میں تازگی پیدا ہوتی رہے گی (نعرۂ حیدری)۔

کہا: ہاں صاحب! یہ جو نظریہ ہے اگر آپ وہاں جایئے تو وہ تو علیؑ علیؑ کرتے ہیں اپنی مجلسوں میں۔

یہ کہاں سے فکر آ گئی آپ میں؟ اور کون سا نظریہ ہے' جو دبے پاؤں اندر آ رہا ہے؟

علی علیہ السلام کے بغیر ہے کیا؟

علی علیہ السلام ہی کی وجہ سے تو سب کچھ ہے' علی علیہ السلام کو نکال دیں تو تاریخ میں بچتا کیا ہے۔

اگر نکالیں گے تو نہ دعوتِ ذوالعشیرہ ہے' نہ شبِ ہجرت ہے' نہ میدانِ بدر ہے' نہ جنگِ اُحد ہے' نہ جنگِ خندق ہے' نہ جنگِ خیبر ہے' نہ جنگِ حنین ہے' نہ غدیرِ خم ہے' نہ مباہلہ ہے' نہ دینِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے' نہ نسلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے' نہ آلِ رسولؐ ہے (نعرۂ حیدری)۔

کہا: ہاں! ارے بھئی! عمل تو نہیں کرتے ہیں' نماز تو نہیں پڑھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: بھئی! عمل بھی کرتے ہیں' نماز بھی پڑھتے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ عمل سے کوئی دشمنی ہو' ہم خود پابندی سے نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ کہ آپ یہ بتایئے کہ وہ جو جمعہ پڑھے گئے جن میں علی علیہ السلام کو بُرا کہا گیا ان کی قیمت کیا ملے گی' اللہ کی طرف سے تمہیں؟

آپ انصاف سے بتایئے کہ سوائے عذاب کے کسی چیز کی اُمید ہے؟

علی علیہ السلام کے بغیر عبادت بھی عذاب بن جاتی ہے (صلوات)۔

ذکرِ مصائب: حُر رضی اللہ عنہ کے لشکر کو پانی پلانا

عزیزانِ گرامی!

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ان حضرات کے ساتھ تاریخ نے انصاف نہیں کیا۔ کیا اگر کسی کے ساتھ تاریخ نے انصاف نہ کیا ہو تو کیا یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ کبھی انصاف

نہ ہو گا۔ یعنی اگر ہمارا حق مدتوں نہیں ملا تو کیا اب ہمیں مایوس ہو جانا چاہیے کہ اب نہیں ملے گا؟

اس لیے کہ ہر انسان نیا ہے۔

ٹھیک ہے!

معاشرہ چودہ سو برس پرانا ہے مگر ہم چودہ سو برس سے تھوڑی ہیں۔ ہمیں تو اب معلوم ہوا' جب پیدا ہوئے' سمجھ دار ہوئے' ہوشیار ہوئے تو ہمیں معلوم ہوا واقعہ پرانا ہے' بے شک' لیکن ہمیں تو آج معلوم ہوا۔ کیا ہمیں حق نہیں پہنچتا بحیثیت ایک مسلمان کے کہ ہم اس مسئلے پر غور کریں کہ اس کے اندر کہاں پر گڑبڑ ہوئی۔

لہٰذا میرا موضوع جو ہے' اس سال کا وہ یہ ہے کہ میں ان معاملات کی انکوائری کروں گا اور ان معاملات کی تحقیق کروں گا' جو آلِ محمدؐ کے خلاف حکومت کے زیر اثر' اقتدار کے زیر اثر' دولت کے زیر اثر' طاقت کے زیر اثر واقعات ہوئے ہیں۔ ان واقعات کی تحقیق کی جائے تا کہ یہ اندازہ ہو کہ صحیح اسلام کیا ہے۔ اس لیے کہ آج جن جن حالات سے اسلام گزر رہا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا کے سامنے حقیقی اسلام پیش کیا جائے اور جب تک آپ دنیا کے سامنے اہل بیتؑ کا اسلام پیش نہیں کریں گے اس وقت تک لوگوں کو شکایتیں رہیں گی۔ اس لیے کہ حکومت کا اسلام' اسلام نہیں ہے ملوکیت ہے۔

لہٰذا اسلام اگر پیش کرنا ہے تو رسولؐ اور آلِ رسولؐ ہی والا اسلام پیش کرنا ہو گا' کردار والا اسلام پیش کرنا ہو گا۔

آپ اگر وہ والا اسلام پیش کریں گے جو بے گناہوں کو قتل کر دیتا ہے' سروں

کے مینار بنا دیتا ہے' انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے تو لوگوں کو نفرت کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا۔

آپ وہ اسلام پیش کیجیے جو پیاسے دشمن کو پانی پلاتا ہے۔

عزیزانِ گرامی!

حسینیؑ اسلام پیاسے دشمن کو پانی پلانے کا نام ہے۔ یزیدی اسلام چھ مہینے کے پیاسے بچے کو تیر مار دینے کا نام ہے۔

دونوں واقعات ایک ہی تاریخ کے ہیں۔ وہی کربلا کے واقعہ میں حُر ؓ کے واقعہ میں حُر ؓ کے لشکر کو سیراب کرنا بھی شامل ہے اور اسی کربلا کے واقعہ میں علی اصغر علیہ السلام کی نازک گردن پر تیر کا پڑنا بھی شامل ہے۔

عزیزانِ گرامی!

حسین علیہ السلام کا قافلہ منزلِ شراف کے قریب تھا کہ جب آپؑ کے ساتھیوں میں سے کسی نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

دوسرے نے پوچھا: کیا ہے؟

کہا: ہم کسی بستی کے قریب پہنچ گئے ہیں' دور ہمیں درختوں کی چوٹیاں دکھائی دے رہی ہیں۔

حسین علیہ السلام نے یہ سن کر سر اُٹھایا اور آگے کے منظر کو دیکھا۔

کہا: یہ درختوں کی چوٹیاں نہیں ہیں' یہ نیزوں کی نوکیں ہیں اور یہ لشکر تم سے مقابلہ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔

آہستہ آہستہ جب لشکر قریب آتا گیا تو منظر صاف ہوتا گیا۔

حُر رضی اللہ عنہ کا لشکر تھا جس میں دو ہزار سپاہی تھے اور وہ امام حسین علیہ السلام کو تلاش کرتا ہوا آ رہا تھا۔ مگر راستے میں اس کا پانی ختم ہو گیا تھا اور وہ پیاس سے بے حال تھا۔

ساقی کوثرؑ کے لالؑ نے پیاسا دشمن دیکھا۔ بہت آسان تھا پیاسے دشمن کو مار لینا لیکن پیاسوں کو مارنا یزیدی اسلام ہے حسینیؑ اسلام نہیں ہے۔

جیسے ہی سامنے آیا لشکر پیاسا تو فوراً اپنے کمانڈر کو حکم دیا جو اُن کا چھوٹا بھائی بھی تھا اور ان کی فوج کا سردار بھی تھا۔

کہا: ان کو سیراب کرو۔

بلا شرط بغیر کوئی بات کیے ہوئے سب سے پہلے ان کو پانی پیش کیا گیا۔ وہ پانی پیتے رہے۔ ان کی پیاس بجھتی رہی۔ انھی میں ایک شخص تھا جو اتنا پیاسا تھا۔ اس کا نام تاریخ نے مہاجر ابن اوس لکھا ہے۔

مہاجر ابن اوس کہتا ہے: مجھ کو مشک دی گئی۔ میں نے گھبرا کر اس طرح مشک کھولی کہ سارا پانی بہہ گیا اور پی نہ سکا۔ حسین علیہ السلام کے خادم نے مجھے دوسری مشک دی۔ میں پیاس کی شدت سے اتنا بوکھلایا ہوا تھا کہ اس کا پانی بھی میں نے بہا دیا اور وہ پانی میں پی نہ سکا۔

وہ کہتا ہے: ایک بزرگؑ کسی جگہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے، وہ یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ وہ اُٹھے اُنھوں نے ایک مشک اُٹھائی اپنے ہاتھ سے مشک کے منہ کو کھولا اور بڑے پیار سے مجھے پانی پلایا۔

کہتا ہے: جب میں سیر ہو گیا اور میرے ہوش و حواس درست ہوئے اور میرے اُوپر سے وہ بے قراری کی کیفیت ختم ہوئی تو میں نے ایک شخص سے پوچھا:

بھئی! یہ کون صاحب ہیں؟

کہا: ہیں! تمھیں نہیں پتا یہ ہی تو حسینؑ ابن علی علیہ السلام ہیں۔ یہ تو اسۂ رسولؐ ہیں۔

کہا: اُنھوں نے تو مجھے پانی پلایا ہے۔

کیوں عزیزو!

پہلی محرم کو جس نے پانی پلایا ہو حُر رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر کو، دسویں محرم کو وہی اپنے چھ ماہ کے پیاسے کو لیے کھڑا ہے۔

وہ کہہ رہا تھا: اگر میں خطا کار ہوں تو یہ بچہ تو معصوم ہے اس کو پانی پلا دو۔

عزیزانِ گرامی!

کسی پر اثر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن حُر رحمۃ اللہ علیہ پر اس واقعہ کا اثر ہوا اور عاشور کے دن سویرے اور دشمنوں سے اپنے سارے رشتے توڑ کر اپنے جوان بیٹے کو ساتھ لیے ہوئے امامؑ کی خدمت میں آ گیا اور آنے کے بعد اپنا سر قدموں پر رکھ دیا۔

هَلْ لِي تَوبَةٌ

"سیدہؑ کے لالؑ! کیا میرے لیے بھی توبہ ہے؟"

عجب انداز میں توبہ قبول ہوئی!

پیروں پر جھکا ہوا سر حسین علیہ السلام نے اُٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ یہ علامت تھی اس بات کی کہ توبہ قبول ہو گئی۔ اب حُر رحمۃ اللہ علیہ بدل چکے تھے اب تقدیر کچھ اور تھی۔ لڑائی کا آغاز ہوا اپنے بیٹے کو لایا۔

کہا: مولاؑ! پہلے اس کو اجازت دیں۔

کسی نے کہا: اپنے سامنے بیٹے کو؟

کہا: ہاں! میں بھی تو سیدہؑ کے لالؑ کو گھیر کر لایا ہوں' ذرا میں بھی دیکھوں کہ داغ پسر کیسا ہوتا ہے؟

شاید!

تاریخ انسانیت میں کوئی باپ ایسا نہ گزرا ہو جو جوان بیٹے کی موت کی تمنا کرے۔ مگر یہ حسین علیہ السلام کا سپاہی ہے' جو اپنے جوان بیٹے کی موت دیکھنا چاہتا ہے۔

کہا: ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ جوان بیٹے کا داغ کیسا ہوتا ہے؟

ہاتھ جوڑ کر اس نے اجازت لے ہی لی اور تاریخ بتاتی ہے کہ بہادر باپ کا بہادر بیٹا اس شان سے لڑا کہ دشمن کے چھکے چھڑا دیے۔ لڑتے لڑتے جب زخمی ہوا تو امامؑ کو نہیں پکارا' باپ کو آواز دی۔ باپ تیزی سے بیٹے کی آواز پر گیا بھی لیکن چوں کہ عاشور کا سویرا تھا ابھی حسین علیہ السلام تازہ دم تھے وہاں پہنچا۔ اب جو دیکھا تو حسین علیہ السلام پہلے سے موجود تھے اور منظر یہ ہے کہ اس کا سر زانو پر لیے بیٹھے ہیں' رومال مبارک ہاتھ میں ہے' دیکھ کر تڑپ گیا۔

ارے! یا ابا عبداللہ علیہ السلام! آپؑ تشریف لے آئے۔

اے مولاؑ! آپؑ نے زحمت کی' آپؑ کیوں آ گئے؟

کہا: اے حر رضی اللہ عنہ! تو ہمارا مہمان ہے' ہم نہ آئیں گے تو کون آئے گا؟

جب اس کا بیٹا حسین علیہ السلام کو دیکھتے دیکھتے داخل جنت ہو گیا تو باپ نے بیٹے کی میت کو اُٹھانے کا ارادہ کیا تو حسین علیہ السلام نے کہا: کیا ارادہ ہے؟

کہا: کچھ نہیں مولاؑ! یہ میت اُٹھا کر وہاں تک لے جاتا ہوں۔

کہا: اگر تو لے جائے گا تو ہم کاہے کے لیے آئے ہیں؟

کہا: ارے آقاؑ! آپؑ؟

کہا: ارے حُرؓ! کہیں باپ بھی بھلا بیٹے کا لاشہ اُٹھاتا ہے؟ تیرے بیٹے کا لاشہ میں اُٹھاؤں گا۔

میں کہوں گا: اے حُرؓ! عصر عاشور کو آنا ایک جوانؑ کی میت پڑی ہے ایک بوڑھا باپؑ کمر تھام کر بیٹھا ہے۔

اے حسین علیہ السلام! کیا باپ بھی بیٹے کا لاشہ اُٹھاتا ہے؟

وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ

نکاتِ حق

- علی علیہ السلام حق کے ساتھ ہیں اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے۔
- پالنے والے! حق کو اُدھر اُدھر موڑ جدھر جدھر علیؑ مڑیں۔
- علی علیہ السلام کو چھوڑ کر سوائے گم راہی کے ملے گا کیا؟
- اُنگلیاں کٹتی رہیں، عورتیں محو جمالِ یوسفؑ رہیں، تکلیف نہ ہوئی۔ اس طرح جب موت آئے گی تو مومن محو جمالِ علی علیہ السلام ہو گا، تکلیف کاہے کی ہو گی؟
- چاہے شبِ ہجرت کے حساب سے دے دیں، چاہے ایک ضربت کے حساب سے دے دیں۔
- حق ہیں اہل بیتؑ اور حق ہے علی علیہ السلام اور حق ہیں آلِ رسولؑ۔
- جس طرح ذاتِ علیؑ میدان میں جمی رہی۔ اسی طرح فضائل علی علیہ السلام بھی میدان میں جمے رہے۔
- آدمی کو ہر زمانے میں سچی بات کہنی چاہیے۔ تلوار کی دھار پر سچ بولنا چاہیے، پھانسی کے تختے پر سچ بولنا چاہیے۔
- اسلام دولت کمانے کا نام نہیں ہے، اسلام سر کاٹنے کا نام نہیں ہے۔
- چوپایوں کی بھیڑ سے علی علیہ السلام کو کیا فائدہ پہنچتا؟
- پالنے والے! میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔
- اُنھوں نے کہا: ہمیں (قرآن) کافی ہے، (اہل بیتؑ) کی ضرورت نہیں ہے۔
- جو حسینؑ کو نماز کی حالت میں پشتِ رسولؐ پر دیکھ چکے تھے۔ آج دنیا کی محبت میں دین بیچ کر نبیؐ کے نواسےؑ کو قتل کرنے آئے، حسینؑ سے لڑنے آئے تھے۔
- دشمن کے ساتھ شرافت برتنا معیار ہے۔
- میں تم میں وہ چہرے دیکھ رہا ہوں، جو مجھے میرے ناناؐ کی آغوش میں دیکھ چکے ہیں۔
- قافلہ کربلا میں اُتر گیا جو زمینوں کے مالک تھے ان کو بلایا۔
- غازی علیہ السلام کو جلال تو آیا مگر مصلحت امامؑ یہ تھی کہ پانی پر تلوار نہ چلے۔

مجلسِ دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ، آیت ۴۲)

ارشادِ ربّ العزت ہے:

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب کہ تم جانتے ہو۔"

جانتے بوجھتے ہوئے حق کو چھپانا' یا جانتے بوجھتے ہوئے حق کو باطل میں ملانا یہ مزاجِ مشیت اور احکامِ قرآن کے خلاف ہے۔

ہم اس آیت کی روشنی میں ان کے حق کی بات کرنے جا رہے ہیں' جن کو قرآن نے حق کہا ہے جو ایسے حق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ

"علی علیہ السلام حق کے ساتھ ہیں اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے۔"

اب اس کے بعد کا جو ٹکڑا حدیث کا ہے وہ غضب کا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَیْثُ مَادَارَ

"پالنے والے! حق کو اُدھر اُدھر موڑ جدھر جدھر علیؑ مڑیں" (نعرۂ حیدری)۔

اب اس سے ذہن میں چند باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ بظاہر بات یوں ہونا چاہیے تھی کہ علی علیہ السلام کو اُدھر موڑ جدھر حق مڑے۔ مگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں نہیں کہا۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حق کو اُدھر موڑ جدھر علی علیہ السلام مڑیں۔

دیکھئے!

جو آگے چلے گا' پیچھے چلنے والا اُدھر مڑے گا' جدھر وہ مڑے گا۔ اگر رسولؐ یہ کہتے: علی علیہ السلام کو اُدھر موڑ جدھر حق مڑے تو حق بنتا امام' علی علیہ السلام بنتے ماموم۔ جب کہ علی علیہ السلام کو امامت مطلقہ ملی' لہٰذا علی علیہ السلام ہیں امام' حق ہے ماموم۔ حق کی پہچان یہ ہے جب تک علی علیہ السلام کے پیچھے رہے' حق ہے اور اگر ایک قدم آگے بڑھا دے تو باطل ہو جائے گا (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

یہ منزل ہے خدا کی قسم!

اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَیْثُ مَادَارَ

"پالنے والے! حق کو اُدھر موڑ جدھر علی علیہ السلام مڑیں۔"

قرآن میں ارشاد ہوا:

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (سورۂ یونس آیت ۳۲)

"حق کے بعد سوائے گم راہی کے اور ہے کیا؟"

اب بھی مطلب سمجھ میں نہ آئے تو کب سمجھ میں آئے گا۔ یعنی علی علیہ السلام کو چھوڑ کر سوائے گم راہی کے ملے گا کیا؟ (نعرۂ حیدری)

عزیزانِ گرامی!

اسی حق نے ہم کو بہت سے پتے دیے ہیں اور یہ جو مشہور ہے یہ صرف مشہور ہی نہیں ہے یہ ثبوت ہے اس کا کہ قبر میں مولا علی علیہ السلام آتے ہیں' حالت احتضار میں آتے ہیں' سوال منکر و نکیر کے وقت آتے ہیں' میزان پر ملتے ہیں۔

ارے! کون ملتا ہے؟

ارے بھئی! آپ کو نہ ملیں گے' تمھیں جھگڑا ہے کا ہے کا؟

میں زندگی کے ترازو میں ہر چیز کو تولتا ہوں اور اس کے بعد مجلس میں پڑھتا ہوں۔

ایک لڑکا لکھنؤ سے روٹی' روزی' روزگار کے لیے کام کی تلاش میں بمبئی آیا۔ وہ اس سے پہلے کبھی آیا نہیں تھا۔ نہ بمبئی میں اس کا کوئی جاننے والا تھا' کوئی جاننے والا نہیں تھا۔ جب وہ چلنے لگا تو اسٹیشن پر اس کے دوست نے ایک چھوٹے سے پرچے پر اس کو ایک موبائل نمبر لکھ کر دے دیا اور کہا: یہ موبائل نمبر ہمارے ایک دوست کا ہے' جو بمبئی میں رہتا ہے' جا کر ٹیلی فون کرنا' ہو سکتا ہے وہ کچھ تمھاری مدد کر دے۔

آپ یقین مانیے وہ کلیجے سے لگاتے ہوئے لائے گا اس پرچے کو۔

اب وہ موبائل نمبر ملے نہ ملے' وہ آدمی مدد کرے نہ کرے۔ وہ سب بعد کی باتیں ہیں لیکن جب تک وہ بمبئی میں V.P میں اُترے گا اس وقت تک وہ اس پرچے کو کلیجے سے لگائے رہے گا۔ اس لیے کہ وہ اتنا سا کاغذ کا پرچہ جس پر وہ موبائل نمبر لکھا ہے' اس کے لیے بہت بڑا آسرا ہو گا۔

عزیزانِ گرامی!

اسی لیے ہم کہتے ہیں: جب اتنا سا کاغذ کا ٹکڑا جس پر ایک موبائل لکھا ہوا ہے

کوئی یقین ہی نہیں کہ وہ مل جائے گا' کوئی یقین ہی نہیں کہ وہ مدد کر دے۔ کوئی یقین ہی نہیں کہ اب وہی نمبر چل رہا ہو اس کے پاس۔ لیکن پھر اسے کلیجے سے کس آسرے پر لگائے ہے؟ اگر آدمی ایک اتنا سا نمبر کاغذ پر لکھ کر کلیجے سے لگا کر بمبئی آ سکتا ہے تو کیا ہم چودہ معصومینؑ کو کلیجے سے لگائے ہوئے جنت میں بھی نہیں جا سکتے؟ (نعرۂ حیدری)

عزیزانِ محترم!

مسئلہ یہ ہے کہ کہاں کہاں ملاقات ہوئی ہے؟ کہاں کہاں ملتے ہیں اور یہ حق کہاں کہاں کام آتا ہے۔ دنیا میں تو بہت کچھ ہے لیکن آخرت میں جہاں کوئی مددگار نہ ہو' جہاں کوئی ساتھی نہ ہو' دولت کا مظاہرہ قبر تک رہا' اولادوں نے آنسو پونچھ کر رخصت کر دیا۔ دوست اور عزیز افسوس کرتے ہوئے ہٹ گئے۔ اب اکیلے مسافر کو جانا ہے' کتنی ہی زیادہ دوستی کسی سے کیوں نہ ہو' کتنی ہی زیادہ قرابت کسی سے کیوں نہ ہو' کوئی آگے ساتھ چلنے پر تیار نہیں ہے۔ ہم کیسے بھلا دیں علیؑ کو جس نے ایسے موقعوں پر آنے کا وعدہ کیا ہے۔

اب میں آپ کو ایک ایسی بات سنا دوں جو بالکل سامنے کی ہے۔ وہ یہ کہ میت میں شریک ہونا بہت بڑا ثواب ہے اور اُمورِ میت میں حصّہ بٹانا بہت بڑا ثواب اسلام میں لکھا گیا ہے کہ اگر کوئی مر جائے تو ہم اس کی تجہیز و تکفین میں حصّہ لیں اور اگر کوئی تجہیز و تکفین کرنے والا نہ ہو تو ہم کریں چاہے وہ غیر کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ سب چیزیں اسلام میں ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک منزل وہ آتی ہے جب قبر میں لٹا کر شانہ ہلا کر اس کو تلقین پڑھائی جاتی ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے' مفاتیح الجنان میں ہے' تحفۃ العوام

میں ہے۔ بالکل روزمرہ کی بات ہے مرے ہوئے آدمی کو جو قبر میں لیٹا ہے، جو تلقین پڑھا رہا ہوتا ہے، وہ اس کا شانہ ہلاتا ہے اور وہ کہتا ہے:

اِسمَع اِفهَم

"سن! سمجھ!"

یَا فُلاں اِبن فُلاں

"اے فُلاں اور فُلاں کے بیٹے!"

اس کے بعد کہتا ہے: جب تیرے پاس دو مقرب فرشتے آئیں اور تجھ سے سوال کریں تو تُو نے ان سے ڈرنا نہیں، گھبرانا نہیں اور پریشان نہ ہونا۔

پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ مرا ہوا سنے گا کیا اور سمجھے گا کیا؟

ارے بھئی!

جب ہمارے مردے سنتے اور سمجھتے ہیں تو اگر خاصانِ خدا کو ہم آواز دیتے ہیں تو کیا وہ نہ سنیں گے؟

اچھا!

اس کے بعد اس میں کیا کہا جاتا ہے؟

یہ ہے، وہ ہے، تمام چیزیں بیان کرتے کرتے اس کے اندر خدا کا نام، رسولؐ کا نام، قرآن کا نام اور بارہ اماموںؑ کے نام لیے جاتے ہیں۔

اس کے بعد کہا جاتا ہے:

اَنَّ المَوتَ حَقٌّ وَ سُؤَالَ مُنکَرٍ وَّ نَکِیرٍ فِی القَبرِ حَقٌّ

وَالبَعثَ حَقٌّ وَالنُّشُورَ حَقٌّ وَالصِّرَاطَ حَقٌّ وَالمِیزَانَ حَقٌّ

"موت حق ہے، قبر حق ہے، میزان حق ہے، صراط حق ہے، سوال منکر ونکیر حق ہے۔"

جہاں جہاں حق کا لفظ استعمال ہو رہا ہے وہاں علی علیہ السلام ہے (صلوٰۃ)۔

حدیث سے اس کو ملائیے:

اَنَّ المَوتَ حَقٌّ

"موت حق ہے۔"

عَلِیٌّ مَعَ الحَقِّ وَالحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ

سُؤَالَ مُنکَرٍ وَّ نَکِیرٍ حَقٌّ

"سوال منکر ونکیر حق ہے۔"

عَلِیٌّ مَعَ الحَقِّ وَالحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ

وَالصِّرَاطَ حَقٌّ

"صراط حق ہے"

وَالمِیزَانَ حَقٌّ

"میزان حق ہے۔"

یہ جہاں جہاں حق' حق کہا جا رہا ہے یہ علی علیہ السلام کا پتا بتایا جا رہا ہے (نعرۂ حیدری)۔

او بھیا!

ہو جو بھی دنیا اُمید پر قائم ہے۔

کہتے ہیں: موت بہت سخت چیز ہے۔

یہ بہت مشہور ہے اور اس کی تشبیہ یوں دی گئی ہے کہ ایک باریک کپڑا ایک

ایسے درخت پر ڈالا جائے' جس پر کانٹے ہوں اور اس کے بعد پھر اس کو کھینچ لیا جائے تو وہ تار تار ہو جائے گا کانٹوں کی وجہ سے۔

کہتے ہیں: روح نکلنے کا یہ منظر ہوتا ہے۔

ارے بھئی! ہوتا ہو گا کیوں کہ ہم میں سے ابھی کوئی اس منزل سے گزرا نہیں ہے۔ لیکن ہمیں ایک بات پر اعتبار ہے کہ اگر علی علیہ السلام آ گئے تو پھر تکلیف نہیں ہو گی۔

کیوں تکلیف نہیں ہو گی؟

اس کی وجہ ہے۔

قرآن نے ہمیں اطمینان دلایا ہے کہ ہمیں تکلیف نہیں ہو گی۔ اس لیے کہ قرآن میں ایک جگہ پر لکھا ہے: مصر کی عورتوں کے سامنے سے حضرت یوسف علیہ السلام گزرے:

وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ (سورۂ یوسف' آیت ۳۱)

''اُنھوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔''

اُنگلیاں کٹتی رہیں' عورتیں محو جمالِ یوسفؑ رہیں' تکلیف نہ ہوئی۔ اس طرح جب موت آئے گی تو مومن محو جمالِ علی علیہ السلام ہو گا' تکلیف کاہے کی ہو گی؟ (نعرۂ حیدری)

عزیزانِ گرامی!

یہ حق کی بات ہے' موت حق ہے' قبر حق ہے۔

کہا: ہمارا ہے تو ہم آئیں گے۔

ہماری کیا مجال ہے جو ہم بلائیں' قنبر رضی اللہ عنہ کو تو بلا نہیں سکتے' علی علیہ السلام تو بڑی چیز ہیں۔ کیا ہستی ہے ہماری جو ہم بلائیں۔ یہ تو ان کا کرم ہے جو اُنھوں نے کہا: ہم آئیں گے۔ ہماری ہمت اتنی ہے جو ہم کہیں' تشریف لایئے؟

ہیں! ارے!

کہاں علی علیہ السلام کہاں ہم۔

انھوں نے کہا: ہم آئیں گے۔

لیکن اگر آئیں گے تو مشکل آسان بھی ہو جائے گی۔ اس لیے جو سوال ہونا ہیں، وہ تو ہوں گے وہ تو حق ہیں۔ لیکن یہ کوئی پریشانی نہیں ہے اس لیے کہ فرشتے آئیں گے تحقیق ایمان کے لیے کہ یہ مرنے والا مومن ہے کہ نہیں؟

جب "کل ایمان" کو قبر میں بیٹھا دیکھیں گے (نعرۂ حیدری)۔

اب دیکھیے!

مومنین شعر پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ ابھی مجلس کے بیچ میں اشعار پڑھے گئے۔ ایک شعر مجھے بھی یاد آ گیا۔

شاعر کہتا ہے:

ڈر تھا مجھ کو قبر میں، جب تک نہ آئے تھے علیؑ

اب فرشتے ڈر رہے ہیں گفتگو کرتے ہوئے

(نعرۂ حیدری)

عزیزانِ گرامی!

موت حق، قبر حق۔

وَالمِیزَانَ حَقٌّ

"میزان حق ہے۔"

میزان اس ترازو کا نام ہے جہاں اعمال تولے جائیں گے۔ ویسے میزا

عربی میں کہتے ہی ترازو کو ہیں۔

قرآن میں اس چیز کا تذکرہ ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (سورۂ زلزال آیات ۷، ۸)

"جو ذرہ برابر خیر کرے گا' وہ بھی دیکھے گا اور جو ذرہ برابر شر کرے گا' وہ بھی دیکھے گا۔"

دیکھیے!

میں جو بات کہتا ہوں بس! اتنی کا ہی ذمہ دار ہوں۔ ہم محتاج شفاعت ہیں' علی علیہ السلام مجبور شفاعت نہیں ہے۔ ان کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہماری شفاعت کریں۔ ہم محتاج ضرور ہیں ان کی شفاعت کے' ہماری محتاجی میں کوئی شک نہیں۔ لیکن وہ ہماری مدد کریں نہ کریں ان کی اپنی مرضی۔ وہ مجبور نہیں ہیں۔ ہم محتاج ہیں وہ مجبور نہیں ہیں۔

لیکن اُمید ہے' آسرا ہے' علیؑ علیؑ کرنے سے اُمید بن گئی کہ شاید! وہ ہمیں نظر کرم سے دیکھ لیں۔ اس لیے کہ میزان میں اعمال تولے جا رہے ہوں گے۔

اُنھوں نے کہا: اتنے برس زندہ رہا نیکیاں کتنی کی ہیں؟

کہا: دس لاکھ۔

کہا: بُرائیاں کتنی ہیں؟

کہا: پندرہ لاکھ۔

بُرائیوں کا پلہ بھاری ہے' نیکیوں کا ہلکا ہے۔

ہے نا!

اب سزا ملے گی اس کی، یہی موقع شفاعت کا ہے۔ یہ شفاعت کا لفظ جو قرآن میں ہے، شفاعت کو مجلسوں میں پڑھا جاتا ہے ایک باقاعدہ وقت (proper time) ہے شفاعت کا کہ بُرائیاں زیادہ نکل آئیں اور نیکیاں ہماری کم رہ گئیں۔ اب یا تو سزا کاٹیں اور یا کوئی شفاعت کرے، تو یہاں پر پھر علی علیہ السلام سے اُمید بندھی ہے کہ اگر وہ ایک مرتبہ نگاہِ کرم سے دیکھ لیں کہ کیا معاملہ ہے؟

اُنھوں نے کہا: اس کی نیکیاں گھٹ رہی ہیں اور بُرائیاں بڑھ رہی ہیں۔

کہا: کتنی؟

کہا: پانچ لاکھ نیکیاں کم ہورہی ہیں۔

حضرت امیر علیہ السلام ہیں نا!

اچھا!

اشارہ کردیں کہ جتنی کمی ہے ہمارے پاس سے دے دو، ہمارے حساب سے دے دو۔

عزیزانِ گرامی!

فرشتوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ کس حساب سے؟

چاہے شبِ ہجرت کے حساب سے دے دیں، چاہے ایک ضربت کے حساب سے دے دیں (نعرۂ حیدری)۔

اب یہ کہہ دیجیے گا کہ یہ آپ نے کہاں سے پڑھ دیا، اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟

شرعی دلیل اس کی ہمیں معلوم ہے، غلط نہیں پڑھ رہے ہیں۔ شرعی دلیل یہ ہے:

کہ ایک مومن مرجاتا ہے۔ اس کے پاس اعمال باقی ہوتے ہیں۔ دوسرا اس کی طرف سے اعمال کرتا ہے تو اس کے اعمال میں انٹری ہوتی ہے۔

اُنھوں نے کہا: پانچ برس کی نمازیں قضا ہیں۔

لڑکے نے پڑھوا دیں۔

پانچ برس کے روزے قضا ہیں۔

لڑکے نے رکھوا دیے۔

کہا: حج کو نہیں جا سکے تھے مرحوم۔

ان کے بدلے میں کسی کو حج پر بھیج دیا۔

عمل دوسرا کر رہا ہے، نامہ اعمال ان کا صاف ہو رہا ہے۔

اگر ایک مومن کا عمل دوسرے مومن کے کھاتے میں منتقل (transfer) ہو سکتا ہے تو امیر المومنین علیہ السلام کا عمل مومن کے کھاتے میں منتقل (transfer) کیوں نہیں ہو سکتا؟ (نعرۂ حیدری)

وَالصِّرَاطَ حَقٌّ

"صراط حق ہے۔"

وہی صراط جس پر سے گزرنا ہے۔ وہ تو ہے وہاں پر جسے کہا گیا ہے کہ بال سے زیادہ باریک ہے، تلوار سے زیادہ تیز ہے اور آگ سے زیادہ گرم ہے۔ وہ تو ہے (معاذ اللہ) میں یہ نہیں کہتا کہ وہ نہیں ہے۔ لیکن اصل میں تو صراط یہ دنیا ہے جس میں ذرا سے میں آدمی اِدھر سے اُدھر ہو جاتا ہے۔ جو یہاں ٹھیک گزر گیا وہ وہاں بھی ٹھیک گزر جائے گا اور جو یہاں بھٹک گیا وہ وہاں بھی بھٹک جائے گا۔ اسی لیے

علی علیہ السلام کے حق میں مروّت نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہاں ہم بے مروّتی کر گئے اور وہاں انھوں نے بے مروّتی کر لی تو پھر قصہ تمام ہے۔

وَالصِّرَاطُ حَقٌّ

''صراط حق ہے۔''

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: علی علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور لوگ گزر رہے ہوں گے اور کہتے جائیں گے:

هٰذَا لِي وَ هٰذَا لَكِ

''یہ میرا ہے، یہ تیرا ہے۔''

نیچے جہنم ہے، سامنے جنت کا دروازہ ہے۔ جس کو کہا: میرا ہے۔ نور لپک کر لے گیا جنت میں اور جس کو کہا: تیرا ہے۔ جہنم نے گھسیٹ لیا اپنی طرف۔ دنیا میں ہم نے بہت جھیلا ہے۔ یہ اُن کے والے ہیں، یہ ان کے والے ہیں (نعرۂ حیدری)۔

اب سمجھے آپ کہ حق علی علیہ السلام کیا ہے؟!

دنیا میں، دین میں، مذہب میں، مسجد میں، محراب میں، منبر پر، موت کے وقت، قبر میں، صراط پر، میزان پر ہر جگہ علیؑ علیؑ علیؑ ہے۔ اب اگر ہم علیؑ علیؑ کرتے ہیں تو اس نام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا نام ہے یا نہیں ہے (نعرۂ حیدری)۔

حق ہیں اہل بیتؑ اور حق ہے علی علیہ السلام اور حق ہیں آلِ رسولؐ اس کے اوپر گفتگو ہوتی ہے۔

عزیزانِ گرامی!

یہی وہ لوگ ہیں جن کا حق چھینا گیا، جن کا حق غصب کیا گیا، جن کا حق

چھپایا گیا' جن کے واقعات پر پردے ڈالے گئے۔

گزر گئے دور' عہد بنو اُمیہ گزر گیا' حق علی علیہ السلام کے خلاف کوششیں کرتے ہوئے۔ عہد بنی عباس گزر گیا حق علی علیہ السلام کے خلاف کوششیں کرتے ہوئے۔ ترک و تاتار کے دور گزر گئے حق علی علیہ السلام کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے۔

مختلف ادوار گزرتے چلے گئے۔ مگر جس طرح ذاتِ علیؑ میدان میں جمی رہی۔ اسی طرح فضائل علی علیہ السلام بھی میدان میں جمے رہے۔

نہ دشمنوں کے نرغے علی علیہ السلام کو ڈرا سکے میدان میں اور نہ مخالفین علی علیہ السلام کا کچھ بگاڑ سکیں۔ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی' جس نے اسلام کو پروان چڑھایا' جس نے دین کے لیے اپنی پوری نسل دے دی' جس نے مذہب کے اُوپر اپنی اولادوں کو قربان کر دیا۔

ان کے حق کے متعلق اگر بات کی جائے اور ان لوگوں کے تعلق سے اگر بات کی جائے جنھوں نے رسول کو ایذائیں دی ہیں' جنھوں نے اسلام کی مخالفت کی ہے' جنھوں نے مذہب کا تماشا بنایا ہے' جنھوں نے دین کو کھلونا سمجھا ہے تو اس کے اندر بگڑنے کی کون سی بات ہے؟

یہ بات صحیح ہے کہ جو کچھ ہوا وہ ہوا لیکن تاریخ کے خزانے میں سارے واقعات محفوظ ہیں اور کتابوں کے اندر ہر چیز ملتی ہے۔

آج نہ بنو اُمیہ کی دولت ہے' نہ بنو عباس کی حکومت ہے' نہ یزید کی فوجیں ہیں' نہ حجاج کے قید خانے ہیں' کچھ بھی نہیں ہے۔ اب آج سچی بات کہنے سے کون سی شئے مانع ہے؟

ایک تو آدمی کو ہر زمانے میں سچی بات کہنی چاہیے۔ تلوار کی دھار پر سچ بولنا چاہیے' پھانسی کے تختے پر سچ بولنا چاہیے۔ لیکن خیر چھوڑیے ہر آدمی کے پاس اتنا کلیجہ نہیں ہوتا' اتنا دل نہیں ہوتا۔ ہر ایک کے بس میں یہ نہیں ہے کہ اپنی اولادوں کو کٹوا دے' اپنا گھر لٹوا دے۔ اب وہ جانے خدا جانے ہم اس میں کچھ نہیں بولتے۔ لیکن جب دورِ امن و امان آ جائے' جب دورِ سکون آ جائے' جب ایسا زمانہ آ جائے کہ آپ کو سینکڑوں طرح کی سہولیات حاصل ہیں تو سچی بات تو منہ سے نکالیے۔

اب تو کہیے کہ اہل بیتؑ کے ساتھ زیادتی ہوئی' اب تو کہیے کہ رسول ﷺ کی آلؑ کے ساتھ زیادتی ہوئی' اب تو کہیے کہ وہ لوگ بہکے ہوئے تھے' جنھوں نے آلِ رسولؐ کو ستایا اور اب بھی کہنے سے کچھ باز آ رہے ہیں۔ پھر ہمیں سوچنا پڑے گا کہ کہیں یہ سوچی سمجھی سازش تو نہیں ہے (نعرۂ حیدری)۔

آپ سوچیے کہ یہ کیا ہے؟

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ"

وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ

"اور حق کو نہ چھپاؤ"

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

"جب کہ تم جانتے ہو۔"

جانتے بوجھتے ہوئے ہر چیز سے واقفیت کے بعد' سچائیاں چھپائی جا رہی ہیں۔ لوگ آلِ محمدؐ کے خلاف تھے۔

حسن علیہ السلام کے ہوتے ہوئے ابوسفیان کے بیٹے کے ہاتھ پر بیعت' حسین علیہ السلام کے ہوتے ہوئے لوگ یزید کے ساتھ' آلِ رسولؐ کے ہوتے ہوئے آلِ اُمیہ تختِ اقتدار پر اور اس کے بعد عالمِ اسلام چپ ہے۔ نہ کوئی صحابی بولتا ہے' نہ کوئی حافظ بولتا ہے' نہ کوئی حاجی بولتا ہے' نہ کوئی نمازی بولتا ہے' نہ کوئی روزہ دار بولتا ہے' سب خاموش ہیں۔

اسلام کس لیے آیا تھا؟

کیا اسلام اس لیے تھا کہ مسلمان ساری دنیا کا مال کھاتے رہیں اور بیٹھیں رہیں؟

اسلام دینِ علم ہے' اسلام دینِ شرافت ہے' اسلام دینِ انسانیت ہے' اسلام امن و امان کا دین ہے' اسلام سکون کا دین ہے۔ اسلام دولت کمانے کا نام نہیں ہے' اسلام سر کاٹنے کا نام نہیں ہے' اسلام خون بہانے کا نام نہیں ہے' بادشاہوں کے ساتھ مولویوں نے مل کر جو طلسم بنایا اس نے بھولے بھالے عوام کو بہکا دیا۔

میں آئندہ کی مجالس میں پڑھوں گا کہ کون کون سے معاملات ایسے ہیں جن میں سیاستوں نے اپنے جلوے دکھائے ہیں' جو فریب دکھائے ہیں' جس کے اندر چودہ سو برس سے ملت گرفتار ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج مسلمان علم سے محروم ہو گیا۔ سب سے بڑی بدنصیبی ملتِ مسلمہ کی یہ ہے کہ اس کے پاس علمی قحط ہے۔ مولویوں نے بادشاہوں کے ساتھ مل کر عوام کو اس لیے جاہل رکھا کہ اگر یہ پڑھ لکھ جائیں گے تو کہیں سچائیوں تک پہنچ نہ جائیں' کہیں حقیقتیں بے نقاب نہ ہو جائیں' کہیں اصلیتیں واضح نہ ہو جائیں' کہیں تخت ڈگمگانے نہ لگیں' کہیں کرسیاں اُلٹ نہ جائیں' بس لوگ بے وقوف رہیں۔

عزیزانِ گرامی! سوچنے کے قابل بات ہے! آپ تاریخ پڑھیے!

ایک ایک چیز کا اندازہ ہو جائے گا کہ علی علیہ السلام کو چھوڑ کر لوگوں نے جہالت کا دامن تھاما۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اسلامی قیادت بحکم خدا غدیر خم میں مولا علی علیہ السلام کے حوالے کی تھی "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ" کہ کر وہ کیا چیز تھی؟

لوگوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیت پر شبہ کیا اور سمجھے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائیؑ کو حکومت دے کر جا رہے ہیں' اپنے بھائیؑ کو دولت دے کر جا رہے ہیں' اپنے بھائیؑ کو عیش و عشرت کی نوید دے کر جا رہے ہیں۔ ہم یہ دولت نہیں ملنے دیں گے' ہم یہ اقتدار نہیں ملنے دیں گے۔

اُنھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیت پر شبہ کیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائیؑ کو بحکم خدا قیادتِ اسلامی دے کر جا رہے تھے۔ قیادتِ اسلامی میں زہر کا پیالہ پینا پڑتا ہے' قیادتِ اسلامی میں گھر جلوانا پڑتا ہے' قیادتِ اسلامی میں بچے ذبح کروانا پڑتے ہیں' قیادتِ اسلامی میں سر پر تلوار کھانا پڑتی ہے' قیادتِ اسلامی میں گلے کٹوانا پڑتے ہیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ ہر خاندان میں اتنا کلیجہ نہیں ہے جو یہ سب کچھ کرے۔ ہر ایک میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس طرح سے قربانیاں دے۔ یہ سارا معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔ لہٰذا ہمارے گھر والے قربانی دیں گے۔

لوگوں نے کہا: نہیں! ہم تو یہ نہ ہونے دیں گے۔

علی علیہ السلام کو جو قیادتِ اسلامی مل رہی تھی تو کیا مل رہا تھا؟ علی علیہ السلام کو کچھ نہیں مل رہا تھا' ہم کو مل رہا تھا۔ علی علیہ السلام کو کوئی فائدہ ہماری وجہ سے نہیں تھا۔ علی علیہ السلام جیسا عالم چند جاہل عربوں کو لے کر کیا کرتا؟ یہ چوپایوں کی بھیڑ سے علی علیہ السلام کو کیا فائدہ پہنچتا؟

فائدہ ہم کو ملتا کہ ہمارا جہل علی علیہ السلام کی وجہ سے دور ہوتا' ہماری بزدلی علیؑ کی وجہ سے دور ہوتی' ہماری ناسمجھی علی علیہ السلام کی وجہ سے دور ہوتی' ہماری خطائیں علیؑ کی وجہ سے دور ہوتیں۔

لوگوں نے علی علیہ السلام کو چھوڑ دیا' چھوڑ دیا تو چھوڑ دیا۔

بہترین کوئی سی کتاب رکھی ہوئی ہے' چھوڑ دے آدمی تو کتاب کا کیا بگڑے گا؟ کیا اس کے الفاظ مٹ جائیں گے؟ کیا اس کے اندر جو علمی مطالب ہیں وہ غائب ہو جائیں گے؟

قرآن تو ہے مسلمانوں کے پاس' کیا کوئی قرآن سے بڑھ کر کتاب ہو سکتی ہے؟ خالی علی علیہ السلام کو نہیں چھوڑا ہے' قرآن کو بھی چھوڑا ہے اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو قرآن ہی میں پڑھیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن فرمائیں گے:

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

(سورۂ فرقان' آیت ۳۰)

"پالنے والے! میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔"

آج لوگ مسلمانوں کی گمراہی کے اسباب ڈھونڈ رہے ہیں۔ ہر مسلمان سر جوڑ کر بیٹھے کہ کیا کریں ہم تو برباد ہو رہے ہیں۔

برباد اس لیے ہیں کہ آپ نے قرآن چھوڑ دیا اور قرآن چھوڑا اس لیے کہ قرآن آپ کی سمجھ میں نہیں آیا۔ سمجھ میں اس لیے نہیں آیا کہ جو قرآن کی چابی تھی اس کو آپ نے ہاتھ نہیں لگایا (نعرۂ حیدری)۔

آپ کو جس کے ذریعے قرآنی علوم ملتے' جس کے ذریعے قرآنی فائدے

ہوتے' جس کے ذریعے قرآن کی باتوں کا پتا لگتا۔ آپ نے ان کو چھوڑ دیا۔ قرآن میں تو بے شک سب کچھ ہے:

لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (سورۂ انعام آیت ۵۹)

"کوئی خشک وتر ایسا نہیں ہے' جو کتاب مبین میں نہ ہو۔"

اگر ہے تو نکالیے!

کوڈ ہے' کوڈ کھولنا جانتے ہی نہیں۔ قرآن آپ سے بات ہی نہیں کرے گا اس لیے کہ اپنے جیسا ہو تو بولے' ایسے ویسے سے تو وہ بات ہی نہیں کرتا۔

ایک مثال دے دوں!

مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ایک بہت بڑی تجوری بند ہے اور تالے (lock) لگے ہوئے ہیں اس پر' وہ رکھی ہوئی ہے اور یہ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں: اس میں دولت ہے کہ ہم امریکہ' یورپ سب خرید سکتے ہیں' پورا یونائیٹڈ سٹیٹ (United States) خرید لیں' پورا UK خرید لیں' پورا یورپ خرید لیں اور عربوں کے سارے چشمے خرید لیں' ایسا گولڈ ہے اس میں ویسا گولڈ پوری دنیا میں کہیں پایا نہیں جاتا۔ بہت عرصہ سے چائے نہیں پی ایک چائے پلواؤ۔

ایک طرف دولت مندی کا یہ عالم ہے کہ پوری دنیا خریدنے کا دم خم ہے' دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ چائے مانگ کر پی رہے ہیں' بیڑی (سگار) مانگ کر پی رہے ہیں۔

یہ ہے کیا چکر صاحب! ہمیں سمجھایئے!

مانگ مانگ کر چائے پی جا رہی ہے' مانگ مانگ کر بیڑی (سگار) پی جا رہی

ہے اور بیمار پڑ گئے ہیں تو اتنے پیسے نہیں ہیں' جو علاج کروا سکیں۔

ہمارے پاس سب کچھ ہے۔

اس کے پاس کیا؟

کچھ بھی نہیں ہے فقیر ہیں ہمارے۔

یہ سانحہ کیا ہوا؟

بس!

آج اسی سانحے کے اُوپر بیان تمام ہوا' کل آگے بڑھے گا بیان۔ یہ سانحہ کیا ہوا آخر کہ یہ سب ہوا؟

یہ تجوری بھی اللہ کی طرف سے آئی تھی اور جو اس تجوری کے محافظ جن کے پاس اس کی چابیاں تھیں وہ بھی اللہ نے بھیجے تھے لیکن جس کے ذریعے تجوری اور کنجیاں آئیں اس نے جب ان کو یہ تجوری دی تو یہ بوکھلاہٹ میں تجوری لے کر بھاگ آئے (نعرۂ حیدری)۔

بھیا!

یہ سانحہ ہو گیا کہ تجوری لے کر بھاگ آئے اور جو لایا تھا وہ کہتا رہا: کنجیاں تو لیتے جاؤ۔

اُنھوں نے کہا: ہمیں (قرآن) کافی ہے' (اہل بیتؑ) کی ضرورت نہیں ہے (نعرۂ حیدری)۔

یہ ہے معاملہ!

نتیجہ یہ ہوا کہ اس قرآن کو غلط استعمال (misuse) کیا گیا۔

ذکرِ مصائب: حضرت امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں داخلہ

کربلا میں قتل حسین علیہ السلام کے لیے جو جمع ہوئے تھے' ان میں حافظ بھی تھے' ان میں قاری بھی تھے' ان میں وہ لوگ بھی جن کے گلوں میں قرآن حمائل تھے اور حسین علیہ السلام کے قتل کرنے پر تیار بھی تھے' جن میں اتنی انسانیت نہ تھی کہ پیاسے بچوں کو پانی پلائیں۔

غور طلب مسئلہ ہے یہ!

انسانیت اور شرافت ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی ہر نسل میں قدر ہے کہ وہ لوگ کہ جنھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی تھا اور جن کے سامنے قرآن اُترا بھی تھا۔ وہ دنیا کی لالچ میں یزید (لعین) کی طرف سے چہروں پر نقابیں ڈال کر آئے۔ آپ زیارتِ عاشورہ پڑھتے ہیں' اس کے اندر یہ جملے موجود ہیں:

لَعَنَ اللّٰہُ اُمَّۃً اَسرَجَت وَالجَمَت وَ تَنَقَّبَت لِقِتَالِکَ

"خدا لعنت کرے جنھوں نے زین کسی' لگام دی گھوڑوں کو اور لوگوں کو للکارا آپؑ سے لڑنے کے لیے اور جنھوں نے اپنے چہروں پر نقابیں ڈالی ہوئی تھیں" (زیارتِ عاشورہ)۔

یہ نقابیں ڈالے وہی تھے جو حسین علیہ السلام کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی گود میں دیکھ چکے تھے' جو حسین علیہ السلام کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے کاندھوں پر دیکھ چکے تھے' جو حسین علیہ السلام کو نماز کی حالت میں پشت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ پر دیکھ چکے تھے۔ آج دنیا کی محبت میں دین بیچ کر نبیؐ کے نواسے' کو قتل کرنے آئے' حسین علیہ السلام سے لڑنے آئے تھے۔

اللہ اکبر!

محمد ﷺ کے نواسےؑ نے شرافت کا وہ معیار قائم کیا کہ جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی ہے۔

دیکھیے!

دوست کے ساتھ تو ہر کوئی شرافت برتتا ہے، دشمن کے ساتھ شرافت برتنا معیار ہے۔ جب خطبہ پڑھا ہے تو کہا ہے:

"میں تم میں وہ چہرے دیکھ رہا ہوں، جو مجھے میرے نانا کی آغوش میں دیکھ چکے ہیں۔"

مگر ان کے نام حسین علیہ السلام نے نہیں لیے۔ اس لیے جب اُنھوں نے اپنے چہرے نقابوں میں چھپا لیے تھے تو حسینؑ نے ان چہروں کو بے نقاب نہیں کیا۔

اللہ اکبر!

کربلا میں حسین علیہ السلام کی شرافت نفس کے جو مظاہرے ہوئے ہیں، وہ تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہیں۔

آج دوسری رات آ گئی، دوسری محرم کو امام حسین علیہ السلام کا قافلہ کربلا پہنچ گیا، چلتے چلتے گھوڑا رُکا۔

پوچھا: اس زمین کا نام کیا ہے؟

کسی نے کہا: نینویٰ۔

کہا: اور بھی کوئی نام ہے؟

کسی نے کہا: شطِ فرات۔

کہا: اور بھی کوئی نام ہے؟

کہا: ماریہ۔

کہا: اور کوئی نام؟

ایک نے کہا: کربلا۔

حسین علیہ السلام گھوڑے سے اُتر پڑے۔ روایت بتاتی ہے کہ جیب میں ہاتھ ڈالا' ایک مٹھی خاک نکالی' زمین کی طرف جھک کر ایک مٹھی خاک اُٹھائی۔ دونوں کا رنگ دیکھا' رنگ دونوں کا مل رہا تھا۔ پھر باری باری کر کے دونوں کو سونگھا۔ دونوں کی خوش بو بھی مل رہی تھی۔ دونوں مٹھیاں خاک پر پھینک دیں اور بھائی' کی طرف متوجہ ہوئے۔

عباس علیہ السلام! سفر ہمارا تمام ہوا' یہی وہ جگہ ہے' جہاں ہم قتل کیے جائیں گے' یہی وہ جگہ ہے' جہاں ہمارے بچے ذبح کیے جائیں گے۔

مجلس ہو رہی تھی' حسین علیہ السلام پڑھ رہے تھے' عباس علیہ السلام سن رہے تھے۔ قافلہ کربلا میں اُتر گیا جو زمینوں کے مالک تھے ان کو بلایا۔

کہا: تم یہ زمین ہمارے ہاتھ بیچو گے؟

اُنھوں نے کہا: ہاں! بیچیں گے۔

کیا قیمت لو گے؟

جو اُنھوں نے اپنے منہ سے قیمت کہی' وہ دے دی۔

اس کے بعد ان سے کہا: ہمیں یہاں رہنا نہیں ہے' یہ زمین ہم تمھیں کو واپس کر رہے ہیں' ہماری یہاں قبریں بنیں گی۔ بس! تم سے ہماری یہ خواہش ہے کہ اگر کوئی ہماری قبروں کا پتا پوچھتا ہوا آئے تو بتا دینا۔

عباس علیہ السلام نے دریا کے کنارے خیمے نصب کیے۔ جو فوجی نکتہ نظر سے بھی اور

ہر اعتبار سے بہترین جگہ تھی۔ اتنے میں دشمن کی فوج آ گئی۔

کہا: یہاں سے خیمے ہٹائیے، یہاں ہم اپنے خیمے لگائیں گے۔

غازی علیہ السلام کو جلال تو آیا مگر مصلحت امامؑ یہ تھی کہ پانی پر تلوار نہ چلے۔ وہ تلوار جو حق و باطل کا فیصلہ کرنے والی تھی۔ اس پر چل جاتی کہ پانی پر کون رہے گا؟ بھائی کو روک دیا، ریت پر خیمے نصب ہوئے۔

بس عزیزانِ گرامی!

میں نے کتاب میں نہیں پڑھا، میں تو تصور کے سارے مصائب پڑھتا ہوں!

جب خیمے نصب ہو گئے ہوں گے تو اماریوں سے زینبؑ بھی اُتری ہوں گی، اُمِ کلثومؑ بھی اُتری ہوں گی، شہزادی سکینہؑ بھی اُتری ہوں گی، بنو ہاشمؑ کی شہزادیؑ بھی اُتری ہوں گی، عباس علیہ السلام بھی تھے، علی اکبر علیہ السلام بھی تھے قاسم علیہ السلام بھی تھے، عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام بھی تھے لیکن گیارھویں محرم کو جب یہ قافلہ جانے لگا تو نہ عباسؑ تھے، نہ علی اکبر علیہ السلام تھے، نہ عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام تھے نہ قاسم علیہ السلام تھے، زینبؑ نے ایک دفعہ دریا کو دیکھا:

یَا عَبَّاسُ اَنْتَ الَّذِی رَکَّبْتَنِی

''بھیاؑ! تم نے مجھے سوار کرایا تھا۔ اب بہنؑ جا رہی ہے، کل پھر سوار کرا دینا۔''

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

نکاتِ حق

- ہر موقع پر تاریخ قابلِ اعتبار نہیں۔
- میں جو کچھ بھی عرض کر رہا ہوں یہ رسولؐ کے گھر کی بات ہے۔
- اسلام کی تاریخ نے رسول ﷺ کے بزرگوں کے ساتھ، رسول ﷺ کے ساتھ اور رسول ﷺ کے بعد آنے والوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔
- رسول ﷺ کے خاندان کے ساتھ بھی ناانصافی ہوئی کہ مؤرخ نے خاندانِ رسالت کو کافر لکھا۔
- جس نے اپنا قتل چھپا کر کسی کو دفن کیا ہو گا' وہی یہ کہے گا کہ گڑے مردے نہ اکھاڑیے۔
- بیسویں صدی میں یونان کی عدالت میں سقراط کے قاتل کے خلاف کیس دائر ہوا۔
- ہم کیس دائر کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ وہ یونانی نہیں ہیں جو عالم کو قتل کر دیں۔
- ابوسفیان جہاں رہتا ہے' وہاں اللہ آپ کو بھی رکھنا نصیب کرے۔
- پالنے والے! ہمیں وہاں رکھنا جہاں ابوطالب علیہ السلام ہیں۔
- جو نانا سے لڑے وہ مومن' جو نواسے ؑ کو قتل کرے وہ مومن۔ جو نانا کو پالے وہ کافر اور جو نواسے ؑ پر روئے وہ کافر (معاذ اللہ)۔
- اُم المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے ساتھ ناانصافی کی۔ پچیس برس رسولؐ کا ساتھ رہا۔ پچیس برس جو ساتھ رہا تو رسول ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ چند برس جن بیویوں کا ساتھ رہا ان کے لیے تاریخ میں ورق ہی ورق ہیں۔ پچیس برس جس کا ساتھ رہا' اس کے لیے تاریخ کے پاس آدھا صفحہ (page) بھی نہیں ہے۔
- حضرت خدیجہؑ اسی دین پر تھیں' جس دین پر خاندانِ رسالت تھا۔

- خدیجہؑ نے اپنی ساری دولت راہِ اسلام میں لٹا دی۔
- ابوطالب علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں اپنا اثر خرچ کیا۔ خدیجہؑ نے اللہ کی راہ میں اپنی دولت خرچ کی۔
- جو مسلمان سر اُٹھا کر چل رہا ہے سمجھو ابوطالب علیہ السلام کا اثر شامل ہے' جو مسلمان روٹی کھائے' سمجھو خدیجہؑ کی دولت ہے۔
- ابوطالب علیہ السلام نے اسلام کو اپنا اثر دیا' خدیجہؑ نے اسلام کو اپنی دولت دی۔
- ابوطالب علیہ السلام نے ایک بیٹا دیا اور خدیجہؑ نے ایک بیٹی دی۔
- یہ جو راستہ گزرا ہے مدینے سے مکہ تک اور مکہ سے کربلا تک اس میں سینکڑوں خطرے تھے اس لیے کہ زمانہ آلِ محمدؑ کا دشمن تھا۔

مجلسِ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۴۲)

ارشادِ پروردگارِ عالم ہے:

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب کہ تم جانتے ہو۔"

حضرات!

میں نے دو مجلسوں میں اپنے عشرے کی تمہید عرض کی۔ پہلی مجلس میں میں نے پڑھا کہ ہر موقع پر تاریخ قابلِ اعتبار نہیں اور دوسری مجلس میں میں نے کچھ حق علی علیہ السلام کے تعلق سے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔

درحقیقت یہ دونوں تقریریں میری آنے والی تقریروں کی تمہید تھیں اور میں چاہتا تھا کہ میرا موضوع اچھی طرح لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے۔

میں پھر آج آپ کی خدمت میں گزارش یہ کروں گا کہ میری تقریروں کو جذباتی ہو کر نہ سنیے۔ جذبات سے کھیلنا میرا کام نہیں ہے۔ میں جو عرض کر رہا ہوں اس کو ٹھنڈے دل اور سنجیدگی سے سنیں اور میں جو کچھ بھی عرض کر رہا ہوں یہ رسولؐ کے گھر کی بات ہے۔ میرے گھر کی بات ہے تو کوئی یہ سوچے کہ اپنے گھر کی برائی

کے لیے یہ کر رہے ہیں یا خاندان کو اُونچا بنانے کے لیے یہ کر رہے ہیں یا کہیں سے کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے یہ کر رہے ہیں۔

نہیں!

نہ میرا کوئی خاندان کا معاملہ ہے' نہ میرے گھر کا معاملہ ہے' نہ مجھے اس سے دنیا میں کسی فائدے کی اُمید ہے۔ کچھ نہیں ہے۔

اب یہ جو گفتگو تاریخی پس منظر میں ہے۔

یہ اس بزرگؒ کے گھرانے کی بات ہے' جس کا آپ کلمہ پڑھتے ہیں تو جس کا آپ کلمہ پڑھتے ہیں جو آپ کا رسول ﷺ ہے' جس کو اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کا سردار بنا کر بھیجا ہے اور جس کے ذریعے اللہ نے انسانوں کی نجات کا آخری پیغام (message) بھیجا ہے۔ اگر اس کے ساتھ یا اس کے خاندان کے ساتھ' اگر اس کے کردار کے ساتھ یا اس کے بزرگوں کے کردار کے ساتھ یا اس کے بچوں کی جانوں کے ساتھ تاریخ نے ناانصافی کی ہے اور ہم اس کی انکوائری کریں کہ کیا یہ کوئی جرم ہے؟

تو یہ تصور کہ یہ تیرا ہے' یہ میرا ہے' یہ اپنے ہیں' یہ پرائے ہیں اس خیال میں میری تقریریں نہ سنیں۔ میں عمر کی اس منزل سے گزر چکا ہوں' جہاں جذبات سے کھیلا جاتا ہے۔

میں ٹھنڈے دل سے سارے سامعین سے گزارش کروں گا اور نوجوانوں سے بھی' جوانوں سے بھی' بزرگوں سے بھی اور جہاں جہاں میری آواز جا رہی ہے اور جو سن رہا ہے وہ یہ سوچ کرے کہ وہ باتیں جو یہ شخص پڑھ رہا ہے یہ واقعتاً غور طلب

ہیں کہ نہیں ہیں؟

اگر غور طلب ہیں تو اپنا قیمتی وقت صرف کر کے ان پر تھوڑا غور کریں۔

غور فرمایا آپ نے؟!

یہ ہے مقصد۔

اسلام کی تاریخ نے رسول ﷺ کے بزرگوں کے ساتھ' رسول ﷺ کے ساتھ اور رسول ﷺ کے بعد آنے والوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا' یہ دعویٰ ہے۔

اب انکوائری شروع ہو رہی ہے آپ ہوشیار رہیے گا!

دعویٰ یہ ہے کہ رسول ﷺ کے ذاتی کردار کے ساتھ بھی' ان کے بزرگوں کے کردار کے ساتھ بھی اور ان کے بعد والوں کے ساتھ بھی تاریخ نے انصاف نہیں کیا۔

کیا اسباب تھے؟ کیا عوامل تھے؟

یہ ہم نہیں بتا سکتے مگر انکوائری میں سامنے آئیں گے۔ لیکن ہمیں دلچسپی جو کچھ ہے' وہ اپنے رسول ﷺ کی ذات اور ان کے خاندان سے ہے۔ ہم اپنے رسولؐ کو مؤرخین کے لیے چھوڑ دیں یہ ہم سے نہ ہو پائے گا۔

اب آپ سنیے گا کہ رسول ﷺ کے خاندان کے ساتھ بھی ناانصافی ہوئی کہ مؤرخ نے خاندانِ رسالت کو کافر لکھا۔ جس چچاؑ نے رسول ﷺ کو پالا تھا ان کے ساتھ ناانصافی یہ کی گئی کہ ان کو کافر کا خطاب دیا گیا۔ جس بیویؑ نے رسول اللہ ﷺ کی پچیس (۲۵) سال خدمت کی' جس کی دولت نے اسلام کو پروان چڑھایا۔ ان کی عمر کے سلسلے میں تاریخ نے غلط بیانی سے کام لیا۔ رسولؐ کے ذاتی کردار کے سلسلے میں تاریخ نے چالیس برس تک ان کو ایک آدمی لکھا اور ان کی رسالت کا اقرار نہیں کیا۔

چالیس برس کے بعد جب ان کی رسالت اور ان کی عظمت کا اقرار کیا تو ان کو جبرئیل علیہ السلام کا شاگرد بتایا اور پھر اس کے بعد آگے جا کر تاریخ نے یہ زیادتی بھی کی کہ بعض مقامات پر تاریخ نے ان کو عام انسانوں جیسا انسان دکھایا کہ جس سے بھول بھی ہوتی ہے' خطا بھی ہوتی ہے' غلطی بھی ہوتی ہے۔

یہ تمام چیزیں ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگوں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوا اور اس کے بعد پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے ساتھ ناانصافی کی گئی۔

دنیا سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ناراض اُٹھیں' جب کہ ان کی رحلت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ ماہ کے اندر ہو گئی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی' داماد' دعوت ذوالعشیرہ میں نصرت کا دعویٰ کرنے والے' زندگی بھر ساتھ چلنے والے علی علیہ السلام کی مخالفت کرنے والے اور اتنی مخالفت کی گئی کہ دشمنانِ علیؑ کا ایک بہت بڑا طبقہ تاریخ کے اندر پیدا ہو گیا۔

امام حسن علیہ السلام سے حکومت چھینی گئی اور ان کو زہر دیا گیا' جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے نواسے' تھے۔ امام حسین علیہ السلام کو کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا گیا اور اس پر خوشی منائی گئی' اس پر مسرت کی گئی اور اس پر نذر کے روزے رکھے گئے اور اس پر منت بڑھانے کے لیے مسجدیں بنائی گئیں۔

سنا آپ نے! یہ سب تاریخ کے اندر لکھا ہے!

ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ کون سے اسباب و عوامل تھے' جن کے نتیجے میں یہ سارے واقعات رونما ہوئے ہیں؟ جن کے نتیجے میں یہ سارے معاملات ہوئے ہیں؟ ہمیں اس کی تحقیق کرنا ہے اور اس کی انکوائری کرنا ہے۔ اس لیے کہ قرآن ہم کو

یہ حکم دے رہا ہے:

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ۔"

ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اہل بیتؑ کے معاملے میں رسولؐ اور خاندانِ رسولؐ کے معاملے میں حق کو باطل میں ملایا بھی گیا ہے اور حق چھپایا بھی گیا ہے۔ لہٰذا ہم تحقیق کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دینا چاہتے ہیں (نعرۂ حیدری)۔

میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس تقریر اور اس عشرے کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں ان تقریروں سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کروں۔ بل کہ میرا یہ قدم اتحاد بین المسلمین کی طرف ہے۔ اس لیے کہ اگر ایک چیز صحیح نہیں معلوم ہوئی تو اختلاف ہوتا ہے۔

آج زمین گول ہے' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے کہ صحیح بات معلوم ہو گئی ہے۔ آج دنیا سورج کے گرد گھوم رہی ہے' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایک آواز بھی اس کے خلاف نہیں ہے کہ سورج کے گرد نہیں گھوم رہی ہے۔ سورج بھی گھوم رہا ہے۔

پہلے لوگ کہتے تھے: سورج دنیا کے گرد گھوم رہا ہے اور اب لوگ کہتے ہیں: دنیا گھوم رہی ہے سورج کے گرد۔ اب کوئی اختلاف نہیں رہا۔ سب لوگ ایک بات کہہ رہے ہیں۔

سینکڑوں بیماریوں کے سلسلے میں میڈیکل سائنس میں بعض ایسی باتیں ہیں اور بہت تھیوریاں بدل گئی ہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں: یہ سب پرانی باتیں ہیں اب نہیں ہیں۔ اب میرا کوئی جھگڑا تھوڑا ہے' اگر کوئی ایک بات کہہ دے تحقیق سے تو ماننا پڑتی ہے۔

عزیزانِ گرامی!

ہم یہ چاہتے ہیں کہ بات ثابت ہو جائے تا کہ مسلمانوں کے درمیان اس مسئلہ پر اتحاد ہو جائے۔ اسی طریقے سے ایک ایک (one by one) کرتے ہوئے اتحاد کرتے جائیے۔

اب رہ گیا گڑے مردے نہ اُکھاڑیے!

ایک نظریہ یہ بھی ہے!

گڑے مردے نہ اُکھاڑیے۔

بھیا!

جس نے اپنا قتل چھپا کر کسی کو دفن کیا ہو گا' وہی یہ کہے گا کہ گڑے مردے نہ اُکھاڑیے (نعرۂ حیدری)۔

میں آپ کو دو مثالیں دوں گا بلکہ مثالیں نہیں دو واقعات ہیں۔

بیسویں صدی میں یعنی جو گزشتہ گزر گئی ہے ۱۹۰۰ء اور اکیسویں صدی میں جو یہ ہے جس کی ۲۰۱۱ء ہے۔ اس میں دو واقعات ہیں۔ بیسویں صدی کے شروع میں یونان کی عدالت (court) میں ایک کیس دائر ہوا۔ اڑھائی ہزار سال پہلے مرنے والے کے بارے میں۔ سقراط ایک بہت بڑا عالم تھا۔ اس وقت کے بادشاہ سے اس کا کوئی اختلاف ہو گیا۔ یہ عالم تھا۔ یہ صحیح بات کہہ رہا تھا۔ بادشاہ بادشاہ تھا' عالم نہیں تھا۔ وہ بادشاہت کی ضد میں غلط بات کہہ رہا تھا۔

اس نے عالم سے یہ بات کہی: تم میری بات کو yes کرو۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ ٹھیک ہے' میں بادشاہ ہوں۔

اس نے کہا: تم چاہے بادشاہ ہو، میں غلط کو صحیح نہیں کہوں گا، تم غلط کہہ رہے ہو۔

اس نے یہ کہلوایا کہ دیکھو! تم میری بات کو صحیح مانو ورنہ میں تجھے ایک پیالہ زہر کا بھجوا رہا ہوں وہ تم پی لو۔

اس نے کہا: دیکھو بھائی! غلط بات کو صحیح کہنا میرے لیے مشکل ہے۔ زہر کا پیالہ پی لینا میرے لیے مشکل نہیں ہے۔ میں سچائی کے نام پر زہر کا پیالہ پی لوں گا۔ لیکن بادشاہ کے دباؤ میں آ کر صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کہہ دوں، یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔

اس نے اپنے آدمی بھیجے اور ساتھ ہی زہر کا پیالہ بھیجا اور کہا: ایک دفعہ پھر اس سے پوچھ لو! اگر وہ yes کہتا ہے تو ہمارا پیالہ واپس لے آنا اور اگر No کہتا ہے تو پیالہ پلا دینا۔

وہ لوگ پلاتے کیا اس نے خود ہی اٹھا کر پی لیا۔ جب پی لیا وہ مر گیا۔ پوچھنے والا کون تھا؟ بادشاہ نے زہر کا پیالہ بھیجا تھا۔ انکوائری کون کرتا؟ احتجاج کون کرتا؟ بولتا کون؟ کس کو زندگی پیاری نہیں تھی؟

ختم ہو گئی بات!

یہ آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو برس پہلے تھا۔ اب بیسویں صدی میں یونان کی عدالت میں سقراط کے قاتل کے خلاف کیس دائر ہوا۔ نہ قاتل زندہ، نہ مقتول زندہ، باقاعدہ کیس لڑا گیا اور جج نے باقاعدہ فیصلہ لکھا کہ ہم سقراط کے قاتل کو سزائے موت دیتے ہیں۔ وہ پولیس میں بھیجا گیا۔ پولیس نے رپورٹ دی کہ وہ تو مر چکا ہے۔ کیس داخل دفتر کیا گیا۔ لیکن پورا کیس باقاعدہ لڑا گیا۔

جب ہم نے یونانیوں سے پوچھا: تم تو بڑے پڑھے لکھے مشہور ہو، یہ کیا تم

نے کھیل کھیلا؟

انھوں نے کہا: نہیں! ایسی بات نہیں ہے۔ بس وہ بھی ایک یونانی تھا' جس نے اس کو قتل کیا تھا اور ہم بھی یونانی ہیں۔ لہٰذا ہم کیس دائر کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ لہٰذا ہم کیس دائر کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ وہ یونانی نہیں ہیں جو عالم کو قتل کر دیں (نعرۂ حیدری)۔

اس مجلس کو پڑھنے اور اس عشرے کو پڑھنے میں میری بھی اپیل ہے کہ جنھوں نے آلِ رسولؐ کو قتل کیا وہ بھی مسلمان ہیں اور ہم بھی مسلمان ہیں۔ لہٰذا ہم کیس دائر کر کے یہ ثابت کریں کہ ہم وہ مسلمان نہیں جو آلِ رسولؐ کو قتل کر دیں (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

یہ گزشتہ صدی کا کیس تھا یعنی ۱۹۰۰ء میں یہ کیس دائر ہوا تھا۔

اب آیئے!

میں آپ کو نیا کیس سناتا ہوں جو آج تک میں نے اس منبر سے نہیں پڑھا۔

آپ کے پڑوسی برادر ملک (پاکستان) میں اسی سال ۲۰۱۱ء میں ایک زبردست تحریک (movement) چلی کہ ان کے سابق وزیر اعظم (ذوالفقار علی بھٹو) جن کو پھانسی دے دی گئی تھی اس کیس کو دوبارہ کھولا جائے اور انکوائری کی جائے کہ اس کیس میں سیاسی لوگ شامل تھے یا وہ کیس واقعی صحیح تھا؟

صورت حال یہ ہے کہ جس صدر نے پھانسی دلوائی تھی (ضیاء الحق) وہ بھی زندہ نہیں ہیں' جن کو پھانسی دی گئی تھی (ذوالفقار علی بھٹو) وہ بھی زندہ نہیں ہے۔ جس جج نے پھانسی کی سزا لکھی تھی (مولوی مشتاق) وہ بھی زندہ نہیں ہے۔ لیکن ان کی پارٹی

(پاکستان پیپلز پارٹی) جو ہے اس نے حکومت سے ڈیمانڈ کی کہ ہمارے آدمی کو سیاسی طور پر مجبور کر کے پھانسی دی گئی۔ لہٰذا ازسرِ نو اس واقعہ کی انکوائری ہو۔

اُنھوں نے اتنا دباؤ ڈالا کہ حکومت کو مجبور ہونا پڑا کیس کو دوبارہ کھولنے کے لیے۔ اس کا فیصلہ ابھی نہیں آیا ہے لیکن وہ کیس عدالت میں موجود ہے۔ ابھی انتظار ہے کہ اس کا فیصلہ کیا آئے گا؟ لیکن اتنا اندازہ ہو گیا کہ جو جس کی پارٹی کا قتل ہوتا ہے وہ انکوائری کراتا ہے (نعرۂ حیدری)۔

غور فرمایا آپ نے!

یہ ہیں معاملات کہ وہ کیس دوبارہ کھل گیا اور عدالت نے اس کو کھول دیا۔ جو کچھ بھی فیصلہ آئے اس پر بحث نہیں ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ پرانے جو بھی واقعات ہوتے ہیں ان کو دنیا میں یاد کیا جاتا ہے۔ یہ میرا مطالبہ کوئی نیا مطالبہ نہیں ہے کہ چودہ سو برس کے بعد یہ کون سا مطالبہ لے کر آئے ہیں؟

دورِ ظلم تھا' دورِ مصیبت تھا' دورِ بنو اُمیہ تھا' دورِ بنو عباس تھا' ظالم و جابر بادشاہوں کا دور تھا۔ ہم چپ تھے اب اس آزادی کی فضا میں بھی زبان نہ کھولیں۔

عزیزانِ گرامی!

سب سے پہلا مسئلہ' جو تاریخ نے ناانصافی کی ہے اور دھاندلی کی ہے' ہمیں اس کی انکوائری کرنا ہے۔

آیئے!

میں ایک ایک چیز پڑھتا جاؤں گا اور ہر چیز سامنے آتی چلی جائے گی اور حق و باطل کا فیصلہ ہوتا چلا جائے گا۔

سب سے پہلا مسئلہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کے ایمان کا ہے۔

بنواُمیہ کے ہاتھوں بکے ہوئے مؤرخین نے، جن کے قلم بنواُمیہ کی دولت نے خرید لیے تھے، اُنھوں نے حضرت ابوطالب علیہ السلام کو کافر لکھا کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کافر تھے اور یہ بھی اقرار کیا کہ اُنھوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالا تھا۔

ذرا دیکھیے! مؤرخ کی چالاکی دیکھیے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالا تھا مگر کافر مرے اور جب ان کا آخری وقت تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا منہ ان کے کان کے پاس لے کر گئے اور کہا: چچا! میرے کان میں کلمہ پڑھ دیجیے مگر اُنھوں نے نہ پڑھا۔

یہ بات ایسے کہتے ہیں، جیسے دوسرا کان اِن کا لگا ہوا تھا۔

اس کے بعد کہا: چوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالا ہے، لہٰذا اللہ نے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی ہے۔

اب گھٹایا کیا ہے عذاب؟

یہ بھی سن لیجیے!

وہ جہنم میں گٹوں گٹوں کھڑے ہوں گے، پورے نہیں۔ لیکن اس آگ کی گرمی سے ان کا دماغ اس طرح پک رہا ہوگا جیسے آگ کے اُوپر پتیلی پکتی ہے۔

یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالنے والے کریم حضرت ابوطالب علیہ السلام کو انعام دے رہا ہے۔

اب ذرا یہ دیکھیے آپ کہ یہ مؤرخین اسلام کہاں سے آئے ہیں؟

دیکھیں!

یہ حدیثیں جو گڑھی جاتی تھیں یہ ایک نہیں گڑھی جاتی تھیں، یہ جوڑا جوڑا گڑھی

جاتی تھیں' دو دو۔ دونوں پر انعام ملتا تھا۔ ایک تو یہ سن لیا آپ نے کہ ابوطالب علیہ السلام کافر تھے۔

اب دوسری سنیے!

دوسری حدیث یہ ہے کہ ابوسفیان مومن تھے۔ جب تک کافر رہے' جب تک تو ٹھیک ہے' انھوں نے رسول ﷺ کی مخالفت کی۔ لیکن جس دن کلمہ پڑھ لیا اس دن سے وہ مخلص اسلام ہو گئے اور اس کے بعد سے وہ مومن مرے۔

سبحان اللہ' سبحان اللہ!

بھئی! کیا علمی اضافہ فرمایا ہے!

اب اسی بات پر فیصلہ ہو جائے تاکہ جھگڑا آگے نہ بڑھے اور مل کر اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگیں: پالنے والے! جتنے مومن ہیں سب ایک ساتھ رہیں اور جتنے کافر ہیں' وہ سب ایک ساتھ رہیں (نعرۂ حیدری)۔

اب سمجھے آپ! ہاں بھئی!

کافر کافر ایک ٹھکانے پر رہیں' مومن مومن ایک ٹھکانے پر رہیں۔ ابوسفیان جہاں رہتا رہے' وہاں اللہ آپ کو بھی رکھنا نصیب کرے۔

پالنے والے! ہمیں وہاں رکھنا جہاں ابوطالب علیہ السلام ہیں۔

دیکھیے!

ہم نے جو تاریخ سے نتیجہ نکالا وہ یہ نکالا کہ تاریخ میں دو مومن ملے' دو کافر ملے۔ ایک ابوسفیان مومن ملا اور دوسرا مومن تاریخ میں یزید ملا۔

کہتے ہیں: وہ مومن تھا' لہٰذا رضی اللہ عنہ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

دو کافر ملے: ایک کافر ابوطالب علیہ السلام ملے اور دوسرے کافر ہم لوگ ہیں (معاذ اللہ)
جو عزاداری کرتے ہیں' ماتم و مجلس کرتے ہیں' امام حسین علیہ السلام کی یاد مناتے ہیں۔

اس سے ایک بات کا اندازہ ہو گیا کہ ایمان و کفر کا معیار معین ہو گیا۔

کیا؟

جو نانا سے لڑے وہ مومن' جو نواسے کو قتل کرے وہ مومن۔ جو نانا کو پالے وہ کافر اور جو نواسے پر روئے وہ کافر (معاذ اللہ)۔

سمجھے آپ!

صاحب! یہ مسئلہ ہے! جب کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اس وقت نصرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی' جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک صرف پانچ برس کی تھی۔ عمر شریف پانچ برس تھی۔ جب آپؐ کے جد بزرگ وار حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کی رحلت ہوئی۔ حضرت عبدالمطلب علیہ السلام اپنے پوتے کی پرورش اور خانہ کعبہ کی کنجی' یہ دو چیزیں حضرت ابوطالب علیہ السلام کو دے کر گئے۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے خود صاحب اولاد ہوتے ہوئے بھتیجےؐ کو اس طرح پالا کہ اس کو کوئی کمی محسوس نہ ہوئی اور جب خطرے کا زمانہ آیا اور اس کی جان کو خطرہ محسوس ہونے لگا تو ابوطالب علیہ السلام نے ہر خطرے میں ہر مرتبہ اپنے بیٹوں کو ڈالا اور اپنے بھتیجےؐ کی حفاظت کی۔

دنیا میں ایسا کوئی صاحب اولاد نہ ملے گا جو دوسرے کی اولاد کی خاطر اپنی اولاد کو خطرے میں ڈالے۔ لیکن حضرت ابوطالب علیہ السلام نے یہ کارنامہ انجام دیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ رسالت کیا تو دعوت ذوالعشیرہ میں

ابوطالب علیہ السلام موجود تھے۔ ان کی محض نظر کا رُعب یہ تھا کہ ابولہب جیسے لوگ بھی گڑبڑ نہیں کر پائے۔

کہنے کو جو جس کا دل چاہے لیکن اسی دعوت ذوالعشیرہ میں ابوطالب علیہ السلام کے کم سن لڑکے نے اُٹھ کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کا وعدہ کیا۔

دیکھئے!

بہت سی چیزیں ایسی ہیں جسے تاریخ دھوکے میں لکھ جاتی ہے اور پکڑا جاتا ہے مجرم۔ لڑکا جوان ہو گیا' کاروبار میں مصروف ہو گیا' دھندے میں لگ گیا' شادی و بیاہ' بال و بچے ہو گئے' ہماری نہیں سنتا۔ اس کی مثالیں تو آپ کو دنیا میں بہت ملیں گی۔

ارے! صاحب! اب وہ صاحب زادے ہماری نہیں سنتے' ان کی سمجھ میں جو آتا ہے' وہ کرتے ہیں۔ جوان لڑکے کے لیے تو کہا جا سکتا ہے لیکن بارہ برس کا لڑکا آپ کی نہیں سنتا؟ دس برس کا لڑکا آپ کی نہیں سنتا؟

یہ آپ کے کنٹرول کی خرابی ہے۔

دیکھئے!

جوان لڑکا' شادی شدہ لڑکا' کاروبار کرتا ہوا لڑکا' آپ کی نہیں سنتا۔ آپ کو اس کی سینکڑوں مثالیں اس بمبئی میں مل جائیں گی۔ لیکن بارہ برس کا لڑکا نہیں سن رہا ہے؟

یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ بارہ برس کا لڑکا نہیں سن رہا ہے۔

ابوطالب علیہ السلام کا بارہ (۱۲) یا تیرہ (۱۳) برس کا لڑکا کھڑا ہو کر نصرت کا وعدہ کر رہا ہے اور ابوطالب علیہ السلام کھڑے ہوئے ہیں اور نہیں کہتے کہ بیٹا! کیا کر رہے ہو؟ کافر تھے۔

شعب ابی طالبؑ میں مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔

کافر تھے۔

رسول ﷺ کی جان کی حفاظت کر رہے ہیں۔

کافر تھے۔

تاریخ نے ابوطالب علیہ السلام کی ذات کے ساتھ ناانصافی کی ہے۔

اس کی وجہ ہے!

وہ یہ کہ پہلے یہ کوشش کی ہوگی کہ ہمارے بزرگوں کا کفر چھپ جائے' وہ تلواریں لے کر میدان میں رسولؐ کے سامنے آئے تھے' وہ کفر چھپنے والا نہیں تھا۔ ہمارے دامن کا دھبہ تو دھلے گا نہیں ان کے دامن کو بھی ایک لگا دو' یہ ہے معاملہ۔

ابوطالب علیہ السلام کے ساتھ ناانصافی کی۔

اور آگے آیئے!

اُم المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے ساتھ ناانصافی کی۔ پچیس برس رسولؐ کا ساتھ رہا۔ پچیس برس جو ساتھ رہا تو رسول ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ چند برس جن بیویوں کا ساتھ رہا ان کے لیے تاریخ میں ورق ہی ورق ہیں۔ پچیس برس جس کا ساتھ رہا' اس کے لیے تاریخ کے پاس آدھا صفحہ (page) بھی نہیں ہے۔

جی!

حضرت خدیجہؑ سے یوں عداوت نکالی کہ جی! وہ تو چالیس برس کی تھیں اور چالیس برس کا اتنا پروپیگنڈا کیا کہ ہمارے بہت سے کہنے لگے: چالیس برس کی

تھیں۔ اس آگ کی گرمی ہمارے گھر میں بھی آ گئی۔ اتنا جھوٹ بولی تاریخ چالیس برس کی تھی، چالیس برس کی تھیں۔

ارے!

دھوکہ کرتے ہو؟

عرب میں دس برس کی لڑکی ماں بن جاتی ہے۔ اگر پندرہ برس رسول اللہؐ سے بڑی ہوں تو رسول ﷺ سے کسی نے نہ کہا: صاحب! اتنی بڑی عورت سے شادی کیوں کر رہے ہو؟

چالیس برس کی تھیں، چالیس برس کی تھیں۔

فلاں نے لکھا ہے، فلاں نے لکھا ہے۔

ارے!

بکے ہوئے قلموں کی قیمت ہی کیا ہے۔

دماغ ٹھیک کرو!

چالیس برس کی تھیں؟

کہاں سے چالیس برس کی تھیں؟

''طبقات ابن سعد'' یہ اہل سنت کی ایک بڑی مشہور کتاب ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے: جس سال کعبہ پر ہاتھیوں کا حملہ ہوا، اس سال رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے اور اسی ''طبقات ابن سعد'' میں لکھا ہے: اسی کعبہ پر ہاتھیوں کے حملے سے تین سال پہلے حضرت خدیجہؑ پیدا ہوئیں۔

حضرت خدیجہؑ اور رسول اللہ ﷺ کی عمر میں کتنا فرق ہے؟

تین برس کا۔

جب آپ پچیس برس کے تھے تو وہ اٹھائیس برس کی تھیں۔

دیکھیے!

اتنے فرق کے ساتھ شادیاں ہوتی ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ تاریخ لکھتی ہے: خدیجہؑ کو جو پیغام آتا تھا تو خدیجہؑ انکار کر دیتی تھیں۔ لیکن رسول ﷺ کے ساتھ انکار نہیں کیا۔ اس لیے ان کی شادی رسول ﷺ سے ہوگئی۔

اب وہ انکار کیوں کرتی تھیں؟

اس کی وجہ تاریخ نے نہیں لکھی۔ لیکن اس کی وجہ ہمیں معلوم ہے اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہؑ اسی دین پر تھیں، جس دین پر خاندانِ رسالت تھا (نعرہ حیدری)۔

خدیجہؑ اسی دین پر تھیں جس دین پر ابوطالب علیہ السلام تھے، جس دین پر خاندانِ رسالت تھا۔

تین برس کا فرق ہے، تین برس کے فرق نہ جانے کس جذبے نے پندرہ برس کا فرق بنا لیا یا مثبت اور منفی کا جھگڑا ہے کہ کہیں سے گھٹایا گیا، کہیں بڑھایا گیا (صلوات)۔

عزیزانِ گرامی!

بی بی خدیجہؑ تھیں اور پھر ان کا اسلام پر احسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ دو مرتبہ ان کا سامانِ تجارت لے کر تشریف لے گئے۔ عرب کی دولت مند خاتون تھیں اور جب

اعلانِ رسالت کے بعد سرکارِ رسالتؐ کے رُخِ مبارک پر پریشانی دیکھی تو تڑپ گئیں۔

کہا: میں آپؐ کے چہرۂ اقدس پر فکر کے آثار دیکھ رہی ہوں۔

کہا: خدیجہؑ! تُو صحیح کہتی ہے' مجھے فکر ہے۔

کہا: مجھے بھی معلوم ہو کہ کیا فکر ہے؟

کہا: مجھ سے اپنے ماننے والوں کے فاقے نہیں دیکھے جاتے۔ اب مسلمان جو کلمہ پڑھ چکے ہیں' وہ بڑے پریشان ہیں۔

کہا: یہ میری دولت کس دن کے لیے ہے؟ یہ آپؐ ہی کا مال ہے' مسلمانوں پر خرچ کریں۔

اب خدیجہؑ کی دولت بٹنے لگی' گھروں سے دھواں اُٹھنے لگا' زرد چہروں پر سرخی دوڑنے لگی' بھوک سے رونے والے بچوں کو اب نیند آنے لگی۔ خدیجہؑ نے اپنی ساری دولت راہِ اسلام میں لٹا دی۔

سبحان اللہ! بی بیؑ! سبحان اللہ!

ماں بنی تھیں تو ماں کا حق ادا کر دیا (نعرۂ حیدری)۔

ماں کبھی اپنے بچوں کو فاقوں میں نہیں دیکھ سکتی۔ خدیجہؑ نے سب کچھ راہِ خدا میں لٹا دیا اور آخر میں جب دنیا سے رُخصت ہوئی ہیں تو گھر میں کچھ نہ تھا' سب کچھ راہِ خدا میں تقسیم ہو چکا تھا۔ ابو طالب علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں اپنا اثر خرچ کیا۔ خدیجہؑ نے اللہ کی راہ میں اپنی دولت خرچ کی۔

اس وقت بڑا دکھ ہوتا ہے جب لوگ ہم سے اجنبی بن کر پوچھتے ہیں: اندازاً کتنی دولت تھی خدیجہؑ کے پاس؟ مکہ کے وسائل کتنے تھے؟ آمدنی کتنی تھی؟

کتنا اثر تھا ابو طالب علیہ السلام کے پاس؟

میں کوئی ابو طالب علیہ السلام کا سیکرٹری ہوں جو میں ابو طالب علیہ السلام کا اثر دکھاؤں اور نہ مجھے خدیجہؑ کی دولت کا اندازہ ہے۔ تاریخ میں آپ نے بھی پڑھا ہو گا' تاریخ کو میں نے بھی پڑھا ہے۔ خدیجہؑ کی دولت کے لیے بھی پڑھا ہے' ابو طالب علیہ السلام کے اثر کے لیے پڑھا ہے۔

لیکن ہاں! ایک بات ہے کہ اگر کسی کو معلوم کرنے کا شوق ہی ہے تو تھوڑی محنت کریں تو معلوم ہو جائے گا۔ اس لیے کہ بمبئی کاروباری شہر ہے۔ دو آدمیوں نے مل کر ایک چھوٹا سا دھندا شروع کیا۔ دس لاکھ روپیہ لگا کر ایک چھوٹا سا کاروبار شروع کیا۔ سال بھر میں وہ ایک کروڑ کا ہو گیا۔ پیسے کی قیمت بڑھی اور بیس لاکھ کی دُکان' دس لاکھ کی ہو گئی تو پیسے کی قیمت گھٹی۔

بھیا!

جب چیز میں برکت ہوتی ہے تو پیسے کی قیمت بڑھتی ہے۔ نقصان ہوتا ہے تو پیسے کی قیمت گھٹتی ہے۔ اسلام کے پاس نہ کوئی اثر تھا' نہ کوئی دولت تھی۔ جو مسلمان سر اُٹھا کر چل رہا ہے سمجھو ابو طالب علیہ السلام کا اثر شامل ہے' جو مسلمان روٹی کھائے' سمجھو خدیجہؑ کی دولت ہے (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ سال کے اندر رجب' رمضان دو مہینے کے اندر ابو طالبؑ اور خدیجہؑ کی رحلت ہو گئی۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام کی ۲۶ رجب کو رحلت ہوئی اور دسویں رمضان کو رحلت ہوئی حضرت خدیجہؑ کی۔ ایک ہی سال میں دونوں کی رحلت

ہو گئی پھر رسول ﷺ نے اس سال کو "عام الحزن" قرار دیا یعنی غم کا سال۔

کہتے ہیں: صاحب! اسلام میں تین دن کا سوگ ہے، تین دن کا غم۔

وہ آپ کے مُردوں کا ہو گا تین دن کا غم، رسول ﷺ کے گھرانے کا غم سال بھر منایا جاتا ہے۔

عزیزانِ گرامی!

جب دونوں کی رحلت ہو گئی تو اللہ نے اپنے حبیبؐ کو ہجرت کا حکم دیا۔

دیکھیے!

وہ اللہ جو فرعون کے محل میں موسیٰ علیہ السلام کو پلوا سکتا ہے تو اب مکہ میں محمد ﷺ کو نہیں رکھ سکتا تھا؟

یہاں پر میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہجرت کا حکم، مشیت کا ابو طالب علیہ السلام و خدیجہؑ کو خاموش خراجِ عقیدت ہے۔ اس لیے کہ اب اس کے بعد بھی رہتے تو لوگ کہتے: خدیجہؑ کی دولت اور ابو طالب علیہ السلام کا اثر نہیں وہ فلاں کی دولت تھی، وہ فلاں کا اثر تھا (نعرہ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

جب ابو طالب علیہ السلام و خدیجہؑ جانے لگے تو اسلام کو بے سہارا چھوڑ کر نہیں گئے۔

اثر ایک ایسی چیز ہے جو وقتی ہوتا ہے۔ میں ہوں یہاں پر تو میرا اثر ہے۔ میں چلا گیا تو میرا اثر ختم ہو جائے گا۔ دولت بھی وقتی چیز ہوتی ہے۔ جب تک پیسے ہیں جب تک آپ اس سے چیز خرید سکتے ہیں۔ جب جیب میں نہیں رہے تو اب آپ میں وہ طاقت نہیں رہی جس سے آپ کوئی چیز خرید لیں تو دولت بھی وقتی چیز ہے اور

اثر بھی وقتی چیز ہے۔

ابوطالب علیہ السلام نے اسلام کو اپنا اثر دیا' خدیجہؑ نے اسلام کو اپنی دولت دی۔ لیکن خالی اتنا ہی نہیں کیا بلکہ اس سے بڑھ کر بھی کچھ دیا۔ ابوطالب علیہ السلام نے ایک بیٹا دیا اور خدیجہؑ نے ایک بیٹی دی (نعرۂ حیدری)۔

ابوطالب علیہ السلام نے ایک بیٹا نذر کیا اللہ کی راہ میں' خدیجہؑ نے ایک بیٹی نذر کی اللہ کی راہ میں۔ اللہ نے دونوں نذروں کو قبول فرمایا۔ ابوطالب علیہ السلام کی نذر کو بھی قبول کیا اور بی بی خدیجہؑ کی نذر کو بھی قبول کیا۔

قبول کرنے کی سند یہ ہے کہ اپنا حکم بھیج کر دونوں کی شادی کرا دی۔ اب جو نسل چلی وہ نسل ابوطالب علیہ السلام بھی ہے اور نسل خدیجہؑ بھی ہے۔ یہاں سے وہاں تک آج تک اسلام قائم ہے (نعرۂ حیدری)۔

ذکرِ مصائب: حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ کا امام حسین علیہ السلام کو روکنا

عزیزانِ گرامی!

مکہ میں اسلام کی مدد کے لیے ابوطالب علیہ السلام اور خدیجہؑ تھے۔ جب حضورؐ مدینے آ گئے تو اس وقت اسلام کی مدد کے لیے علی علیہ السلام آ گئے اور فاطمہؑ تھیں۔

تاریخ میں ایک دن ایسا بھی آیا کہ جس میں اسلام کو بچانا تھا ورنہ اسلام کی کشتی ٹوٹ جاتی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کی تبلیغ سمٹی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیئیس برس کی تبلیغ بنی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیئیس برس کی تبلیغ سمٹی تو عاشورے کا ایک دن بنا۔

خدیجہؑ کی نمائندگی بھی تھی اور ابوطالب علیہ السلام کی نمائندگی بھی تھی۔ شہزادی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی نمائندگی بھی تھی اور مولا علی علیہ السلام کی نمائندگی بھی تھی۔ ویسے تو

حسین علیہ السلام کے لیے سب آئے تھے مگر ایک بھائیؑ آیا تھا جو حسین علیہ السلام کے لشکر کا علمدار تھا اور ایک بہنؑ آئی تھی جو حسین علیہ السلام کی ماںؑ کی ورثہ دار تھی۔ اندر کا انتظام بہنؑ سنبھال رہی تھی، باہر کا انتظام بھائیؑ سنبھال رہا تھا۔

مدینہ سے قافلہ نکلا تو بہنؑ ساتھ تھی، بھائیؑ بھی ساتھ تھا۔ حسین علیہ السلام نے کچھ واپس کیا، کچھ کو مدینے سے واپس کیا جیسے حضرت محمدؒ ابن حنفیہ علیہ السلام، کچھ کو مکہ سے واپس کیا جیسے عبداللہؓ ابن جعفر علیہ السلام، ایک کو پہلے بھیج دیا کوفہ میں جیسے حضرت مسلم علیہ السلام۔ لیکن بھائیؑ ساتھ رہا۔ بھائیؑ ہر منزل پر ساتھ رہا اور بہنؑ بھی ساتھ رہی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے!

اُنھوں نے حسین علیہ السلام سے کہا: آپؑ جا رہے ہیں تو سیدانیوںؑ کو نہ لے جایئے۔

پس پردہ سے آواز آئی: اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! کیا تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے سید و سردار کو چھوڑ دیں؟

کہتے ہیں: میں پہچان گیا کہ یہ آواز حضرت زینبؑ کی تھی۔

بہنؑ بھی بھائیؑ کے ساتھ تھی اور بھائیؑ بھی ساتھ تھا۔

عزیزانِ گرامی!

ہر چیز تاریخ میں لکھی بھی نہیں ہوتی ہے اور کچھ لکھی بھی ہوتی ہے۔

یہ جو راستہ گزرا ہے مدینے سے مکہ تک اور مکہ سے کربلا تک اس میں سینکڑوں خطرے تھے اس لیے کہ زمانہ آلؑ محمدؐ کا دشمن تھا۔ یہ اوروں کے لیے پُرامن ہو لیکن حسین علیہ السلام کے لیے پُرامن راستہ نہیں تھا۔ لہٰذا تاریخ بتاتی ہے: دو جوان حسین علیہ السلام کے دائیں بائیں چلتے تھے۔ ایک اٹھارہ برس کا جوان بیٹاؑ اور دوسرے چونتیس برس

کے جوان بھائیؑ۔ یہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے تھے۔

عزیزانِ گرامی!

بیٹے نے تو ایک لمحے کے لیے باپؑ کا پہلو چھوڑا ہی نہیں۔ ایک سیکنڈ کے لیے باپؑ کے پہلو سے نہیں ہٹے اور بھائیؑ کا معاملہ یہ تھا کہ کبھی مولاؑ کی سواری کے پاس اور کبھی بہنؑ کی اماری کے پاس۔ یہ منظر عاشورہ کے دن عصر کے قریب تک رہا۔ مگر ایک وقت وہ آیا کہ عباس علیہ السلام چلے گئے، علی اکبر علیہ السلام چلے گئے، آخر میں حسین علیہ السلام میدان میں آئے:

نَظَرَ یَمِیْنًا وَ شِمَالًا

''دائیں بائیں دیکھا۔''

عباس علیہ السلام بھی نہیں ہیں، علی اکبر علیہ السلام بھی نہیں ہیں۔ حسین علیہ السلام خیمے سے اکیلے نکلے، خیمے کا پردہ بھی زینبؑ نے اُٹھایا، رکاب فرس بھی زینبؑ نے تھامی۔

میر انیس رحمۃ اللہ علیہ پڑھ گئے ہیں:

بھائی نہ وہ بھتیجے نہ وہ نورِ عین تھے
دو بہنیں رونے والی تھیں اور اِک حسینؑ تھے

حسین علیہ السلام اکیلے نکلے:

''اے حسین علیہ السلام کے شیرو! او بنی ہاشمؑ کے جوانو! سیدہؑ کا لالؑ مقتل میں اکیلا جا رہا ہے۔''

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

نکاتِ حق

- رسولؐ میں اور بادشاہ میں فرق ہوتا ہے، بادشاہ حالات کنٹرول کرتا ہے، رسولؐ دماغ کنٹرول کرتا ہے۔
- اہل بیتؑ کا دامن چھوڑا تو خالی ہاتھ میں تلوار آ گئی۔
- بنو اُمیہ نے اپنے بزرگوں کے کفر کو چھپانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے خاندان کو کافر کہا۔ ورنہ رسول ﷺ کا خاندان مومنوں کا خاندان ہے۔
- سوچنے کے قابل بات ہے کہ ہم جیسے گناہ گار اللہ کے گندے بندے کم از کم اتنا شعور رکھتے ہیں کہ قرآن ہم جبھی ہاتھ میں لیں جب ہم پاک ہوں۔ کیا اللہ نورِ محمد ﷺ کو کافروں میں بھیج دے گا۔
- رسول ﷺ کا گھرانہ پیغمبروںؑ کا گھرانہ تھا۔
- تاریخ کی ایک دھاندلی تو یہ ہے کہ رسول ﷺ کے خاندان پر الزام لگایا۔
- دوسری دھاندلی یہ ہے کہ جس کو خدا نے قرآن کے علم کا حامل بنا کر بھیجا تھا اس پر یہ الزام لگایا کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا (معاذ اللہ)۔
- مسلمان قوم جو ہے یہ بنو اُمیہ کی محبت میں اُلٹی گنگا بہا رہی ہے۔
- معلوم ہوا کہ ہر فرقہ اپنے بزرگ کو حد سے آگے بڑھا رہا ہے، جوشِ محبت میں۔ صدقے جایئے فرزندانِ توحید پر، اپنے نبی ﷺ کو جو نورانی ہے اپنے جیسا بنا کر برابر لا رہے ہیں۔
- اگر کوئی کسی بہت بڑے آدمی کا شاگرد ہے تو اس کے بھی علم کا ایک دبدبہ بنتا ہے۔
- میرے رسولؐ کے علم کو دونوں طرح ناپ لو، اللہ کے شاگرد ہیں، علیؑ کے اُستاد ہیں۔
- رسولؐ اللہ نے مجھے علم اس طرح بھرایا جس طرح پرندہ اپنے بچے کو دانہ بھراتا ہے۔
- علی علیہ السلام کے علم کے ڈنکے بج رہے ہیں۔
- حبیبؑ! بڑی شرم کی بات ہے کہ رسول ﷺ کا نواسہؑ بلائے اور تم نہ جاؤ۔

مجلسِ چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۴۲)

ارشادِ پروردگارِ عالم ہے:

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب کہ تم جانتے ہو"۔

حضرات!

سلسلۂ کلام ذہن عالی میں ہوگا!

ہمارے آپ کے درمیان جو گفتگو شروع ہوئی ہے' وہ یہ ہے کہ رسول ﷺ کا حق اور رسول ﷺ کے خاندان والوں کا حق' چاہے وہ رسول ﷺ کے بزرگ ہوں یا رسول ﷺ کے بعد والے ہوں۔ تاریخ نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا' ان کے حق کو چھپایا اور ان کے واقعات و معاملات کو غلط طریقے سے پیش کیا اور اسی بنیاد کے اوپر خیالات بنے' نظریات بنے اور اکثریت نے اسی کو صحیح سمجھا۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کی دنیا میں جب کہ کوئی طاقت کا دباؤ نہیں ہے اور کوئی حکومت کی طرف سے زبردستی نہیں ہے اور انسان اپنی تحقیق اور اپنی ریسرچ کے سلسلے میں آزاد ہے تو کیوں نہ ہم ان واقعات کو دوبارہ غور سے دیکھیں کہ

اس کے اندر صحیح کتنے ہیں اور غلط کتنے ہیں۔ یہ ہے کل theme اس بیان کا جو مجھے آپ کی خدمت میں برابر سے پیش کرنا ہے۔

کل میں نے آپ کی خدمت میں دو تین بزرگ ہستیوں کا تذکرہ کیا تھا' حضرت ابوطالب علیہ السلام کا تذکرہ کیا کہ ان پر الزام کفر لگایا گیا کہ وہ کافر تھے اور بی بی خدیجہؑ کا تذکرہ کیا کہ ان کی شخصیت کو عمر بڑھا کر مجروح کرنے کی کوشش کی گئی۔ جب کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے اور تحقیق کے خلاف ہے۔

آج مجھے آپ سے رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں بات کرنا ہے۔ جن کا ہم اور آپ کلمہ پڑھتے ہیں اور جن کو ہم رسول ﷺ مانتے ہیں اور صرف رسول ﷺ ہی نہیں مانتے ہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کا سردار مانتے ہیں۔

سردار انبیاءؑ ہیں' خاتم الانبیاءؑ ہیں اور آپؐ ہی کی وجہ سے کائنات کی تخلیق ہوئی اور آپؐ ہی کی وجہ سے دنیا بنائی گئی' آپؐ ہی کی وجہ سے سلسلۂ ہدایت قائم کیا گیا۔ اللہ نے سب سے پہلے آپؐ کے نور کو خلق کیا۔

ان سب باتوں کا تجزیہ کر کے آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تاریخ کی سب سے پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ اس نے رسولؐ کے خاندان کو کافر کہا (معاذ اللہ)۔

یہ چیز کیوں کہی گئی؟

یہ تو اللہ بہتر جانے باقی ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اسلام آنے کے بعد پہلی حکومت جو بنی اور پہلا اقتدار جو قائم ہوا وہ بنو اُمیہ کا تھا۔ بنو اُمیہ ہمیشہ سے دشمن اسلام رہے' دشمن رسولؐ رہے' ان کی خاندانی دشمنی تھی رسولؐ کے گھرانے سے۔

غور فرمایا آپ نے!

رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے پہلے سے' رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے پہلے سے یہ خاندانی دشمنی بنو ہاشمؑ اور بنو اُمیہ میں تھی۔

بہت پرانی بات ہے یہ!

جب اللہ نے رسالت عظمیٰ بھی بنو ہاشمؑ کو دے دی تو بنو اُمیہ غصے میں پاگل ہو گئے اور اُنھوں نے ہر مخالفت کی۔ اس میں اُنھوں نے بیس (۲۰) برس بہت جم کر مخالفت کی۔ جس طرح کر سکتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی بہت کوششیں کی گئیں اور بہت لشکر کشی کی۔ لیکن جب وہ اس میں کام یاب نہ ہوئے تو اپنی جان بچانے کے لیے مسلمان ہو گئے۔

غور فرمایا آپ نے!

اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ فتح مکہ کے دن رسول ﷺ ان کی گردنیں اُڑوا سکتے تھے مگر رسول ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

کیوں نہیں کیا؟

اگر بادشاہ ہوتے تو گردنیں اُڑوا دیتے' وہ رسول ﷺ تھے۔ رسولؐ میں اور بادشاہ میں فرق ہوتا ہے' بادشاہ حالات کنٹرول کرتا ہے' رسولؐ دماغ کنٹرول کرتا ہے (نعرۂ حیدری)۔

مسلمانوں کی لشکر کشی نے اور مسلمانوں کے ملک فتح کرنے کے جذبے نے اسلام کے دامن پر ایک دھبہ لگایا ہے وہ یہ کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا۔

میں اکثر و بیشتر مجالس میں گبون کا یہ جملہ کوٹ (quote) کرتا ہوں کہ محمدؐ نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لے کر اپنے اقتدار کو وسیع کیا۔ روم و

عیسائیت کے خطرات پر۔ یہ گبون نے لکھا ہے۔ بہت مشہور writer ہے۔ آج بھی بہت ساری دنیا میں اس کی کتاب پڑھی جاتی ہے۔

ہم نے کہا: گبون! ہمارا رسول ﷺ "رسولِ رحمت" تھا اس نے کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔ میدانِ جہاد میں کھڑا زخم کھاتا رہا مگر تلوار نہیں اُٹھائی۔ کیسے لکھ دیا تم نے؟

اس نے کہا: ہم سے کیوں بگڑتے ہو؟ ہم سے کیوں جھگڑتے ہو جس شکل سے آئے ہم نے لکھ دی۔

معلوم ہوا!

تصویر ہوتی ہے مسلمان کی' نام لکھا جاتا ہے محمد ﷺ کا (صلوات)۔

عزیزانِ گرامی!

ہم اپنے گھر میں بیٹھ کر جو بھی چاہے کہہ لیں اور خوش ہو لیں۔ لیکن یہ گبون کی کتاب جو ہے یہ بلین کی تعداد میں دنیا میں چھپی ہے۔ بلین کی تعداد میں انسانوں نے پڑھی ہے اور اس کے اندر یہ جملہ لکھا ہے کہ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر آئے۔

اب رہ گیا جہاں تک اس مسئلے کا سوال کہ یہ ہے کیا؟

تو یہ ہم سے بہتر کوئی نہیں بتائے گا!

رسولؐ اُمت کے دونوں ہاتھ مصروف کر کے گئے تھے' ایک میں قرآن تھا دوسرے میں دامن اہل بیتؑ تھا۔ اہل بیتؑ کا دامن چھوڑا تو خالی ہاتھ میں تلوار آ گئی (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

یہ ہماری حرکتوں سے تصویرِ رسالت بگڑی۔

میں کہوں گا: گبون! تم نے یورپ سے دیکھا' دور سے تو تمہاری سمجھ میں ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں تلوار آئی۔ ہم نے قریب سے دیکھا ہے' قرآن نہیں ہے' ان کے دامن میں پتھر ہیں (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ محترم!

سرورِ کائنات ﷺ کی سیرت کو لوگوں نے بگاڑنے کی کوشش کی اور اس سلسلے میں یہ بات مشہور کی گئی کہ ان کا خاندان (معاذ اللہ) کافروں کا خاندان تھا۔

مجھے اس چیز سے اختلاف ہے!

بنو اُمیہ نے اپنے بزرگوں کے کفر کو چھپانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے خاندان کو کافر کہا۔ ورنہ رسول ﷺ کا خاندان مومنوں کا خاندان ہے۔

میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی دو آیات کو پیش کرتا ہوں کہ رسولؐ اللہ کا خاندان مومنوں کا خاندان ہے۔

ایک جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا اپنے رسول ﷺ کے لیے:

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (سورۂ شعراء آیت ۲۱۹)

"اے حبیبؐ! ہم نے آپؐ کی نسل کے اُلٹنے پلٹنے کو سجدہ کرنے والوں میں رکھا۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ سلسلۂ رسالت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ علیہ السلام تک جہاں جہاں بھی چلا' وہ سب اللہ کو سجدہ کرنے والے تھے۔

عزیزانِ گرامی!

میں ایک ایسی بات کروں' جو ایک عقلی بات ہے۔ جس سے ہر آدمی آسانی سے سمجھ لے گا۔

مجھے مجلس پڑھنے کے لیے کسی آیت کو دیکھنے کی ضرورت پڑی کہ قرآن پاک میں ئمیں آیت دیکھوں۔ یاد نہیں آ رہی تھی تو میں نے کہا: میں قرآن سے دیکھ کر سناتا ہوں آپ کو۔ قرآن پاک اس دیوار کے پاس جو الماری رکھی تھی اس میں رکھا تھا۔

میں نے کہا: please وہاں سے مجھے ایک قرآن اٹھا دیجیے۔

یہاں سے وہاں تک لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک شکل تو یہ ہے کہ ایک ہی شخص سارے مجمع کو چیرتا ہوا قرآن کو میرے تک پہنچائے اور ایک شکل یہ ہے کہ وہاں جو صاحب دیوار سے لگے بیٹھے تھے' انھوں نے قرآن اٹھایا اور اپنے آگے والے کو دے دیا۔ انھوں نے اپنے آگے والے کو دے دیا۔ اس طریقے سے ایک سلسلہ قائم ہو گیا کہ ہاتھوں سے ہوتا قرآن یہاں تک آ گیا۔ یہ سلسلہ جو بنا ہوا تھا تو میں ماننے کے لیے مجبور ہوں کہ یہ پاک آدمی بیٹھے تھے (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

سوچنے کے قابل بات ہے کہ ہم جیسے گناہ گار اللہ کے گندے بندے کم از کم اتنا شعور رکھتے ہیں کہ قرآن ہم جبھی ہاتھ میں لیں جب ہم پاک ہوں۔ کیا اللہ نورِ محمد ﷺ کو کافروں میں بھیج دے گا (نعرۂ حیدری)۔

ارے!

جس کے بستر پر کافر نہیں بیٹھ سکتا وہ خود کافروں کے صلب میں کیسے رہ سکتا ہے (از مرتب)۔

میرے دوستو!

اگر روایتیں وہیں سے لی جائیں جو بنو امیہ کے ٹکڑے توڑ کر روایتیں لکھتے تھے تو پھر آپ کو کچھ ایسا ہی میٹریل ملے گا۔ اس لیے کہ رزقِ حرام جرأتِ حق گوئی چھین لیتا ہے۔ لیکن اگر آپ ہمارے پاس آئیے گا تو ہم آپ کو بتائیں گے اپنے اس قول کی تصدیق اور جو تقریر میں نے کی ہے اتنی دیر اس کی تصدیق بھی سن لیجیے۔ وہ سب گواہی دیں گے جو زیارت پڑھتے ہیں:

اَشْهَدُ اَنَّكَ كُنْتَ نُوْرًا فِی الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَ الْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ وَلَمْ تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ بِاَنْجَاسِهَا وَلَمْ تُلْبِسْكَ مِنْ مُدْلَهِمَّاتِ ثِيَابِهَا (زیارت وارث)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نور تھے، اصلاب بزرگ، اصلاب میں پاکیزہ ارحام میں اور جاہلیت کی نجاستیں آپ کو چھو نہ سکیں اور برائیاں آپ سے مس نہ ہو سکیں۔ یہاں سے وہاں تک سلسلہ نور تھا" (صلوٰۃ)۔

عزیزانِ محترم!

یہ ایک آیت ہے جس میں اللہ نے اپنے حبیبؐ سے ارشاد فرمایا:

وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِيْنَ (سورۂ شعراء آیت ۲۱۹)

"اے حبیبؐ! ہم نے آپؐ کے اُلٹنے پلٹنے کو آپؐ کے سلسلۂ نسب کو سجدہ کرنے والوں میں رکھا۔"

اب آیئے! دوسری آیت سنیے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۴)

"اللہ نے مومنین پر یہ احسان کیا ہے کہ انھیں میں سے ایک رسولؐ چنا ہے۔"

کن میں سے؟

مومنین میں سے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

"اللہ نے مومنین پر یہ احسان کیا ہے۔"

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

"انھی میں سے ایک کو رسولؐ چنا ہے۔"

کن میں سے چنا ہے؟

مومنین میں سے، کافروں میں سے نہیں، مشرکوں میں سے نہیں، بت پرستوں میں سے نہیں (نعرۂ حیدری)۔

مومنین پر یہ احسان کیا ہے کہ انھیں میں سے ایک کو رسولؐ چنا ہے:

مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

"جو ان کے نفسوں میں سے ہے۔"

یہ عربی میں لفظ "نفس" وہاں استعمال کرتے ہیں، جہاں بہت زیادہ قریب ہوتا

مراد ہوتا ہے اور اس لفظ "نفس" کے استعمال سے آپ واقف ہیں۔

میں آپ کو متوجہ کر دوں!

أَنْفُسَنَا وَ أَنْفُسَكُمْ (سورۂ آل عمران آیت ۶۱)

"ہم اپنے نفسوں کو لائیں تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔"

مباہلہ کی آیت میں کہا گیا ہے کہ ہم اپنے نفسوں کو لائیں تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔

تو!

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

"اللہ نے مومنین پر یہ احسان کیا ہے۔"

إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ

"انھیں میں سے رسول ﷺ کو مبعوث کیا ہے۔"

مِّنْ أَنْفُسِهِمْ

"جو ان کے نفسوں میں سے ہے۔"

اب اس کے آگے رسول ﷺ کی ڈیوٹیاں ہیں!

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ

"آیات الٰہی کی تلاوت کرے ان کے نفسوں کو پاک کرے اور
ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔"

یہ چیز رسول ﷺ کے فرائض میں داخل ہے۔ لیکن مجھے عرض کرنا ہے کہ اللہ نے مومنین پر احسان کیا ہے کہ ان میں سے ایک رسولؐ چنا ہے۔

یہ قرآن کی دو آیتیں ہیں جو رسول ﷺ کے خاندان کے ایمان پر مہر لگا رہی

ہیں۔ قرآن کی ایک آیت بھی ہو تو بہت ہے اور یہاں پر دو دو گواہ ہیں۔ اب خالی ابوطالب علیہ السلام ہی کا ایمان ہی نہیں رہ گیا' ابوطالب علیہ السلام بھی مومن تھے' عبداللہ علیہ السلام بھی مومن تھے' عبدالمطلب علیہ السلام بھی مومن تھے اور ہاشم علیہ السلام بھی مومن تھے۔ سب مومن تھے اور ہمارے پاس ان کے مومن ہونے کا ثبوت ہے اور خالی یہی نہیں ہے کہ یہ مومن تھے بل کہ یہ لوگ اولیاءؑ اللہ میں تھے' ان کے رابطے اُدھر سے تھے۔

دلیل چاہیے تو تاریخ سے لے لیجیے!

خانۂ کعبہ کے تبرکات اور چاہِ زم زم غائب ہو گیا تھا' ایک لڑائی کے موقع پر۔ تاریخ لکھتی ہے: حضرت عبدالمطلب علیہ السلام اپنی جوانی میں ایک دن آئے' خانۂ کعبہ کے سامنے مزدور لیے ہوئے' اُنھوں نے کھدوانا شروع کیا کہ یہاں سے وہاں تک کھود دو۔ تاریخ لکھتی ہے: کافر جمع ہو گئے اور کہنے لگے: ہم نہیں کھودنے دیں گے اس لیے کہ ہمارے بتوں کی توہین ہوتی ہے۔

یہ تاریخی واقعہ ہے چوں کہ علی علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے اس لیے لکھی گئی تاریخ (نعرۂ حیدری)۔

مزدور لیے ہوئے آئے۔ کہنے لگے: یہاں سے کھود دو۔

خانۂ کعبہ کے گیٹ کے سامنے آئے۔

تاریخ لکھتی ہے: کافر جمع ہو گئے۔

کہنے لگے: ہم نہیں کھودنے دیں گے۔

سوال یہ ہے کہ یہ لفظ ''کافر'' نہیں لکھنا چاہیے تھا تاریخ کو' بل کہ لکھنا چاہیے تھا کہ لوگ جمع ہو گئے۔ میں مسلمان ہوں یہاں مسجد کے آگے کوئی گڑھا کھدوا رہا

ہوں تو کہنا صحیح نہیں ہے کہ مسلمان جمع ہو گئے۔ میں خود مسلمان ہوں بلکہ کہنا چاہیے کہ لوگ جمع ہو گئے' نمازی جمع ہو گئے۔ مسلمان کا لفظ وہاں استعمال ہو گا جہاں پر کوئی ہندو کھدوا رہا ہو اور ہندو جمع ہو گئے' جہاں کوئی مسلمان کھدوا رہا ہے۔

تاریخ لکھتی ہے: کافر جمع ہو گئے' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کھدوا رہا تھا وہ کافر نہیں تھا۔

انھوں نے کہا: ہم نہیں کھودنے دیں گے۔

کہا: کیوں نہیں کھودنے دو گے؟

کہا: اس سے ہمارے بتوں کی توہین ہوتی ہے۔

جب کافر کی سوچ (thinking) یہ ہے کہ بتوں کی توہین ہوتی ہے۔ اگر عبدالمطلب علیہ السلام کافر ہوتے تو ان کی بھی تو وہی سوچ (thinking) ہونی چاہیے تھی کہ بتوں کی توہین ہوتی ہے' وہ کیوں کھدوا رہے ہیں؟

صاحب! جب لوگوں نے کہا: ہم نہیں کھدنے دیں گے۔ حضرت عبدالمطلبؑ نے کہا: میں تو کھدواؤں گا۔

اس کے بعد انھوں نے کہا: میری قوم و قبیلے والو! اسلحہ لگا کر چلے آؤ۔

''اسلحہ لگا کر چلے آؤ'' کا مطلب یہ ہے کہ میں تو کھدواؤں گا اگر جھگڑا بھی کرنا پڑے تو میں جھگڑا بھی کروں گا۔

کہا: اسلحہ لگا کر چلے آؤ۔ اس لیے کہ میں تو کھدواؤں گا اس لیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حکم کس نے دیا ہے؟

اس وقت کوئی بادشاہ تھا نہیں جو حکم دے سردار بھی تھے بت کسی کو حکم دیتا نہیں۔

اس کے بعد اس جگہ کو کھودا گیا اور تبرکات کعبہ برآمد ہوئے۔

مجھے جتنا عرض کرنا تھا وہ تھا کہ یہ لوگ اللہ کے ولی تھے اولیائے اللہ خاصانِ خدا تھے جس سلسلے میں اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا ہے اور ان کو مشیت کے راز معلوم تھے۔

بی بی آمنہؑ نے وقت ولادت سرور کائناتؐ آیات الٰہی کا مشاہدہ کیا تھا۔ اسی طریقے سے تاریخ کے اندر اور بہت سارے واقعات ملتے ہیں جو حضورؐ کی آمد کے وقت دنیا کے سامنے آتے ہیں۔ پہلی بار جو اس سلسلے میں واضح ہونا چاہیے وہ رسول ﷺ کا خاندان ہے۔

رسولؐ کا خاندان مومنوں کا خاندان تھا' مسلمانوں کا خاندان تھا' موحدین کا خاندان تھا۔

اب آپ صاحب! جیسا اسلام آپ کے پاس ہے ویسا ڈھونڈیے رسولؐ کے آنے سے پہلے ویسا اسلام تو تھا نہیں۔

دیکھئے! بات کو سمجھ لیجیے!

کہتے ہیں: صاحب! نماز کہاں پڑھتے تھے؟

نماز ایک طرح کی نہیں ہوتی ہے۔ آپ بھی کئی طرح نمازیں پڑھتے ہیں۔ عید کی نماز الگ ہے' جمعہ کی نماز الگ ہے' زلزلے اور چاند' سورج گہن کی نماز الگ ہے' میت کی نماز الگ ہے۔ سب کے طریقے الگ ہیں۔ نماز تھی اب جس شکل میں بھی ہو' روزہ تھا جس طریقے سے بھی ہو۔ جو اللہ کو مانتا ہو' اس کی وحدانیت کا قائل ہو' ظلم نہ

کرتا ہو گناہ گاری سے بچتا ہو وہ مسلمان ہے۔ چناں چہ حضرت جعفر طیار علیہ السلام کا یہ ارشاد تاریخ کے کلیجے میں محفوظ ہے: میں نے دورِ جاہلیت میں بھی کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا، کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، کبھی بدکرداری کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔

عزیزانِ گرامی!

یہ وہ لوگ ہیں، جن کے کردار کی قسمیں کھائی جاتی ہیں اور جن کی پاکیزگی ہر زمانے میں قابلِ تعریف رہی ہے۔ یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان ہے۔

ہاں!

ہم مسلمان ہیں اصلی، اب یہ کیا گڑبڑ ہے؟

یہ میں پڑھ چکا ہوں۔ اس سے پہلے بھی کہ ایک ٹیکنیکل معاملہ ہے۔ ایک شخص ہوتا ہے جس کا نام ہے راوی۔ اس کے پاس ہوتا ہے ایک موٹا سا رجسٹر جو اسلام لاتا ہے اُس کا نام لکھ لیتا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان والوں کی انٹری اس میں نہیں تھی۔ لہٰذا راوی نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ کافر ہیں (معاذ اللہ) حالاں کہ مسلمانوں کے نام تو لکھے جاتے ہیں مگر وہ جو نئے مسلمان ہوتے ہیں، جو خاندانی مسلمان ہوتے ہیں ان کے نام نہیں لکھے جاتے ہیں۔

ہم نے لوگوں کو دیکھا ہے کسی مدرسے کا سرٹیفکیٹ ہے، کسی خانقاہ کا سرٹیفکیٹ ہے، کسی جگہ کا سرٹیفکیٹ لیے ہوئے آئے۔ مولانا ہیں، کسی مسجد کے پیش نماز ہیں، امامِ جمعہ ہیں۔ ان کا سرٹیفکیٹ ہے کہ فلاں نے ہمارے سامنے بے جبر و اکراہ اسلام قبول کیا۔ ہم نے اس کا اسلامی نام یہ رکھا اور وہ کہتا ہے: دیکھیے! صاحب! میں مسلمان ہو گیا ہوں اکتوبر کے مہینے میں۔ اس سرٹیفکیٹ پہ تاریخ

پڑی (date) ہوئی ہے۔

اب آپ نے اس کا سرٹیفکیٹ جو دیکھا تو کہا: اطہر صاحب! ہم نے اس کا سرٹیفکیٹ تو دیکھ لیا' آپ اپنا سرٹیفکیٹ بھی لیتے آیئے گا۔ میرے پاس نہیں ہے' میں مسلمان گھر میں پیدا ہوا ہوں میرے پاس سرٹیفکیٹ نہیں ہے۔

انھوں نے کہا: ٹھیک ہے صاحب! اگر آپ کا نہیں ہے تو اپنے والد کا لیتے آیئے گا۔

سرٹیفکیٹ نہ میرے پاس ہے' نہ میرے والد کے پاس تھا' نہ میرے دادا کے پاس تھا' نہ میرے پردادا کے پاس تھا۔ ہم سب مسلمان خاندان کے ہیں' ہمارے ہاں سرٹیفکیٹ نہیں ہوتا ہے۔

ارے!

رسول ﷺ کا گھرانہ پیغمبروں' کا گھرانہ تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام کا خاندان تھا۔ اس میں کہاں سرٹیفکیٹ ہوتا ہے مسلمان ہونے کا۔

ہاں!

ہم مسلمان ضرور ہیں اور ہمارا پورا خاندان مسلمان ہے۔ جہاں شادی ہوئی وہاں بھی مسلمان تھے۔ سب رشتہ داری ہے' وہاں بھی مسلمان ہیں۔ سب پورا خاندان مسلمان ہے۔ اب اگر ہم کہیں کہ ہم بچپن میں اپنے دادا کے ساتھ کہیں جا رہے تھے تو آپ پوچھیں کہ دادا آپ کے مسلمان تھے؟

آپ یقین جانیے!

ہم یہ سمجھیں گے کہ ہمیں گالی دے دی۔

انھوں نے کہا: ہمارے چچا ہمارے ساتھ تھے' ہم نے اپنے چچا سے یہ بات سنی۔

اس نے کہا: کیا آپ کے چچا مسلمان تھے؟

یہ ہم میں دستور نہیں پوچھنے کا۔ لیکن ہم چوں کہ مسلمان ہیں لہٰذا ہم میں اتنا کلیجہ بھی ہے اگر ہمارے خاندان میں کوئی آدمی کافر ہو جائے تو ہم کہیں گے کہ وہ ہمارے رشتہ دار ضرور ہیں مگر دھوکہ نہ کھایئے گا وہ کافر ہیں (نعرۂ حیدری)۔

مسلم خاندان کا ایک آدمی کافر ہو گیا تو قرآن میں سورہ آ گیا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (سورۂ لہب آیت ۱) (نعرۂ حیدری)

تاریخ کی ایک دھاندلی تو یہ ہے کہ رسول ﷺ کے خاندان پر الزام لگایا۔

دوسری دھاندلی یہ ہے کہ جس کو خدا نے قرآن کے علم کا حامل بنا کر بھیجا تھا اس پر یہ الزام لگایا کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا (معاذ اللہ)۔

سبحان اللہ سبحان اللہ!

خدا کی قسم! جس طرح اُردو میں ہمارے ہاں ایک مثل مشہور ہے:

"یہ اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے۔"

مسلمان قوم جو ہے یہ بنو اُمیہ کی محبت میں اُلٹی گنگا بہا رہی ہے۔

دیکھئے!

مسلمانوں کے علاوہ جو مذاہب ہیں چاہے وہ ہندو مذہب ہو' چاہے وہ عیسائی مذہب ہو' چاہے وہ یہودی مذہب ہے جو بھی ہو' وہ اپنے لیڈروں کو خود ان سے اونچا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت قابلِ احترام ہیں اور جو ان کو نہ مانے وہ مسلمان نہیں۔ اولوالعزم صاحبِ کتاب و صاحبِ شریعت نبیؑ ہیں۔ لیکن اس کے

باوجود بھی عیسائی ہم سے خوش نہیں ہیں' اتنے پر ان کو تسلی نہیں ہے۔

وہ کہتے ہیں: خدا کا بیٹا تو کہو' خدائی میں شریک تو کرو خالی نبیؐ کہہ دینے سے کیا ہوتا ہے۔

سمجھے آپ!

معلوم ہوا کہ ہر فرقہ اپنے بزرگ کو حد سے آگے بڑھا رہا ہے' جوشِ محبت میں۔ صدقے جایئے فرزندانِ توحید پر' اپنے نبی ﷺ کو جو نورانی ہے اپنے جیسا بنا کر برابر لا رہے ہیں (نعرہ حیدری)۔

اب سنیے! تاریخ کی دوسری غلط فہمی!

پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے وہ اُمی تھے۔

اُمی کا مطلب؟

ان پڑھ۔

حالاں کہ قرآن میں اُمی جن معنوں میں استعمال ہوا ہے وہ معنی دوسرے ہیں۔ اُمی معنی مکہ والا' اُم القریٰ والا' مکہ کا نام ہے اُم القریٰ۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (سورۂ جمعہ آیت ۲)

"اللہ وہ ہے جس نے مکہ والوں میں ایک رسول ﷺ مبعوث کیا ہے۔"

لیکن علمائے اسلام نے جو ترجمہ کیا ہے لفظ "اُمی" کا وہ اَن پڑھ کیا ہے۔

کہتے ہیں: قرآن میں لکھا ہے دیکھ لیجیے۔

ہم نے بھی دیکھا ہے قرآنِ مجید میں اس کا مطلب ہے کہ مکہ والوں میں ایک رسول مبعوث کیا۔ اُم القریٰ والوں میں ایک رسول بھیجا۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ

اَن پڑھوں میں بھیجا۔

اچھا!

ہم اس پر بھی سمجھوتہ کر لیتے ہیں کہ ٹھیک ہے سب اَن پڑھ تھے مگر یہ نہیں تھے۔ اس پر بات طے ہو جائے کہ جو گرد و پیش کا ماحول تھا وہ تو اَن پڑھ تھے مگر یہ خود پڑھے لکھے تھے' عالم تھے۔

کہیں گے: نہیں! وہ عربی گرامر کے حساب سے نہیں ہو گا "رَسُوْلًا مِّنْهُمْ" بھی تو ہے' اس کا مطلب سمجھتے ہیں؟

وہ ہم کو عربی گرامر پڑھانے لگے۔

اچھا!

اب اصلیت کیا؟

اصلیت یہ ہے کہ رسول ﷺ کو اپنے جیسا سمجھا۔ اب ان کے دل کی تمنا یہ تھی کہ یہ بچپن میں رسول ﷺ کو دیکھتے کہ تختی ہاتھ میں ہے' دو تین قلم جیب میں لگے ہیں۔ اِدھر بیٹھے "الف، ب" پڑھ رہے ہیں اُدھر تختی لکھ رہے ہیں۔ پھر یہ مانتے ہیں کہ ہاں! ہاں! صاحب! یہ تو پڑھے ہوئے ہیں۔ یہ منظر انھوں نے دیکھا نہیں اس لیے انھوں نے کہا: صاحب! وہ تو بے پڑھے لکھے ہیں۔

سوال یہ ہے: رسول ﷺ کو پڑھائے گا کون؟

کس مدرسے میں پڑھیں گے یہ؟

اب سنیے! دیکھیے صاحب!

دنیا میں علم ناپنے کا طریقہ ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کسی بہت بڑے آدمی کا

شاگرد ہے تو اس کے بھی علم کا ایک دبدبہ بنتا ہے۔ مرزا غالب اُردو لٹریچر کا بہت بڑا نام تھا۔ اگر کسی نے مرزا غالب سے اُردو پڑھی ہے تو خواہ مخواہ اس کی بہت حیثیت ہو گی۔ یا اُستاد بہت بڑا ہو تو شاگرد کا دبدبہ بنتا ہے یا شاگرد بڑا نام کما لے تو اُستاد کا دبدبہ بنتا ہے۔

آپ میں سے بہت سارے احباب واقف ہوں گے اُردو کے ایک بڑے شاعر مرزا ضمیر کے نام سے وہ اُستاد تھے مرزا دبیر کے اور مرزا دبیر بہت بڑا نام ہے اُردو لٹریچر میں۔ آج تک مرزا ضمیر کی واہ واہ اس لیے ہے کہ مرزا دبیر کے اُستاد تھے تو یہ شاگرد اتنا بڑا ہو جائے تو اُستاد کا دبدبہ بنتا ہے یا اُستاد بہت بڑا ہو تو شاگرد کا دبدبہ بنتا ہے۔ میرے رسول ﷺ کے علم کو دونوں طرح ناپ لو اللہ کے شاگرد ہیں، علی علیہ السلام کے اُستاد ہیں (نعرۂ حیدری)۔

اب سنیے!

دنیا میں آج عالم اسلام میں علم علی علیہ السلام کے ڈنکے بجے ہیں اور مولا علی علیہ السلام کی شخصیت کے چاہنے والے بھی ہیں، مخالف بھی ہیں۔ سب کچھ ہیں۔ ان کے امام ہیں کہ نہیں ہیں۔ معصوم ہیں کہ نہیں ہیں، خلافت میں ان کا کون سا نمبر ہے؟ یہ سب چیزیں اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ لیکن یہ کہ ان کے علم سے کوئی انکار کرنے والا نہیں ہے۔ علی علیہ السلام کے علم سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

کیوں نہیں کیا جا سکتا؟؟!

اگر کوئی غیر مسلم ہم سے آ کر یہ سوال کرے کہ حضور ﷺ کا وہ زمانہ کہ جب حضور ﷺ تشریف فرماتے اور صحابہ کرام حضور ﷺ کے گرد بیٹھتے تھے اور علم و عرفان

کی بارش ہوتی تھی۔ اس وقت بزرگانِ اسلام کی کوئی کتابی صورت میں یادگار آپ کے پاس ہے؟

وہ اصحابِ رسولؐ کا طبقہ جو حضورؐ کی خدمت میں بیٹھتا تھا اور آپؐ سے کسبِ فیض کرتا تھا ان کی کوئی یادگار ہے اس زمانے میں جو ہم آج دیکھیں؟

یقین جانیے آپ!

یا تو آپ کو قرآن ملے گا مگر قرآن کا تعلق رسولؐ و علیؑ سے نہیں ہے وہ تو کلامِ خدا ہے۔ اس زمانے کی یادگار آپ کو قرآن ملے گا یا حدیثِ نبویؐ ملے گی۔ جس سے اسلام سمجھنے میں اور قرآن سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، حدیث رسولؐ کا کلام ہے۔ سوال یہ کر رہا ہے وہ آدمی کہ جو رسولؐ کی بزم میں بیٹھے تھے ان کی کوئی یادگار ہے؟

عزیزو! ڈھونڈ ڈالیے!

سوائے ''نہج البلاغہ'' کے آپ کو کچھ نہ ملے گا (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

غور طلب بات یہ ہے کہ اگر اس زمانے کی کتابیں ایک میز کے اُوپر رکھی جائیں تو آپ کو تین ہی کتابیں ملیں گی۔ یہ قرآن ہے، یہ کلامِ خدا ہے، یہ حدیث ہے یہ کلامِ رسولؐ ہے، یہ نہج البلاغہ ہے یہ کلامِ علیؑ ہے۔ اب ایسے موقع پر میرا کلمہ پڑھنے کو دل چاہ رہا ہے (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

یہ ہے مسئلہ کہ ہم کیا کریں؟

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

پڑھیں اور قرآن پر ہاتھ رکھیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پڑھیں اور حدیث پر ہاتھ رکھیں۔

عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ

پڑھیں اور نہج البلاغہ پر ہاتھ رکھیں (نعرۂ حیدری)۔

علی علیہ السلام اتنے بڑے عالم کہ جن کے علم کا چودہ سو برس سے ڈنکا بج رہا ہے اور وجہ یہ ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام نے پڑھا کس سے تھا؟

عرب میں آج تک کسی نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم نے علی علیہ السلام کو پڑھایا ہے؟

کوئی بھی علی علیہ السلام کے اُستاد ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔

ہم نے کہا: علی علیہ السلام سے پوچھو۔

ہم نے علی علیہ السلام سے پوچھا: یاعلی علیہ السلام! آپؑ کے پاس جو اتنا علم آیا تو آپؑ کو کس نے پڑھایا جو آپؑ کے پاس اتنا علم آیا؟

انھوں نے دو دفعہ اپنے اُستاد کا نام بتایا اور دونوں دفعہ ایک ہی نام بتایا۔

ایک دفعہ فرمایا:

عَلَّمَنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْفَ بَابٍ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ہزار باب علم کے سکھائے اور ہر باب سے میں نے ہزار باب اور نکال لیے۔"

دوبارہ پھر انھوں نے نام لیا تو وہی نام لیا:

رَقَّنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ رَقًّا رَقًّا

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے علم اس طرح بھرایا جس طرح پرندہ اپنے بچے کو دانہ بھراتا ہے۔"

اب بظاہر یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ علی علیہ السلام اتنے بڑے عالم تھے، وہ اس لیے تھے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا۔ مگر میرے ہاں ابھی مسئلہ صاف نہیں ہوا۔ میں ابھی وہی ہوں وہ کہ علی علیہ السلام کے علم کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ علی علیہ السلام کی اُستادی کا کوئی دعویٰ ہی نہیں کرتا۔ علی علیہ السلام نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا۔

اُمت کہتی ہے: رسول ﷺ خود بے پڑھے لکھے تھے تو بے پڑھا لکھا کسی کو اتنا کیسے پڑھا دے گا کہ وہ علی علیہ السلام بن جائے (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

یہ سارے مسائل ہیں تو انشاء اللہ کل بات آگے بڑھے گی۔ علم رسولؐ کے تعلق سے میں کل عرض کروں گا" آج بات نامکمل رہ گئی۔

ذکرِ مصائب: حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا کربلا میں آنا

آج تو صرف اتنا کہ یہ بھی تحقیق طلب مسئلہ ہے کہ یہ بات رسول ﷺ کے لیے کہ اللہ نے بے پڑھے لکھوں میں سے ایک بے پڑھے لکھے کو رسولؐ بنا دیا۔ یہ صحیح ہے کہ غلط ہے؟ ازسرِنو تحقیق ہونی چاہیے۔ اس لیے یہ جرأتِ گفتار اور یہ جرأتِ اظہار اور یہ جرأتِ تحقیق ہمیں کربلا سے ملی ہے۔

آپ یقین جانیے کہ کربلا ہی وہ درس گاہ ہے، جس نے حق کو حق اور باطل کو

باطل کہنا سکھایا۔

وہ دیکھنے میں تو چند آدمی تھے لیکن وہ چند آدمی نہیں تھے' درحقیقت حسین علیہ السلام نے عطر انسانیت کھینچ لیا۔

اگر ایک من گلاب کے پھول ہوں تو ایک من عطر تھوڑی نکلے گا ان میں سے۔ اگر چالیس کلو گلاب کے پھول ہوں تو ان میں چند گرام عطر نکلے گا۔

عزیزانِ گرامی!

صدیاں گزرتی ہیں تو ایک' ویسا نہیں پیدا ہوتا ہے' جیسے حسین علیہ السلام نے بہتر (۷۲) جمع کر لیے تھے۔ بے مثال تھے' وہ سارے جو کربلا میں جمع تھے۔ ہماری جانیں نثار ہو جائیں ان پر اور ہم قربان ہو جائیں کربلا کے ان ناصروںؓ پر۔

حسین علیہ السلام کے بچپن کے دوست' حبیبؓ ابن مظاہر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر بھیجا:

مِن حُسَینِ ابنِ عَلیٍّ اِلٰی رَجُلٍ فَقِیہٍ حَبِیبِ ابنِ مَظَاهِرِ

"حسینؑ ابن علی علیہ السلام کی طرف سے یہ خط ہے مردِ فقیہ حبیبؓ ابن مظاہر رضی اللہ عنہ کے لیے۔"

خط آیا' آنکھوں سے لگایا' بوسہ دیا۔

زوجہ نے پوچھا: کس کا خط ہے؟

کہا: حسین علیہ السلام کا۔

کہا: کیا لکھا ہے؟

کہا: نصرت کے لیے بلایا ہے۔

زمانہ خراب تھا' بات کہنے پر آدمی ڈرتا تھا۔

زوجہ نے پوچھا: کیا ارادہ ہے؟

کہا: ابھی میں سوچ رہا ہوں۔

جب زوجہ نے دیکھا کہ دل میں تردد ہے۔ کہا: حبیبؓ! بڑی شرم کی بات ہے کہ رسول ﷺ کا نواسہؑ بلائے اور تم نہ جاؤ۔ اگر بات یہی ہے تو اپنی تلوار مجھے دے دو اور یہ میری چادر اوڑھ کر گھر میں بیٹھ جاؤ۔

حبیبؓ رونے لگے۔ کہا: مومنہ! معاف کرنا' میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ حسینؑ کی محبت تیرے دل میں ہوگی۔ بھلا! میں اور نہ جاؤں۔ میں تو سر کے بل جاؤں گا۔

جانے کی تیاری کی۔ کوفہ کی ناکہ بندی تھی' اپنے غلام کو اپنا گھوڑا دے کر شہر سے باہر بھیجا اور اس طرح سے گئے جیسے اپنی کھیتی میں جاتے تھے۔ جب اپنے غلام سے چند قدم دُور تھے تو غلام کہہ رہا تھا: اے گھوڑے! پریشان نہ ہونا' اگر میرے آقا پر کوئی مصیبت آ گئی اور وہ نہ آ پایا تو تجھ پر سوار ہو کر میں چلوں گا۔

بس!

اتنا سن کر چیخ نکل گئی' رونے لگے' کہا: یا ابا عبداللہ علیہ السلام! یہ وقت آ گیا' اب غلام آپؑ کی نصرت کی تمنا کر رہے ہیں۔

کہا: جا' میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔

خوش ہو کر غلام کو آزاد کر دیا۔ گھوڑے پر بیٹھے' چلے۔ زمانہ خراب تھا' تھوڑی دور چلے تھے کہ ایسے لگا جیسے کوئی پیچھا کر رہا ہے۔ پیچھے دیکھا تو غلام چلا آ رہا تھا۔

کہا: تُو کیسے آ رہا ہے؟

کہا: جہاں آپؓ جا رہے ہیں' میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔

اُتر پڑے گھوڑے سے۔ کہا: نہ تُو غلام نہ میں آقا' ہم دونوں حسین علیہ السلام کے غلام ہیں۔

اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھایا اور آہستہ آہستہ چلے' یہاں تک کہ کربلا پہنچ گئے۔

حسین علیہ السلام جو انتظار میں تھے' حبیب رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر گلے سے لگایا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ یہ خبر بیبیوںؑ کے خیموں میں پہنچی کہ حسین علیہ السلام کے بچپن کے دوست حبیب رضی اللہ عنہ آگئے ہیں۔ ایک دفعہ فضہ رضی اللہ عنہا آئیں۔

کہا: حبیبؓ! مبارک ہو' علی علیہ السلام کی بیٹی نے سلام کہا ہے۔ شہزادی زینبؑ نے تمھیں سلام کیا ہے۔

حبیب رضی اللہ عنہ یہ سن کر زمین پر گر کر تڑپنے لگے' خاک اُٹھا کر سر میں ڈالی۔

کہا: میں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسیؑ سلام کرے۔

میں کہوں گا: اے حبیب رضی اللہ عنہ! عصر عاشور کو آؤ زینبؑ کا سر کھلا ہے' بھائیؑ کی میت پڑی ہے' خیموں میں شعلے بھڑک رہے ہیں۔

وَا مُحَمَّدَاہُ وَا عَلِیَّاہُ

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

نکاتِ حق

- اے حبیبؐ! ہم نے آپؐ کو ہر وہ بات بتا دی جو آپؐ کو نہیں معلوم تھی۔
- جب وہ چاہیں انھیں معلوم ہو جاتا ہے۔
- وہ رسول ﷺ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔
- کوئی خشک وتر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین میں نہ ہو۔
- ساری اچھائیاں جو ہیں دنیا میں وہ علم کے سبب سے ہیں۔
- جب تک چپ رہے تو قرآن کہلاتا ہے بولے تو علیؑ بن جاتا ہے۔
- دنیا میں وہی قومیں حکمران ہیں جن کے پاس علم زیادہ ہے۔
- انسان کو انسان بنانے والی طاقت علم ہے۔
- مجھ سے آسمانوں کے راستے پوچھو۔
- ہم زمین سے کھانا جانتے ہیں زمین پر لگانا نہیں جانتے۔
- ہائے! بدنصیب دنیا جو علی علیہ السلام کو سمجھ نہ سکی۔
- رسول کا کام ہے دین لانا اور امام کا کام ہے دین اللہ کی مرضی کے مطابق بتانا اس لیے دونوں کا معصوم ہونا ضروری ہے۔
- امامت میں سن کی بات نہیں عصمت کی بات ہے۔
- ہم کو اللہ نے مٹی سے بنایا ہے ان کو اللہ نے نور سے بنایا ہے۔ پھر ہمارے جیسے کیسے تھے؟
- قرآن کا ظاہر بھی قابل احترام ہے اور جو حقیقت ہے وہ بھی قابل احترام ہے۔
- اگر ہم علی علیہ السلام کو خدا مانتے ہوتے تو نہ پیدائش کا جشن مناتے اور نہ شہادت کا غم مناتے۔

مجلسِ پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۃ بقرۃ آیت ۴۲)

ارشادِ اقدس رب العزت ہے:

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب کہ تم جانتے ہو۔"

جانتے بوجھتے ہوئے حق کو باطل میں ملانا اور حق کو چھپانا مزاجِ قرآن کے خلاف ہے۔

حضرات!

ہمارے آپ کے درمیان کل جہاں پر گفتگو تمام ہوئی تھی وہیں سے آج پھر گفتگو شروع کروں گا۔ کل بات یہاں تک پہنچی تھی کہ وقت تمام ہو گیا کہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو مولا علی علیہ السلام کا اُستاد ہے اور جب علی علیہ السلام سے پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ہزار باب علم کے پڑھائے اور ہر باب سے میں نے مزید ہزار ہزار باب کھولے۔ دوبارہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو علم ایسے بھرایا جیسے پرندہ اپنے بچے کو دانہ بھراتا ہے۔ یہیں پر آ کر کل فضائل کا سلسلہ تمام ہوا تھا۔ اس سلسلے میں ایک وضاحت بہت ضروری ہے اور وہ وضاحت یہ ہے کہ کبھی

کبھی لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو مجلسوں میں یہ پڑھا جاتا ہے اور ہم نے یہ سنا ہے کہ علی علیہ السلام نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر آ کر قرآن پڑھا پیدائش کے ساتھ اور اللہ کے مدرسے سے پڑھ کر آئے تھے وہاں سے بھی علم لے کر آئے تھے اور دوسری طرف یہ بھی پڑھا جا رہا ہے کہ آپؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلیم حاصل کی۔ اگر علم لے کر آئے تھے تو تعلیم کیا حاصل کی اور تعلیم حاصل کی تو علم لے کر کیا آئے؟

بھیا!

یہ مسئلہ جو ہے ہمارے ہاں علم کلام کی کتابوں میں ہمارے علما نے نہایت وضاحت سے اس کو لکھا ہے اور وہ میں آپ کی خدمت میں دو جملوں میں وضاحت کر کے اپنی بات کو آگے بڑھاؤں۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اور آلِ محمدؐ کا علم یعنی چودہ معصومین علیہم السلام کا علم۔

چودہ معصومین علیہم السلام کو اللہ نے تین طرح کا علم عطا کیا ہے: ایک علم جو ان کو عطا کیا گیا ہے اس کا نام ہے علم حقائق اشیا۔ علم حقائق اشیا کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جتنے علم ہیں، جتنے لٹریچر ہیں، جتنی زبانیں ہیں، جتنی ٹیکنالوجی ہے، ہر چیز کا علم اللہ نے ان کو دیا ہے۔ چناں چہ اس سلسلے میں قرآنِ مجید کے اندر آیت موجود ہے:

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (سورۂ نساء، آیت ۱۱۳)

"اے حبیبؐ! ہم نے آپؐ کو ہر وہ بات بتا دی جو آپؐ کو نہیں معلوم تھی۔"

جب ہر وہ بات بتا دی جو نہیں معلوم تھی تو اب کہیں پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "نہیں"

نہیں کہہ سکتے۔ جہاں "نہیں" کہیں گے وہاں پر وہ بات آ جائے گی۔ ایک تو یہ علم ہے یہ مکمل ہوتا ہے معصومؑ کے پاس۔

دوسرا علم: عِلمَ مَاکَانَ وَمَایَکُون ہے۔

یہ علم کیا چیز ہے؟

"عِلم مَاکَانَ وَمَایَکُون" جو ہے وہ یہ ہے کہ کل کیا ہوا تھا؟ آج کیا ہو رہا ہے اور کل کیا ہو گا؟ یہی وہ علم ہے جس کو لوگ علم غیب بھی کہتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اس علم کا نام "عِلم مَاکَانَ وَمَایَکُون" ہے جو ہو گیا یا جو ہونے والا ہے۔

معصومؑ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اُس نے ارادہ کیا کہ اس کا نام کیا ہے؟ نام منکشف ہو گیا۔ کیوں آیا ہے؟ نیت ظاہر ہو گئی۔ آج سے سو برس پہلے یہاں پر کیا پوزیشن تھی؟ وہ ہم کو بتا دیں گے کہ یہ پوزیشن تھی۔ سو برس بعد کیا پوزیشن ہو گی؟ یہ پوزیشن ہو گی۔

سمجھے آپ!

یہ "عِلم مَاکَانَ وَمَایَکُون" ہے۔ یہ علم بھی معصومؑ کو دیا جاتا ہے امام کو دیا جاتا ہے، پیغمبر کو دیا جاتا ہے اور اندر یہ ہے:

مَتٰی شَاءُ وا عَلِمُوا

"جب وہ چاہیں انھیں معلوم ہو جاتا ہے۔"

تیسرا علم جو اُن کے پاس ہے وہ ہے علم معرفت خدا۔ علم معرفت خدا کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہ علم کبھی تمام ہونے والا نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ مکمل ہو جائے خدا دماغ انسانی میں محدود ہو جائے۔ لہٰذا اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہی وہ علم ہے

رسول ﷺ نے علی علیہ السلام کو بتایا۔ یہی وہ علم ہے جو ایک امامؑ نے دوسرے امامؑ کو بتایا
اور یہی وہ علم ہے جس کے لیے رسول ﷺ نے فرمایا:

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۴)

"پالنے والے! میرے علم میں اضافہ فرما۔"

یہ وہ علم ہے۔

یہاں جو گفتگو ہو رہی ہے ہمارے آپ کے درمیان یہاں پر یہ وضاحت ضروری تھی تاکہ مجلسوں کے اندر کسی قسم کی غلط فہمی بچوں کے دماغوں میں نہ رہے۔ لہٰذا میں نے یہ وضاحت کر دی اور اب سنیئے کہ رسول ﷺ کا علم کیا ہے۔

خداوند کریم ارشاد فرما رہا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (سورۂ نساء آیت ۱۱۳)

ہمیں جو شکایتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے قرآن کو کچھ پڑھا اور کچھ نہیں پڑھا۔

خدا ارشاد فرما رہا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (سورۂ نساء آیت ۱۱۳)

"اے حبیبؐ! ہم نے آپؐ کو وہ سب پڑھا دیا ہے جو آپؐ کو نہیں معلوم تھا۔"

اب رسول ﷺ کے علم میں کمی کیا رہی؟

اچھا!

ایک بات ایسی کہ جو ہر بچے کی سمجھ میں آ جائے جو سمجھ دار ہو۔ ایک سوال کا

آپ مجھے جواب دیجیے اور وہ یہ کہ رسول ﷺ قرآن پڑھانے آئے تھے یا بانٹنے لائے تھے؟

یہ تو قرآن میں خود لکھا ہے کہ پڑھانے آئے تھے:

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۂ جمعہ آیت ۲)

"وہ رسول ﷺ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

جو آدمی جو کتاب پڑھانے لایا ہو اس کتاب کا علم اس کے پاس ہونا چاہیے یا نہیں؟ میں بمبئی سے احمد آباد جا رہا ہوں' کسی صاحب نے مجھے ایک کتابوں کا بنڈل دے دیا جو گجراتی زبان میں تھیں کہ آپ وہاں بنٹوا دیجیے گا۔ میں گجراتی نہیں جانتا' میں نے بنٹوا دیا ایمان داری سے کتابوں کو۔ اس سے بحث نہیں کہ اس میں لکھا کیا ہے۔ لیکن اگر میں نے کسی کالج میں کوئی پڑھانے کی نوکری کی ہے تو اس کتاب پر مجھے عبور ہونا چاہیے یا نہیں ہونا چاہیے؟

حضور ﷺ قرآن پڑھانے آئے تھے تو قرآن میں جتنا علم ہے' وہ حضورؐ کے سینے میں ہونا چاہیے کہ نہیں؟

ہونا چاہیے۔

اب قرآن میں کتنا علم ہے؟

یہ قرآن سے پوچھیے!

جب قرآن سے پوچھا: اے کتاب الٰہی! تجھ میں کتنا علم ہے؟

اس نے کہا:

لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (سورۂ انعام آیت ۵۹)

"کوئی خشک وتر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین میں نہ ہو۔"

جب ہر خشک وتر کا علم قرآن میں ہے تو رسول ﷺ کے سینے میں بھی ہر خشک وتر کا علم ہونا چاہیے۔ جس کے سینے میں ہر خشک وتر کا علم ہو کیا وہ بھول سکتا ہے؟ کیا وہ بھٹک سکتا ہے؟ کیا بہک سکتا ہے؟

اللہ نے پورے قرآن کا علم اپنے حبیبؐ کو دیا۔ اب اس قرآن کے پورے علم کے اور جب دنیا سے جانے لگے تو کوئی اپنا وارث چھوڑ کر گئے کہ نہیں؟

جی!

اگر لے کر چلے گئے سارا علم تو اس علم کا فائدہ کیا کہ جو آیا بھی اور چلا بھی گیا اور ہمیں پتا بھی نہ چلا اور اگر کوئی علم کا وارث جو چھوڑ کر گئے تو وہ کون ہے؟

قرآن ہی سے پوچھتے ہیں وہ کون ہے؟

قرآن نے کہا:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورۂ رعد آیت ۴۳)

"اے رسول ﷺ! کہہ دیجیے کہ ہماری گواہی کے لیے اللہ کافی ہے اور وہ کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے" (نعرۂ حیدری)۔

جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔

اب یہ کیسے معلوم ہو کہ کس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے؟

جب ہم نے دنیا میں تحقیق کی تو ہر عالم کسی سے پوچھتا ملا صرف ایک ہی ایسا ملا جس نے منبر پر دیکھ کر کہا:

سَلُونِی سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی (نعرۂ حیدری)

دیکھئے!

جہل وعلم' یہ دنیا میں دو چیزیں ہیں۔ جیسے روشنی اور اندھیرا' جیسے ایمان اور کفر' جیسے ظلم وعدل ویسے جہل وعلم' ساری بُرائیاں جو ہیں دنیا میں وہ جہالت کے سبب سے ہیں اور ساری اچھائیاں جو ہیں دنیا میں وہ علم کے سبب سے ہیں۔ کائنات میں روشنی علم کی ہے' فضاؤں میں حکومت علم کی ہے' ہواؤں پر اقتدار علم کا ہے' گہرے سمندروں میں جہازوں کو علم چلا رہا ہے' ہوا میں لے کر انسان کو علم اُڑ رہا ہے' چاند پر کمند علم نے ڈالی ہے' بیماروں کا علاج ہسپتالوں میں علم کر رہا ہے۔ ہر چیز یہاں سے وہاں تک علم ہی علم ہے۔ جب تک چپ رہے تو قرآن کہلاتا ہے' بولے تو علیؑ بن جاتا ہے (نعرۂ حیدری)۔

دنیا میں وہی قومیں حکمران ہیں جن کے پاس علم زیادہ ہے۔ انہی کا سکہ چل رہا ہے جن کے پاس علم زیادہ ہے۔ ترقی کا راز علم ہے۔ آگے بڑھنے کی سیڑھی علم ہے۔ انسان کو انسان بنانے والی طاقت علم ہے۔

یہاں دشمنی آلِ محمدؐ نے یہ آلِ محمدؐ سے دشمنی نہیں تھی یہ علم سے دشمنی تھی۔ آج جو مسلمان دوسروں کا محتاج بنا بیٹھا ہے یہ علیؑ کا دامن چھوڑنے کی پھٹکار کا نتیجہ ہے (نعرۂ حیدری)۔

دیکھئے تو سہی!

کتنی بڑی بدنصیب ہے وہ قوم جس کے دروازے سے میٹھے پانی کی نہر گزر جائے اور وہ اپنی گم راہی کی وجہ سے نہ چکھے (نعرۂ حیدری)۔

دیکھئے ذرا!

کتنا بڑا دنیا کو دھچکا لگا ہے اور کتنا بڑا انسانوں کو نقصان پہنچا ہے ہر شعبہ (field) میں علی علیہ السلام کو چھوڑنے کی وجہ سے۔

آج سے چودہ سو برس پہلے جو بزرگ منبر کوفہ پر بیٹھ کر کہہ رہا تھا:

سَلُونِي سَلُونِي قَبلَ اَن تَفقِدُونِي

دیکھیے!

مثل مشہور ہے:

"پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے' کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا۔"

یہاں کنویں کی بات نہیں ہے سمندر آیا پیاسے کے پاس۔ مگر بڑا بدنصیب پیاسا تھا کہ جو سیراب نہ ہوا۔

علی علیہ السلام نے کہا:

سَلُونِي

"مجھ سے پوچھ لو"

قَبلَ اَن تَفقِدُونِي

"قبل اس کے میں تمھارے درمیان سے اُٹھ جاؤں۔"

سَلُونِي عَن طُرُقِ السَّمَاءِ

"مجھ سے آسمانوں کے راستے پوچھو۔"

ہائے بدنصیب دنیا!

آج انسان آسمانوں کے راستے معلوم کر رہا ہے' علی علیہ السلام چودہ سو برس پہلے بتانے کو تیار تھے۔

دیکھیں!

وہ مجمع اتنا بدنصیب تھا کہ جس نے علی علیہ السلام سے سوال نہیں کیے دشمنی میں اور ایک آدمی نے پوچھا بھی تو بدتمیزی کا سوال کیا۔

اس نے کہا: میرے سر پر بال کتنے ہیں؟

فرمایا: میں بتا بھی دوں تو تو! اس کی تصدیق کیسے کرے گا؟

یہ تو ایک بدتمیزی کی بات تھی کہ مولاؑ سے اس شخص نے دشمنی میں کہ میرے سر پر بال کتنے ہیں؟ لیکن اس دن تو علی علیہ السلام نے بتا دیا ہوتا یا نہ بتایا ہوتا وہ تو ایک الگ بات تھی لیکن اس کا نتیجہ ہوا علی علیہ السلام کو چھوڑنے کا ''ایک بال باقی نہیں رہا (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ہے اور یہ آلِؑ رسولؐ کا علم ہے۔ کیا دردناک ہے معاملہ کہ آج دنیا آلِؑ محمدؐ کے حق کو نہ سمجھ سکی۔

علی علیہ السلام نے خالی مذہبی باتیں نہیں بتائی ہیں بلکہ زندگی کے بہت سے شعبوں میں علی علیہ السلام نے ہم کو دعوت دی ہے۔

زمین کے لیے حکم دیا: جب زمین سے کوئی چیز حاصل کرو تو زمین کا حصہ بھی نکال دو۔ اس سے تمھاری زمینیں برقرار رہیں گی۔

علی علیہ السلام دنیا کے اکیلے آدمی ہیں' جنھوں نے زمین کے حق کی بھی سفارش کی ہے۔ ورنہ ہم زمین سے کھانا جانتے ہیں' زمین پر لگانا نہیں جانتے۔ علی علیہ السلام نے زمین کی سفارش کی ہے کہ زمین کا حصہ زمین کو واپس کر دو جو اس سے نکالو۔ اب سمجھ میں آیا کہ ابوترابؑ کو کیوں محبت تھی۔

یہ دجلہ وفرات کہ جو لوگ زیارات کو جاتے ہیں' عراق جاتے ہیں' حجاز جاتے ہیں۔ یہ دجلہ وفرات کا پانی عراق وشام سے گزرتا ہوا آگے پتا نہیں کہاں جا کر گرتا ہے؟ مولا علی علیہ السلام نے سکیم بنائی تھی کہ اس کو پھیر دیں نہروں کے ذریعے سے عرب کے ریگستان میں اور اس طریقے سے ریگستان بھی لہلہا جائیں۔ لیکن ظالم نے زندہ نہ رہنے دیا علی علیہ السلام کو وہ سکیم آج تک ویسی کی ویسی پڑی رہ گئی۔ لیکن مولا علی علیہ السلام نے جو ڈیم بنوائے تھے' اس کے اُوپر کھڑے معائنہ کر رہے ہیں اور پانی اُوپر سے نیچے گر رہا ہے آبشار کی شکل میں اور دیکھ کر مسکرائے۔

ہائے! بدنصیب دنیا جو علی علیہ السلام کو سمجھ نہ سکی۔

مسکرائے' کہا: اگر میں چاہوں تو اس سے شہروں کو جگمگا دوں۔ اس وقت لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا۔ یہاں ایسی بات پر ناز رہا ہے کہ رسول ﷺ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔

اللہ اکبر!

میں کہتا ہوں: کیسے عالم ہیں جو اس لیے عالم ہوئے ہیں کہ اپنے رسول ﷺ کو جاہل ثابت کریں۔

جناب! فلاں کتاب میں لکھا ہے فلاں مولانا نے لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں: صاحب! آپ کو مولانا زیادہ پیارا ہے یا رسول ﷺ زیادہ پیارے ہیں؟ آپ کو راوی زیادہ پیارا ہے یا رسول ﷺ زیادہ پیارے ہیں؟ آپ رسول ﷺ کی اُمت میں ہیں یا اس راوی کی اُمت میں ہیں؟ دماغ نہیں استعمال کرتے' عقل سے کیوں کام نہیں لیتے' کیا معاملہ ہے آخر؟

سرورِ کائنات ﷺ کے علم کے سلسلے میں مستقل یہ چیز کہ ان کے پاس

(معاذ اللہ) علم نہیں تھا۔ پڑھے لکھے نہیں تھے (معاذ اللہ)۔

عصمت!

انکار عصمت بھی ہے۔

عصمت کے معنی ہیں کہ جس کے حال سے کوئی غلطی نہ ہوئی ہو پیدائش سے لے کر موت تک۔ جب دنیا میں آ کر پہلی سانس لے کر اس وقت تک جب آخری سانس لے دنیا میں جس کے بعد پھر سانس نہ آئے اس پورے وقت (time) میں جس سے کوئی خطا نہ ہو وہ معصوم ہے۔

ہم رسول ﷺ اور باقی تیرہ (۱۳) معصومینؑ کو معصوم مانتے ہیں۔ علمائے اسلام ہم پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: یہ وہ گم راہ ہیں جو اپنے اماموںؑ کو معصوم کہتے ہیں۔

لیجیے!

ہم معصوم کہتے ہیں تو گم راہ ہیں۔ ہم معصوم کہہ کر گم راہ نہیں ہیں۔ آپ ہمارا فلسفہ سمجھئے کہ ہم رسول ﷺ کو کیوں معصوم کہتے ہیں؟ ہم رسول ﷺ کو اس لیے معصوم کہتے ہیں کہ رسول ﷺ سے غلطی کا اگر ایک فیصد بھی امکان ہو پوری زندگی میں ایک غلطی کا بھی امکان ہو تو پوری تبلیغ میں زہر مل جائے گا کہ خدا جانے کا ہے میں غلطی ہو گئی؟ نماز میں ہو گئی کہ روزے میں ہو گئی؟ حج میں ہو گئی کہ زکوٰۃ میں ہو گئی؟ خمس میں ہو گئی یا کسی اور مسئلہ میں ہو گئی؟

یہاں سے وہاں تک سب میں زہر مل جائے گا۔

سمجھے آپ!

رسول کا کام ہے دین لانا۔ اللہ سے لے کر ہمیں دیتا ہے دین' یہ رسول کا کام ہے اور امام کا کام ہے دین بتانا اللہ کی مرضی کے مطابق۔

غور کیا آپ نے!

رسول کا کام ہے دین لانا اور امام کا کام ہے دین اللہ کی مرضی کے مطابق بتانا' اس لیے دونوں کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

کیوں ضروری ہے؟!

اس لیے کہ اگر لانے والے کے اندر غلطی کا امکان ہے تو یہ شبہ پڑ جائے گا کہ جو آیا وہ صحیح آیا کہ نہیں؟ اور اگر بتانے والے کے اندر غلطی کا کوئی امکان ہے تو یہ شبہ رہ جائے گا کہ جو بتایا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ لہٰذا لانے والا بھی معصوم ہو' بتانے والا بھی معصوم ہو۔

اب اس کو چھوٹی سی مثال سے سن لیجیے!

ہماری آپ کی یادداشت (memory) اتنی مضبوط نہیں ہے کہ ہم بہت سی چیزیں یاد رکھ سکیں۔

کل بھی یہ مجمع مجلس میں بیٹھا تھا اور آج بھی موجود ہے۔ میں نے جو کل مجلس پڑھی تھی وہ کل آپ مجھے لکھ کر دکھا سکتے ہیں؟

نہیں کر سکتے نا!

نہ اکیلے کر سکتے ہیں' نہ آپ سب مل کر سکتے ہیں؟

عزیزانِ گرامی!

ایک معمولی کم پڑھا لکھا آدمی ہوں' ایک معمولی پڑھے لکھے آدمی کی ایک گھنٹے

کی تقریر اگر آپ یاد نہیں رکھ سکتے تو رسول ﷺ کا تیئیس (۲۳) برس پر پھیلا ہوا کام کیسے یاد رکھ سکیں گے؟ (نعرۂ حیدری)

ہاں!

ایک بات ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کل کی مجلس آپ کو دیکھنا ہے میری تو جس نے وڈیو بنایا ہے اس سے لے لیجیے۔ جو زبان سے نکلا ہے وہی ریکارڈ ہو گا۔ اس لیے کہ اس مشین میں غلطی نہیں ہوتی۔ اب جو کل کی مجلس کے بارے میں شہر میں چرچا ہونے لگا۔ میں نے کہا کہ جا کر وڈیو دیکھ لو۔ میں نے پڑھا ہے یا نہیں پڑھا۔

معلوم ہوا!

وڈیو بنانے والا ایک نوجوان لڑکا تھا' اب میں اس نوجوان لڑکے کو ڈھونڈنے لگا جتنے بڈھے آئے ہیں سب بگڑ گئے (نعرۂ حیدری)۔

جی!

سارے بڈھے خلاف ہو گئے۔

کہا: بھئی! آپ کیوں خلاف ہو گئے؟

کہا: صاحب! آپ نوجوان لڑکے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور بڈھوں کو پوچھ ہی نہیں رہے۔

ارے! بھائی! جوان لڑکے کی بات نہیں' وڈیو کس نے بنایا ہے؟

عزیزانِ گرامی!

امامت میں سن کی بات نہیں عصمت کی بات ہے (نعرۂ حیدری)۔

سنیے!

اب اگر کوئی شک وشبہ ہے تو وڈیو میں جس کے پاس ہے اس سے دیکھ لیجیے۔

اگر دن کہا ہے تو اس میں دن ریکارڈ ہوگا' اگر رات کہا ہے تو رات ریکارڈ ہوگا۔

سمجھے آپ! اچھا!

یہاں یہ ہے کہ اتنا مجمع سن رہا ہے بہت سے ایسے بھی ہیں جو نہیں ہیں۔ جب جو یہاں سے سن کر گئے اُنھوں نے اپنے دوست سے کہا: آج اطہر صاحب! یہ پڑھ رہے تھے۔ بتانے میں کوئی تبدیلی ہو گئی۔ اس نے اپنے کسی دوسرے دوست سے کہا کچھ اور تبدیل ہو گیا۔ اس طرح بات بدل جاتی ہے لیکن اس کی ایک copy سے دوسری بنائیے' دوسری سے تیسری بنائیے (نعرۂ حیدری)۔

اچھا!

اب اس پر سوال یہ ہے کہ اگر تقریر کو ریکارڈ کرتا ہے۔ اگر ایک مشین لگی ہے تو وہی ہے اس کے ذریعے معلوم ہو گی۔ کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ لیکن اس وقت جب میں تقریر کر رہا ہوں تو یہاں پانچ مشینیں لگی ہیں۔ اب ان میں سے جو مل جائے وہی ریکارڈ ہوگا (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

یہ ہے علم رسول ﷺ اور یہ عصمت رسول ﷺ۔ عصمت جو ہے وہ کوئی فضیلت وغیرہ نہیں ہے بلکہ دین کی ضرورت ہے۔ اگر عصمت نہیں ہو گی تو دین میں شک و شبہ رہ جائے گا۔

اب آئیے!

ایک اور چیز آج بیان ہو جائے تاکہ سلسلہ آگے بڑھتا رہے اور وہ یہ ہے کہ

کیا وہ ہمارے جیسے تھے یا ہم سے بہتر تھے؟

دیکھیے!

ہمیں تاریخ سے یہ بھی شکوہ ہے' کچھ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جیسے ہم ہیں ویسے وہ۔

دیکھیے!

نہ ہم میں وہ اخلاق ہے' نہ ہم میں وہ مزاج ہے' نہ ہم میں وہ شرافت ہے' نہ ہم میں وہ انسانیت ہے' نہ ہم میں وہ مروّت ہے مگر ڈھٹائی اتنی کہ ویسے ہی ہیں۔

ہیں!

یہ کون سی بات ہے کہ جیسے ہم ہیں ویسے وہ تھے۔

خدا قرآن میں ان کے لیے کیا کیا ارشاد فرما رہا ہے۔ کیا شان ان کی بیان ہو رہی ہے اور انھوں نے خود فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی

"سب سے پہلے خدا نے میرا نور خلق کیا۔"

ہم کو اللہ نے مٹی سے بنایا ہے' ان کو اللہ نے نور سے بنایا ہے۔ پھر ہمارے جیسے کیسے تھے؟

اُنھوں نے کہا: نور سے بنے تھے تو نوری شکل میں کیوں نہیں آئے؟

اللہ رے کوتاہ نظری!

رسول ﷺ کو اپنی شکل میں دیکھ کر کہہ دیا ہمارے جیسے۔

ہمارے جیسے نہیں تھے' مسئلہ سمجھئے کیا ہے۔

دیکھیے!

دین کی ضرورت کے لیے رہبر نوری ہونا چاہیے۔

کیوں؟

اس کی وجہ ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پاس اس کے سینے میں پورے قرآن کا علم رہتا ہے۔ پورے قرآن کا علم جو ہے وہ مٹی کا بنا انسان نہیں اُٹھا سکتا۔

آپ سمجھئے!

اگر مسجد ایرانیان کا مینجمنٹ (management) یہ چاہے کہ پچاس مالہ (منزلہ) کی بلڈنگ بنے یہاں پر اور ہر مالہ (منزل) کے اُوپر نماز ہو مجلس ہو۔ بن تو جائے گی مگر اس حال پر نہیں بن سکتی۔

کیوں نہیں بن پائے گی؟

یہ دیواریں یہ ستون اتنے طاقت ور نہیں ہیں کہ پچاس منزلہ بلڈنگ کا وزن اُٹھائیں۔ لہٰذا اگر اس پر زیادہ لوڈ چڑھا دیں گے تو یہ دیواریں کریک ہو جائیں گی یہ ٹوٹ جائیں گی۔ لہٰذا شروع سے بنائیے نئے سرے سے بنیاد رکھیے کہ ہم نے پچاس منزلہ بلڈنگ بنانی ہے تو اس پر بن جائے گی۔ لیکن اگر آپ کہیں اس پر بنالیں تو نہیں بنے گی۔ اسی طرح مٹی کے بنے ہوئے انسان قرآن کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتے۔ دماغ ہمارا پاش پاش ہو جائے گا ہم ختم ہو جائیں گے۔

سمجھے آپ!

قرآن تو بڑی چیز ہے آپ بمبئی کی ٹیلی فون ڈائریکٹری مجھے یاد کر کے دکھایئے۔

ارے میاں!

جب آپ کا علم اتنا کم زور ہے کہ آپ کے پاس کوئی علم نہیں، کوئی لیاقت نہیں، خالی نام و نمبر ٹیلی فون کے نہیں یاد کر پائیں گے تو آپ قرآن کیا یاد کر پائیں گے؟

جی!

ضرورت کہتی ہے کہ رسول نوری ہو۔

ٹھیک!

اور پالیسی مذہب کی کہتی ہے: ہمارے جیسا ہو۔ اس لیے کہ "لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ" دین میں جبر نہیں ہے۔ اگر سورج والے میٹریل کا بنا ہوا نبی آ گیا اور آنکھیں چندھیانے لگیں اور ہم اسے دیکھ ہی نہیں پائیں گے۔ بوکھلا کر کلمہ پڑھ لیں گے۔ اللہ کو بوکھلایا ہوا کلمہ نہیں چاہیے، عقل کی کسوٹی پر تُلا ہوا کلمہ چاہیے۔

عزیزانِ گرامی!

اللہ نے اس کا راستہ یہ نکالا کہ نبی ﷺ کی حقیقت نوری ہو، ظاہر بشری ہو۔ حقیقت نوری ہو تاکہ کام میں خلل نہ پڑے، ظاہر بشر ہو تاکہ پالیسی پر اثر نہ پڑے۔ لہٰذا اللہ نے اپنے حبیبؐ کو دو وجود دیے: ایک وجود نوری ہے جو خلقت آدمؑ سے کروڑوں برس پہلے ہے۔ ایک خلقت ظاہری ہے جو سن عام الفیل میں ہے۔

ایک حقیقت نوری تھی جس کو پیکر بشری میں لایا خالق ہماری ہدایت کے واسطے۔ لہٰذا جب ہمارے درمیان آئیں گے تو ہماری شکل سے آئیں گے۔ لیکن حقیقت جو ہے ان کی وہ نور ہوگا اور اگر آپ کو اس کی مثال چاہیے ہو۔

سن لیجیے!

قرآن جب ہمارے گھروں میں ہے تو بشکل کتاب ہے اور جب عرش پر ہے

تو حقیقت نوری ہے اور یہ چیز ہم کو قرآن نے بتائی ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (سورۂ نساء آیت ۴۱)

''اے ہمارے حبیبؐ! آپؐ کی کیا شان ہو گی، جب قیامت کے دن تمام پیغمبرؑ آئیں گے اپنی اُمتوں پر گواہ بن کر اور آپؐ ان پیغمبروںؑ پر گواہ بنیں گے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو ستر برس کے بعد پیدا ہونے والا نبیؐ آدم علیہ السلام کا گواہ کیسے بنے گا؟

آپ مجھے قرآن کا مطلب سمجھائیے!

اگر رسولؐ تھے نہیں تو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک پر گواہ کیسے ہیں؟

رسولؐ تھے مگر عالم نور میں تھے اور یہیں سے اس مسئلے کو حل کر لیں سب لوگ کہ ہم جو ''یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ'' کہتے ہیں، ''یا علی علیہ السلام'' کہتے ہیں، ''یا حسین علیہ السلام'' کہتے ہیں، یہ کیوں کہتے ہیں؟

کہا: جب مر گئے تو مرے ہوئے کو پکارنا کیسا؟

آپ معاملہ سمجھے نہیں!

ان کے دو وجود ہیں!

ایک وجود ظاہری ہے۔ ہمیں تاریخ شہادت بھی معلوم ہے، مقام دفن بھی معلوم ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ مدینہ میں دفن ہیں، مولا علی علیہ السلام نجف میں دفن ہیں، امام حسینؑ کربلا میں دفن ہیں۔ لیکن اپنے نوری وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ ہم ان کو آواز دیتے

ہیں وہ وجود مادی سے نہیں دیتے وجود نوری سے بلاتے ہیں (نعرۂ حیدری)۔

اب ذرا اس مسئلے کو سمجھئے آپ!

ہم جو "یا محمد ﷺ" کہتے ہیں تو ان کے وجودِ نوری سے ان کو پکارتے ہیں۔ جس وجود سے اللہ نے ان کو اُمتِ وسط پر گواہ بنایا ہے۔ ہم جو "یا علی علیہ السلام" کہتے ہیں، ان کے وجودِ نوری سے پکارتے ہیں اور اسی لیے ہم اتنے بھولے نہیں ہیں کہ ہم کہیں کہ میٹریل ایک وقت (time) میں دس جگہ پہنچ جائے گا۔

میٹریل ایک وقت (time) میں دس جگہ نہیں پہنچتا۔ ہم اتنا جانتے ہیں، ہم اتنے بے وقوف نہیں ہیں۔ لیکن کچھ طاقتیں ایسی ہیں جو میٹریل کی پابند نہیں ہیں۔ جیسے میں یہاں پڑھ رہا ہوں ویسے بہت سے ملکوں میں مجھ کو ایسے ہی دیکھا جا رہا ہے (نعرۂ حیدری)۔

یہ الیکٹرانک مشینری کا کمال ہے کہ ہر جگہ وہی صورت جا رہی ہے، وہی لباس کا رنگ جا رہا ہے، وہی آواز جا رہی ہے۔ انسان میں اتنی طاقت ہے تو وہ پیکر نوری اگر ہزار جگہوں پر لوگوں نے "یا علی" کہا اور علی علیہ السلام پہنچ جائے تو حیرانی کا ہے کی ہے؟ (نعرۂ حیدری)

اب رہ گیا یہ سوال کہ جب نوری ہے ان کا وجود دوسرا ہے تو رونا کیسا ہے؟ آہ و بکا کیسا؟

کیوں صاحب!

یہ جو ایرانی مسجد میں قرآن رکھے ہیں۔ اگر کوئی ان کی بے ادبی کرے تو آپ بگڑیں گے یا نہیں بگڑیں گے؟

جو قرآن لوحِ محفوظ پر ہے اس کا کیا بگڑا ہے؟ لیکن اگر کہیں قرآن کے ساتھ گستاخی ہو جاتی ہے تو مسلمان جذبات میں آ جاتا ہے یا نہیں؟

معلوم ہوا!

قرآن کا ظاہر بھی قابلِ احترام ہے اور جو حقیقت ہے وہ بھی قابلِ احترام ہے۔

عزیزانِ گرامی!

ملاں کا معاملہ تو یہ ہے کہ ہاتھ میں اس کے کفر کا سوٹا ہے اور وہ بھولے بھالے مسلمان کو ڈھونس میں لیا کرتا ہے۔

ہیں!

کفر ہے محرم میں یہ سب کچھ کفر ہو رہا ہے۔ یہ علیؑ علیؑ کفر ہے یہ شرک ہے۔

ارے!

کہاں کا کفر؟ کہاں کا شرک؟

ہم اپنے بچوں کو ٹریننگ دے رہے ہیں کہ مشرک نہ ہو جائیں (نعرۂ حیدری)۔

اب سنئے!

کیا چکر ہے؟

یہ شرک وغیرہ کچھ نہیں ہے یہ محض دھوکہ کی دھونس میں لینے کی بات ہے۔

کہتے ہیں: جی! علی علیہ السلام کو خدا بنائے دیتے ہیں۔ انھوں نے منہ ٹیڑھا کر کے کہہ دیا تا کہ ہم دھونس میں آ جائیں۔

جی ہاں!

کیسی بات کرتے ہو؟

آج کیا ہے؟

آج تیرھویں رجب ہے۔

کیا ہو رہا ہے؟

آج نذر ہو رہی ہے گھر میں، چراغاں ہو رہا ہے، محفلیں ہو رہی ہیں، قصیدہ خوانیاں ہو رہی ہیں، بچوں کو نئے کپڑے پہنائے جا رہے ہیں۔

کیا ہے؟

جی!

مولا علی علیہ السلام کی پیدائش ہے۔

تقریریں ہو رہی ہیں، کعبہ میں ولادت ہوئی۔

سمجھے آپ!

آج کیا تاریخ ہے؟

کہا: آج اکیس (۲۱) رمضان ہے۔

سر و پا برہنہ ہیں، سروں پر خاک پڑی ہے، تابوت اٹھ رہا ہے، ماتم ہے، مجلس ہے، عزاداری ہے۔

آج کیا ہے؟

آج تیسری شعبان ہے۔

ولادت امام حسینؑ ہے۔ علیؑ کے گھر بیٹا ہوا ہے، رسولؐ کا نواسہ ہوا ہے۔

ٹھیک!

آج کیا ہے؟

آج عاشورہ ہے۔

سروپا برہنہ ہیں' خاک اُڑاتے ہوئے لوگ چلے جارہے ہیں۔ ماتم ہے' مجلس ہے' عزاداری ہے۔

یہ کہہ رہے ہیں: یہ شرک ہے' یہ کفر ہے۔

ارے!

یہ شرک ہے کہ توحید ہے۔

آپ انصاف سے بتایئے!

خدا پیدا ہوتا ہے یا مرتا ہے؟

اگر ہم علی علیہ السلام کو خدا مانتے ہوتے تو نہ پیدائش کا جشن مناتے اور نہ شہادت کا غم مناتے (نعرۂ حیدری)۔

آپ یہ سمجھے کہ دشمنی علی علیہ السلام میں ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ قرآن میں جو خدا کی شان بیان ہوئی وہ یہی تو ہے:

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (سورۂ اخلاص' آیت ۳)

"نہ وہ پیدا ہوتا ہے اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوتا ہے۔"

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا (سورۂ اسرائیل' آیت ۱۱۱)

"قابل تعریف ہے وہ اللہ جو نہ تو کوئی اولاد رکھتا ہے۔"

ہیں!

قرآن میں اللہ کی تعریف یہ ہے کہ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا' نہ وہ کسی سے پیدا ہوا' نہ بیوی ہے' نہ بچے ہیں۔ لیکن علی علیہ السلام کا جب بھی تذکرہ کیا اسی طرح کیا: کعبہ

میں پیدا ہوئے' علی علیہ السلام کو فاطمہؑ جیسی زوجہ ملیں' حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام جیسے بچے ملے۔اس کے باوجود بھی کہا جا رہا ہے کہ خدا مانتے ہیں (صلوٰۃ)۔

ذکرِ مصائب: شہادت حضرت حبیبؓ ابن مظاہر رضی اللہ عنہ

بس بھائی!

اب انشاء اللہ! کل بات آگے بڑھے گی' آج تو صرف اتنا سرورِ کائناتؐ نوری مخلوق ہیں اور ان کی آلؑ بھی نوری مخلوق ہے اور وہ لوگ جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا سمجھتے تھے' انھوں نے نہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کیا اور نہ آلِ رسولؐ کا احترام کیا۔ کربلا کے میدان میں وہ بھی تھے جو حسین علیہ السلام پر اپنی جانیں قربان کر رہے تھے اور وہ بھی تھے' جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے' کو تیر مار رہے تھے' نیزے برسا رہے تھے' تلوار لگا رہے تھے۔

اللہ! اللہ!

کیا وقت آ گیا تھا کربلا میں حسین علیہ السلام غریب پر۔

تاریخ بتاتی ہے: اِدھر کربلا کے میدان میں سورج ڈھلا اُدھر ابوثمامہ صیداویؓ نے کہا: مولاؑ! دل چاہتا ہے کہ ایک اور نماز آپؑ کے ہم راہ پڑھ لوں۔

کہا:

نَعَمْ هٰذَا اَوَّلُ وَقْتِهَا

''ہاں! بے شک یہ اوّل وقت ہے۔''

اچھا! ان سے کہو کہ اتنی دیر لڑائی روکیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔

لڑائی نہ رُکی' سعید رضی اللہ عنہ اور زہیر رضی اللہ عنہ سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ سینے میں تیر

جذب ہوتے رہے۔ امامؑ نماز پڑھتے رہے' نماز تمام ہوئی۔ سعید رضی اللہ عنہ راہی جنت ہوئے' اُدھر حبیبؓ ابن مظاہر رضی اللہ عنہ میدان میں لڑنے چلے گئے تھے۔ بچپن کا دوست لڑتے لڑتے جب زخمی ہو کر گرا تو حسین علیہ السلام کو آواز دی' حسین علیہ السلام پہنچے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ حبیب رضی اللہ عنہ کا سر اپنے زانو پر رکھا۔

کہا: میرے بچپن کے دوست حبیب رضی اللہ عنہ! خدا حافظ۔

اچھا! تم چلو ہم بھی آ رہے ہیں۔ حسین علیہ السلام نے کہا۔

حبیب رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کیں' اِدھر حبیب رضی اللہ عنہ دنیا سے گئے' حسین علیہ السلام نے حبیب رضی اللہ عنہ کی میت اُٹھائی۔

میں کہوں گا: اے دوست کی میت اُٹھانے والے! عصر عاشور کو کوئی نہ تھا' عباس علیہ السلام کے لاشے پر رو رہے تھے' علی اکبر علیہ السلام کی میت اکیلے اُٹھائی' ننھے علی اصغر علیہ السلام کا لاشہ کلیجے سے لگاتے ہوئے کبھی خیمے کی طرف بڑھتے ہیں' کبھی پیچھے ہٹتے ہیں۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

مجلسِ ششم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۴۲)

ارشادِ اقدس ربّ العزت ہے:

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب کہ تم جانتے ہو۔"

عزیزانِ گرامی!

سلسلۂ کلام آپ کے ذہنوں میں ہو گا کہ ہم حق و باطل کے تجزیہ کی کوشش کر رہے ہیں۔ دو دن سے ہمارے آپ کے درمیان سیرت پاک پر گفتگو ہوئی' جس میں رسول ﷺ کے خاندان کا ذکر آیا' رسول ﷺ کی نورانیت کا ذکر آیا' رسول ﷺ کے علم کا ذکر آیا۔ یہ تمام چیزیں ہمارے درمیان زیرِ بحث آ چکی ہیں۔

آج اس سلسلے کو ختم کر کے میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے میں ہاتھ جوڑ کر گزارش کروں گا کہ اپنے دل سے یہ پوچھئے کہ رسول ﷺ زیادہ اہم ہیں یا راوی زیادہ اہم ہیں؟ کتابوں کے لکھنے والے زیادہ اہم ہیں یا قرآن کو اللہ سے لے کر ہم تک پہنچانے والا زیادہ اہم ہے؟ اگر دونوں کے درمیان کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے تو ہم کس کا ساتھ دیں گے؟

آپ انصاف سے بتایئے کہ اسلامی تاریخ میں جو روایتیں تیار کی گئیں اور جو حدیثیں گھڑی گئیں اس کے اندر رسول ﷺ کی شان کے خلاف بہت سی حدیثیں لکھی گئیں اور بہت ہی مستند کتابوں میں وہ حدیثیں آ گئیں' کیسے آ گئیں' کیوں آ گئیں' کس وجہ سے آ گئیں' کس کے ذریعے سے آئیں؟

ہمیں اس سے غرض نہیں ہے!

اس لیے کہ جب اس بات کو چھیڑیں گے تو پھر وہی جذبات کا معاملہ ہوگا' اور ذاتی محبتوں کا معاملہ ہوگا۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہے کہ یہ کیسے آ گئیں؟ لیکن کتابیں ہمارے ہاتھ میں ہیں' ان کے اندر یہ حدیثیں ہمیں ملتی ہیں' کیسے آ گئیں؟

یہ ہم تحقیق نہیں کریں گے۔

کون ذمہ دار ہے اس کا؟

یہ ہم پلٹ کر پوچھنے نہیں آئیں گے۔ لیکن کم از کم آج کی دنیا میں پڑھا لکھا مسلم طبقہ جو ہے' مسلم معاشرہ وہ بیٹھ کر ان کتابوں کو کھول کر سارے فرقوں کو بٹھا کر یہ فیصلہ تو کرے کہ اس کے اندر صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟

حضورؐ کو ایک طرف تو ہم یہ مانتے ہیں کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروںؑ کے سردار ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو سلسلۂ نبوت و عصمت و طہارت و بلندی ہے اس سب کی سرداری حضور ﷺ کے پاس ہے اور یہ سرداری ہمارے پاس قرآن سے ثابت ہے کہ آپؐ ان سب کے سردار ہیں۔ لیکن جو ان سب کا سردار ہو اس کو چالیس سال تک یہ نہ معلوم ہوگا کہ وہ کون ہے؟

اب انصاف سے بتایئے!

اور اگر اس کو چالیس سال تک معلوم نہیں ہے کہ کون ہے۔ ان چالیس برسوں میں حضور ﷺ کیا تھے؟

اُمتی تھے کہ رسول تھے؟

اگر اُمتی تھے تو کس کے اُمتی تھے؟ عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتی تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کے؟ رسول اُمتی سے افضل ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کوئی رسول، حضورؐ سے چالیس سال تک افضل رہا۔ جب یہ رسول بن گئے تو یہ اس سے افضل بن گئے؟

غور طلب بات یہ ہے کہ نورانیت کا اگر آپ انکار کریں گے' آپ بڑی مشکل میں پھنس جائیں گے' آپ کو کہیں سے نکلنے کا راستہ نہ ملے گا۔ اگر یہ اُمتی تھے اور رسول نہیں تھے جب کہ قرآن کہہ رہا ہے:

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (سورۂ آل عمران' آیت ۱۴۴)

"نہیں ہیں محمدؐ مگر رسول۔"

اب جس دن دنیا میں آئے اس دن بھی رسول تھے' جس دن دنیا سے گئے اس دن بھی رسول تھے۔ اب رہ گیا یہ کہ اعلان کس دن کیا؟

دیکھیے!

اعلان الگ بات ہے اور رسول ہونا الگ بات ہے۔ میں دو دن پہلے اگر بمبئی آ گیا محرم کی مجلسیں پڑھنے تو کیا میں ذاکر نہیں ہوں؟ (نعرۂ حیدری)

سوچنے کے قابل بات ہے عزیزانِ گرامی!

ہم لوگ ان کو چالیس برس سے پہلے بھی کارِ رسالت سے الگ نہیں مانتے۔ اُس زمانے میں تبلیغ کا عنوان الگ تھا اور چالیس برس کے بعد تبلیغ کا عنوان الگ تھا۔

آپ یوں سمجھ لیجیے کہ جب گرمیاں آتی ہیں خاص طور پر ہمارے علاقوں میں تو تیز سورج چمکتا ہے' لو چلتی ہے' گرمی ہوتی ہے' گرم ہوا چلتی ہے اور زمینیں بالکل تپنے لگتی ہیں اور زمینوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ پھر اس کے بعد موسم بدلتا ہے' ابر رحمت آتے ہیں' بارش شروع ہوتی ہے' زمین نرم ہوتی ہے۔ بالکل کسان نکلتا ہے' پھر اس کے اندر کھیتی کرتا ہے' ہل چلاتا ہے۔ جب کھیت تیار ہو جاتے ہیں تو اس کے اندر دانہ ڈالتا ہے تو کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔

عزیزانِ گرامی!

یہی مسئلہ انسان کا بھی ہے۔ دماغوں کی زمینیں جہالت کی دھوپ میں تپ رہی تھیں' ابر رحمت آیا' رحمۃ للعالمینؐ دنیا میں تشریف لائے۔ آپؐ کی رحمت کا پانی برسا۔ آپؐ نے اپنے کردار کے جواہر انسانی ذہن میں ملائے۔ نیکی اور بدی کی تعلیم دی اپنے اخلاق سے' اپنے کردار سے' اپنی سیرت سے' اپنی مروت سے' اپنی اچھی و میٹھی زبان سے انسان کو انسان بنایا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو اچھے اور بُرے میں تمیز نہیں کرتے تھے ان کے اندر اچھائی اور بُرائی کا احساس پیدا کیا۔ وہ کہنے لگے: وہ صادق جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صداقت پہچاننے لگے کہ کیا ہے۔ امین جا رہا ہے۔ اس کا مطلب امانت سے واقف ہو گئے تھے۔ وہ قریش کا تارہ جا رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سمجھ گئے تھے کہ کردار کیا شئے ہے۔

اب جب ذہنوں کی زمین تیار ہو گئی چالیس سال میں تو کہا:

قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (نعرۂ حیدری)

اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مکہ میں بھیجا۔ سب سے بڑا رسولؐ مکہ میں آیا

ہے۔ ویسے تو کوئی زمین کا حصہ ایسا نہیں ہے جہاں اللہ کا رہبر نہ آیا ہو۔

قرآن مجید نے صاف لفظوں میں بتایا:

اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورۂ رعد آیت ۷)

"آپ کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔"

جہاں جہاں انسانی وجود تھا' وہاں وہاں پیغمبرؑ آئے۔ یہ اور بات ہے کہ ہمیں ان کے نام معلوم ہیں کہ نہیں' ہمیں ان کا زمانہ معلوم ہے کہ نہیں۔ لیکن قرآن سے یہ ثابت ہے کہ جہاں جہاں انسان تھا' وہاں وہاں نبیؑ آئے۔ لیکن اپنے حبیبؐ کو اللہ نے مکہ میں بھیجا۔ مکہ آج حضور ﷺ کی وجہ سے معزز ہو گیا۔ اللہ کا گھر بن گیا وہاں' اس لیے معزز ہو گیا۔ ورنہ یوں اگر دیکھا جائے تو مکہ ایک ایسی جگہ ہے' جہاں کھیتی باڑی بھی نہیں ہوتی۔ جہاں زیادہ وسائل بھی زندگی کے نہیں ہیں۔ کشمیر کی طرح ہرا بھرا بھی نہیں ہے۔ یورپ کی طرح سرسبز و شاداب بھی نہیں ہے۔ ایک بے آب و گیاہ علاقہ ہے اور اس زمانے میں بھی جو حجاز تھا' مکہ تھا جہاں' وہاں کوئی خاص تہذیب اور کوئی کلچر جنم نہیں لے رہا تھا۔ جو تہذیب کے مرکز تھے ان میں ایران تھا' یونان تھا' ہندوستان تھا' مصر تھا۔ یہ ٹھکانے جو اس وقت تہذیب کے مرکز تھے۔ لیکن حجاز جو ہے اس کو لوگ تہذیب کے مرکز کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے۔ اللہ نے اس وادی غیر ذی ذرع میں جہاں کھیتی باڑی بھی نہیں ہوتی ہے' اپنا سب سے بڑا نبیؐ بھیج دیا۔

کیوں صاحب!

میں ایک بات عرض کروں کہ یا اللہ! اتنا بڑا نبیؐ یونان میں آتا' مصر میں آتا' ایران میں آتا' ہندوستان میں آتا تو اس کی قدر بھی ہوتی۔ یہ بے پڑھے لکھے

عربوں میں جو جہالت کی اعلیٰ سطح پر فائز تھے ان میں بھیج دیا۔ یہ کیا کیا؟

عزیزانِ گرامی! بس!

بس دو جملے سن لیجیے تاکہ بچوں کی سمجھ میں آ جائے کہ حضور ﷺ مکہ میں کیوں آئے تھے؟ تہذیب کے مرکزوں میں کیوں نہیں آئے؟

آپ نے مجھے بمبئی میں تقریر کرنے کے لیے بلایا۔

کہا: مولانا! بہت زبردست انتظام ہے' بہت زبردست جلسہ ہو رہا ہے' بہترین پنڈال ہے' بہترین فرش بچھا ہے۔ ہر ایک کی تمنا ہے کہ آپ تقریر کریں۔ آپ کی تقریر سے بڑی اُمیدیں وابستہ ہیں۔ یہ ہے' وہ ہے۔

بہت تعریفیں کر کے مجھے بلایا اور جب میں آیا تو لوگوں نے مجھے گھیر لیا کہ اب آپ کے ہاتھ میں ہماری عزت ہے۔ اتنے مہینے سے دوڑ رہے ہیں' کوشش کر رہے ہیں ایسی تقریر ہو جائے کہ بمبئی والے یاد رکھیں اور بس! تذکرے رہیں اس کے اور ہماری بس! آپ ہی کے اُوپر ہے جو کچھ ہے۔

اب جو ہم اسٹیج پر پہنچے۔ ہم نے یہ منظر دیکھا کہ سامنے کچھ وحشی بیٹھے ہوئے ہیں' پتھر لیے ہوئے ہاتھوں میں تو بوکھلا کر میں نے دائیں طرف دیکھا کہ شاید کوئی مدد (support) مل جائے گی۔ دیکھا کہ کچھ دیوانے بیٹھے ہمیں منہ چڑا رہے ہیں۔ بائیں طرف دیکھا شاید اِدھر کوئی بیٹھا ہو' دیکھا کہ اِدھر بچے شور کر رہے ہیں۔ ایسی گھبراہٹ ہوئی کہ ہم اسٹیج سے نیچے۔ جیسے ہی اسٹیج سے نیچے گئے ویسے ہی سارے بلانے والوں نے گھیر لیا۔

کہا: آپ نے تو ہماری ناک کاٹ کر رکھ دی۔ آپ نے ہمیں ذلیل کر کے

رکھ دیا' بڑی اُمیدوں سے بلایا تھا' بڑی حسرتوں سے بلایا تھا' بڑی تعریف کی تھی آپ کی' مگر آپ تو دو جملے نہ بول سکے۔

جتنا غصہ ان کو تھا اتنا غصہ مجھے تھا۔

میں نے کہا: آپ نے مجھے یہاں بلا کر ذلیل کیا۔ میں کس کے سامنے بولتا؟ ان وحشیوں کے سامنے جو میرا سر کچل دیتے' ان پاگلوں کے سامنے جو منہ چڑا رہے تھے' ان بچوں کے سامنے جنھوں نے شور ڈال کر میرا جینا حرام کر دیا تھا۔ میں ان کے سامنے بولتا' اگر مجھ کو بلانا ہی تھا تو سنجیدہ مجمع بلایا ہوتا؟

عزیزانِ گرامی!

اگر میں اچھے لوگوں سے واہ واہ کرا لوں تو یہ کمالِ تقریر ضرور ہے لیکن معجزۂ تقریر نہیں ہے۔ لیکن اگر تقریر میں جوہر ہو کہ وحشی مہذب ہو جائیں' دیوانے صحیح الدماغ ہو جائیں' بچے سنجیدہ ہو جائیں۔ یہ معجزۂ تقریر ہے۔ اللہ کا رسولؐ اگر مصر میں آتا' ایران میں آتا' ہندوستان اور یونان میں آتا تو کمالِ ہدایت ظاہر ہوتا' عرب میں آ کر اعجازِ ہدایت ظاہر کیا ہے (نعرۂ حیدری)۔

چالیس سال تک اپنے کردار کے پانی سے انسانی ذہن کو سینچا اور اس کے بعد رسالت کا اعلان کر دیا۔

یہاں پر پھر مجھے اعتراض ہے اسلام کی تاریخ پر! جو لکھتے ہیں: پہلی مرتبہ غارِ حرا میں جب جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو ڈر گئے۔

کون ڈر گیا؟

سب سے بڑا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈر گیا' مرسلِ اعظمؐ ڈر گیا' آدمؑ' نوح علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام

کا سردار ڈر گیا (معاذ اللہ)۔

کس سن میں؟

چالیس برس میں۔

جس کا وصیؑ پیدا ہوتے ہی اژدھے کو چیر دے اس کا سردار نبیؐ جبرئیل علیہ السلام

سے ڈر گیا (نعرہ حیدری)۔

جی!

جس کا وصیؑ نہ ڈرے اس کا نبیؐ ڈر گیا۔

آپ سوچیے!

یہ کیا ہے آپ کے گھر کے اندر کمال؟

وہاں سے ڈرے ہوئے گھر میں آئے بیوی کے پاس۔

کہنے لگے:

دثّرونی دثّرونی

"مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔"

پوچھا: کیا ہوا، خیر تو ہے؟

انھوں نے کہا: میں وہاں گیا تھا غار میں تو وہاں میں نے ایسی ایسی صورت دیکھی ہے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔

خیر!

وہ کمبل انھوں نے اوڑھایا، تسلی دی۔

بہرحال! اب ذرا سنیے گا!

دیکھئے!

کیا کیا چکر ہیں۔

ان کے چچازاد (cousin) تھے' ان کا نام تھا ورقہ بن نوفل ۔ وہ حضرت خدیجہؓ کے کزن تھے۔ اُنھوں نے تورات پڑھی تھی' انجیل پڑھی تھی۔ یعنی یہ رسولؐ تو (معاذاللہ) بے پڑھے لکھے تھے۔ مگر ان کے کزن جو تھے' وہ پڑھے لکھے آدمی تھے' اُنھوں نے تورات پڑھی تھی' انجیل پڑھی تھی۔

اب ظاہر ہے کہ گھر میں جو کوئی پڑھا لکھا ہوتا ہے' جب کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو آدمی اس کے پاس جاتا ہے۔

ان کی بیوی اپنے کزن کے پاس گئیں۔

کہا: بھیا! میرا شوہر ڈر گیا ہے۔

اُنھوں نے کہا: کیا ہوا کیوں ڈر گیا ہے؟

کہنے لگیں: وہ غار میں جاتا تھا اور وہاں اس کو ایسی ایسی شکل دکھائی دی اور وہاں سے ڈرا ہوا آیا اور میں نے اس کو کمبل میں لپیٹ کر لٹا دیا ہے۔ اب میں تمھارے پاس آئی ہوں بتاؤ میں کیا کروں؟

وہ چوں کہ پڑھے لکھے تھے۔

دیکھئے!

کیا دبے پاؤں عیسائیت و یہودیت کا احسان اسلام پر آ رہا ہے؟

آپ ان کی مکاریاں تو دیکھئے!

وہ چوں کہ پڑھے لکھے تھے' تورات و انجیل پڑھے ہوئے تھے لہٰذا اُنھوں نے

کہا: ارے! گھبراؤ نہیں اپنے شوہر کو مبارک باد دے دو وہ نبی ہونے والا ہے۔ وہ فرشتہ تھا' وہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آیا تھا' اس سے کہو پھر جائے وہاں۔

یہ وہاں سے خوشی خوشی نکل کر آئیں' وہ کمبل اوڑھے ڈرے ہوئے لیٹے تھے۔

کہا: ارے! کیا ڈرے لیٹے ہو تم نبی ہو رہے ہو۔ میرا کزن تورات وانجیل کا عالم ہے' اس نے خبر دی ہے۔

کیوں مسلمانو!

کیا تمہارا نبی اتنا بھولا تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں سے تصدیق کرائی جا رہی ہے (معاذ اللہ) ؟ (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

یہ نبیؐ ہے۔

اب ان کی بیوی نے آ کر کہا: میرے کزن نے یہ کہا ہے اور وہ پڑھا لکھا آدمی ہے' تورات وانجیل کا عالم ہے' تم جاؤ ڈرو نہیں' گھبراؤ نہیں۔

خیر!

جب اُنھوں نے تسلی دی اور ہمت بندھائی تو یہ پھر جانے لگے۔ ایک دن وہ پھر دکھائی دیا۔ اب کی جو دکھائی دیا تو ذرا دل ٹھہرا تھا تو رُکے وہاں۔ اس نے کہا:

اِقْرَأْ

''پڑھو''

اب یہ قرآن میں بھی لکھا ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ (سورۂ علق' آیت ۱)

"اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے تمہیں خلق کیا ہے۔"

سوال یہ ہے: ایک بات کا جواب دے دیجیے آپ خالی کہ کسی جاہل سے کہتا ہے: آدمی پڑھو یا کسی پڑھے لکھے سے کہتا ہے: پڑھو؟ (نعرۂ حیدری)

عزیزانِ گرامی!

اب ان لوگوں کی روایت ہے!

آپ نے کہا: میں پڑھا لکھا نہیں ہوں میں کیا پڑھوں؟

اس نے پکڑا اور پکڑ کر ان کو لٹا دیا اور سینہ چاک کیا۔ سینہ چاک کر کے ان کا دل نکالا۔

سنیے!

یہ سب ان کی بڑی معتبر کتابوں میں ہے!

سینہ چاک کر کے دل نکالا اور وہاں اپنے ساتھ سونے کا لوٹا اور سونے کا طشت لایا تھا' پانی بھی وہیں سے لایا تھا۔ سب انتظام تھا اس کے پاس۔ اس نے دل نکال کر دھویا۔

یہ کس کا دل دھل رہا ہے؟

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کے سردار کا۔ اس کے بعد پھر دل کو چیرا' اس میں سے کچھ نکال کر پھینکا اور اس کے پاس کوئی چمکتی ہوئی شے تھی' وہ رکھ دی اس میں' پھر بند کیا۔ اب اس سینے میں دل فٹ کر کے اس کو ٹھیک کر دیا (معاذ اللہ)۔

یہ لوگوں کی بڑی معتبر ترین کتابوں میں روایت ہے۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔

جو نورِ اوّل ہو جو اللہ کی پہلی مخلوق ہو' اس کا دل دھلے گا؟

ایک چیز ایسی ہے' جو تین یا چار دن پہلے میں پڑھ چکا ہوں۔ لیکن وہاں اتنا مجمع نہیں تھا جتنا یہاں ہے۔ لہٰذا میں اس کو دوبارہ بیان کر دیتا ہوں۔ یہ بھی ملاں کی جہالت ہے جو حدیث گڑھی گئی ہے۔ اس لیے کہ پہلے آدمیوں کے دماغ میں یہ خیال تھا کہ خیال کا مرکز' محبت کا مرکز' فراق کا مرکز' یادوں کا مرکز دل ہے۔ لیکن اب فلسفہ بدل گیا ہے' اب یہ ہے کہ دل کی کوئی حیثیت نہیں رہ گئی ہے صرف پمپنگ مشین ہے' پورے جسم کا خون لیتا ہے اور جسم میں بھیج دیتا ہے۔ اس سے زیادہ دل کا رول ہی نہیں ہے جو کچھ یادداشت ہے جو کچھ میموری ہے' جو کچھ خیالات ہیں' جو نفرت ہے' جو عداوت ہے' سب دماغ کے اندر رہتا ہے' دل کے اندر کچھ نہیں رہتا۔ اس زمانے کا ملاں بے خبر تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ دل خیالات کا مرکز ہے۔ اب اگر ملاں پڑھا لکھا ہوتا تو دماغ دھلواتا' دل نہ دھلواتا۔

سمجھے آپ!

یہ مسئلہ ہے یہاں۔

کیوں صاحب!

میں آپ سے انصاف سے پوچھتا ہوں: کیا اس اکیسویں صدی میں یہ سب خرافات تاریخ میں رہے یا نکال کر پھینک دیے؟

اب میں کہاں تک عرض کروں؟!

یہ تو وہ سلسلے ہیں کہ اگر بیان کرتا رہوں تو وقت گزرتا رہے گا۔

اس کے بعد پھر کردار رسول ﷺ کی منزل آتی ہے۔ میں پوری تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے اور پوری طرح منبر کے آداب کا احترام کرتے ہوئے جو

بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں' وہ یہ ہے کہ جھوٹے راویوں نے سرورِ کائنات ﷺ کے سلسلے میں ایسی روایتیں لکھی ہیں' جو ہم اپنے بزرگوں کے لیے پسند نہ کریں۔

اب میں کیا بتاؤں؟!

وہ چیزیں میں پڑھ نہیں سکتا منبر پر۔ لیکن ان چیزوں کے نتیجے میں گزشتہ صدی میں دو کتابیں آئی ہیں' آغاز میں "رنگیلا رسول" (معاذاللہ) آیا اور آخر میں سلمان رشدی کی کتاب آئی۔ یہ سب کتابیں جو آئیں ان کا ذریعہ (source) جو ہیں وہی چالیس حدیثیں ہیں جو دشمنانِ رسالت نے مسلمان بن کر رسول ﷺ کی شان میں گڑھیں۔

سمجھے آپ!

میں وہ سنا نہیں سکتا' نہ منبر کی تہذیب اجازت دیتی ہے' نہ مجمع کی تہذیب اجازت دیتی ہے۔

ہاں! ایک روایت آپ کو سنا دوں!

ایک دن نماز پڑھانے آ گئے' تھوڑی سی نماز پڑھائی تھی کہ نماز توڑ دی۔

لوگوں نے پوچھا: کیا ہوا؟

کہنے لگے: ارے بھائی! ہم نے غسل کرنا تھا بھول گئے (معاذاللہ)۔

چلے گئے غسل کرنے وہاں سے غسل فرما کر آئے۔

راوی کہتا ہے: میں نے دیکھا کہ بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور نماز پڑھا رہے تھے۔

کیوں صاحب!

تمھاری مسجدوں میں پیش نماز ہوتے ہیں؟ اگر کسی پیش نماز سے یہ حرکت ہو جائے تو جماعت والے کہیں گے: صاحب! اب آپ کل سے زحمت نہ کیجیے گا۔

آپ چار آدمیوں کی پیش نمازی کے لیے ایسے کو نہ رکھیں گے جو بھول جائے اور مرسلِ اعظمؐ ایسے کو بنا دیں جو بھول جائے (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

اوپر سے سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ جب ہم ان حدیثوں پر تنقید کرتے ہیں اور ان کو چیک کرتے ہیں اور ان پر اعتراض کرتے ہیں تو لوگ آستینیں اُلٹنے لگتے ہیں۔

ہائیں! ارے! آپ اس کتاب کو نہیں مانتے؟

ہائیں! اس کتاب میں لکھی ہے۔

ہائیں! آپ نہیں مانتے' اس میں لکھی ہوئی ہے' جناب! کیسے آپ انکار کرتے ہیں؟ کیسے آپ مسلمان ہیں؟

یعنی آپ کو کتاب پیاری ہے' رسول ﷺ پیارا نہیں ہے؟ (نعرۂ حیدری)

باقی رہ گیا یہ!

بھائی چیک کرنا تو ہمارا حق ہے۔

کیوں صاحب!

میں آپ کو زندگی کی مثال دیتا ہوں!

اخباروں میں شور ہے' ٹی وی پر' ریڈیو پر آ رہا ہے کہ ملک دشمن طاقتیں جو ہیں' وہ جعلی نوٹ چلا رہی ہیں۔ ملک میں جعلی نوٹوں کی کثرت ہو رہی ہے اور آپ نے ہم کو ایک لاکھ روپے کی گڈی تھما دی' ہزار ہزار کے نوٹ۔ اب ہم ایک ایک نوٹ چیک

کر رہے ہیں اور آپ بگڑے جاتے ہیں اور کہتے ہیں: صاحب! آپ کو اعتبار نہیں؟

ارے بھائی!

دس' پانچ کی گڈی ہو اور ایک آدھ اگر جعلی بھی نکل آئے تو برداشت کر لیں گے مگر یہ تو ہزار ہزار کے نوٹ ہیں دو چار ان میں جعلی نکل آئے تو ہمارا نقصان ہو جائے گا۔ اس لیے ہم ایک ایک نوٹ چیک کر رہے ہیں۔ ہم چیک کر رہے ہیں اور آپ خفا ہوئے جا رہے ہیں۔

آپ ہمیں یہ بتائیے کہ مارکیٹ میں جعلی نوٹ ہیں کہ نہیں؟

اگر پورے ہندوستان کی مارکیٹوں میں ایک بھی جعلی نوٹ نہیں ہے تب تو ٹھیک ہے آپ ہم سے کہہ سکتے ہیں کہ اس گڈی کو کیوں چیک کر رہے ہیں اور اگر برابر سے جعلی نوٹ چل رہے ہیں تو ہمارے چیک کرنے پر ناراض نہ ہوئیے۔

اسی طرح ہم آپ سے پوچھتے ہیں: اسلام میں جھوٹی حدیثیں ہیں کہ نہیں؟ (نعرۂ حیدری)

اگر اسلام میں جھوٹی حدیثیں ہیں تو ہمیں چیک کرنے کی اجازت دیجیے۔

یہ بھی سمجھ لیجیے آپ!

نوٹ کی عزت تبھی ہے' جب اصلی ہو۔ جو حکومت انڈیا نے جاری کیا ہے' وہی نوٹ ہے' باقی جو ہے وہ نوٹ نہیں ہے چاہے بشکل نوٹ ہو اور آدمی اسے دیکھ کر دھوکہ کھائے۔ مگر وہ نوٹ نہیں ہے' وہ جرم ہے۔ اس کا چلانا بھی جرم ہے' اس کا رکھنا بھی جرم ہے' اس کا دوسرے کو دینا بھی جرم ہے' اس کو پھینک دیجیے۔ اس میں آپ کے امن و امان کی خیریت ہے۔ اصلی نوٹ وہ ہے جو حکومت انڈیا کی طرف سے جاری

ہو۔ اسی طرح اصلی حدیث وہ ہے جو محمد عربی ﷺ کی زبان سے نکلے (نعرۂ حیدری)۔

سمجھ گئے حضور!

اصلی حدیث وہ ہے جو زبانِ رسالتؐ سے نکلے اور کوئی اپنی بات رسولؐ کی طرف منسوب کردے تو وہ جعلی نوٹوں کی طرح ہے۔

اب جب جعلی نوٹ چلنے لگے تو سرکار نے مشینیں بنائیں، لگا لیں، نوٹوں کی گٹھی اس میں جتنے جعلی ہیں سب نکال کر پھینک دے گی۔

محبوبؐ! ہم جعلی حدیثوں سے دوچار ہونے والے تھے تُو نے کوئی مشین بنائی؟

کہا: ہاں! مشین ہم نے بھیج دی ہے۔ اس مشین کا نام ہے قرآن۔ جتنی حدیثیں ہیں ان سب کو لا کر قرآن پر چیک کرتے رہنا۔ اگر مطابق قرآن ہیں تو قولِ رسولؐ ہیں اگر خلاف ہیں تو جعلی ہیں (نعرۂ حیدری)۔

اسلام کی کتابوں میں ایسی سینکڑوں حدیثیں آ گئیں جن کے بنانے والوں کا کوئی بھروسہ نہیں کہ وہ کون ہیں اور ہمیں اعتبار اس لیے نہیں رہا کہ راویوں، محدثوں، مفسروں کا کردار ہمارے لیے مشکوک ہو گیا۔

انھوں نے کہا: بڑا بہترین شربت بنا ہے فلاں سبیل پر ایک ہزار گلاس بنا کر رکھے ہیں انھوں نے۔

کہا: ٹھیک ہے۔

کہا: مگر ایک بات ہے سمجھ بوجھ کر پیجیے گا۔

کہا: کیوں؟

کہا: ایک گلاس میں زہر ہے جو پیے گا وہ مر جائے گا۔

آپ یقین مانیے!

ہزار گلاس یوں ہی رکھے رہیں گے' کوئی چھوئے گا نہیں۔

معلوم ہوا کہ اگر ایک گلاس میں زہر ہے تو نوسوننانوے (۹۹۹) گلاس بے کار ہو جائیں گے۔

عزیزانِ گرامی!

ہم کیسے ایمان لے آئیں بغیر پرکھے ہوئے؟ اس لیے کہ جو لوگ منبروں پر بیٹھ بیٹھ کر علی علیہ السلام کو بُرا کہہ رہے تھے۔ جنھوں نے امام حسن علیہ السلام کے مقابلے میں امیر شام کا ساتھ دیا۔ جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کے مقابلے میں یزید (لعین) کا ساتھ دیا۔ وہی جب راوی بن گئے' محدث بن گئے' تو ہم ان پر کیسے بھروسہ کرلیں؟ جن کا ایمان چند پیسوں میں بک جائے ان کی ان بناوٹی حدیثوں کا بھروسہ کیا؟ ان کے قول کا اعتبار کیا؟ وہ بنو اُمیہ کی خوشی کے لیے کردارِ رسولؐ بھی بگاڑ سکتے ہیں' کردارِ آلِ رسولؐ بھی بگاڑ سکتے ہیں۔ جو چاہیں وہ کر دیں اور بھولے بھالے لوگ دولت کے نشے میں چُور ان پر ایمان بھی لے آئیں گے۔ لہٰذا وہ روایتیں نہیں مانتے۔

کیوں نہیں مانتے؟

اگر وہ شربت نہیں پیتے جس میں زہر ملا ہے تو اسی طرح ہم ان روایتوں جام نہیں اُٹھاتے جس میں خونِ حسین علیہ السلام شامل ہے (نعرۂ حیدری)۔

میں مسلم علما سے گزارش نہیں کرتا' ان پر میری تقریر کا اثر نہیں ہوگا' مجھے معلوم ہے۔ میں مسلم اُمت سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ ہمارے دردِ دل کو سمجھئے' ہم اپنے گھرانے کے لیے' اپنے ماں باپ کے لیے' اپنے بزرگوں کے لیے نہیں کہہ رہے کہ

آپ ان کی عزت کیجئے' ان کا احترام کیجئے' ہم تو رسول اللہ ﷺ کی بات کرتے ہیں' مرسل اعظم ﷺ کی بات کرتے ہیں۔ جس کا کلمہ ہم سب پڑھتے ہیں' میں اس کی بات کر رہا ہوں کہ تمام اُمت کو چاہیے کہ اس طرح کی تمام توہین آمیز باتوں کو اپنی کتابوں سے ختم (delete) کر دیں' نکالیں' ہٹائیں۔ اس لیے کہ کل کو اگر صحیح تحقیق (research) نہیں ہو پائی تو آج ہو جائے۔ آدمی جب بھی ٹھیک ہو جائے اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔

سوچیے!

یہ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ دل پر اثر کرتا ہے یا نہیں کرتا؟ یہ باتیں جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہیں کیا آپ کا دماغ یہ مانتا ہے کہ یہ شانِ رسالتؐ کے خلاف ہیں؟ اگر آپ کا دماغ یہ کہتا ہے: ہاں! یہ باتیں جو رسولؐ اللہ کی طرف منسوب ہیں۔ یہ شانِ رسالتؐ کے خلاف ہیں تو پھر ان سب چیزوں کو اسلام کی تاریخ سے نکال کر پھینک دیجیے۔ لکیر کے فقیر کب تک بنے رہیں گے؟ نئی تحقیق سے فائدہ اُٹھائیے۔

ذکرِ مصائب: شہادت حضرت عون و محمد علیہم السلام

عزیزانِ گرامی!

یہی وہ چیز ہے کربلا کی روشنی میں سامنے آئی۔ کربلا چیک کر رہی ہے اسلام کو' سیرت رسول ﷺ کو' قرآن کو' کعبہ کو۔

دیکھئے!

لوگ کہتے ہیں: واقعہ کربلا ہوا تو کیا ہوا' دنیا میں آج بھی بُرائی ہے؟

یوں نہ سوچیے' یوں سوچنے کا انداز غلط ہے۔ اگر آپ اس طرح سوچیں گے تو

ایک نیا سوال کھڑا ہو جائے گا کہ اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کو بھیجا تو کیا ہوا آج بھی بُرے موجود ہیں دنیا میں؟ چوری بھی ہو رہی ہے' قتل بھی ہو رہا ہے' بُرائی بھی ہو رہی ہے' کل سے زیادہ ہو رہی ہے۔ ایک عزاداری کی ہی بات ہے پورا الٰہی مشن اس داؤ پر لگا ہوا ہے۔

تو سمجھئے الٰہی پالیسی کیا ہے؟

الٰہی پالیسی ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۶)

اللہ نے زبردستی کسی پر نہیں کی ہے۔ آپ کا دل چاہے نماز پڑھیں' دل چاہے نماز نہ پڑھیں' اللہ نے بتا دیا کہ نماز واجب ہے۔ آپ کا دل چاہے روزہ رکھیے' دل چاہے روزہ نہ رکھیے' اللہ نے بتا دیا کہ روزہ واجب ہے۔

عزیزانِ گرامی!

جو اللہ نے نہیں کیا وہ حسین علیہ السلام کیوں کریں گے؟ زبردستی نہیں ہے' حسینؑ نے راستے بتا دیئے' ایک حسینیؑ راستہ ہے' ایک یزیدی راستہ ہے۔ چاہے اِدھر چلے جائیں' چاہے اُدھر چلے جائیں۔

انھوں نے کہا: صاحب! بُرائیاں کیوں دور نہیں ہو رہیں؟

بُرائیاں آدمی کے اندر ہیں' نہیں دور ہوں گی۔ حسین علیہ السلام کیا کریں' زبردستی تھوڑی تھی۔

ہاں!

کربلا کے میدان میں دو فوجیں لا کر کھڑی کر دیں آمنے سامنے کہ دونوں کلمہ

گو ہیں۔ دونوں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہہ رہے ہیں دونوں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہہ رہے ہیں۔ اب اگر تمہارے دماغ میں تھوڑی سی بھی عقل ہے تو خود فیصلہ کرلو کہ ان میں صحیح "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کون کہہ رہا ہے اور غلط کون کہہ رہا ہے۔

اسی لیے کربلا میں آئے اور کربلا میں آئے تو دوسری محرم سے لے کر نویں محرم تک قیام کیا۔ ساتویں محرم سے پانی بند ہو گیا۔ بچے پیاس سے بے قرار ہو رہے تھے، "العطش" کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ نویں محرم آئی، عصر کا وقت آیا، امام عالی مقام علیہ السلام نویں محرم کو وقت عصر اپنے خیمے میں تشریف فرما تھے کہ شہزادی زینب بھائی کے خیمے میں آئیں۔ بہن کی آہٹ محسوس کی۔ سر اٹھا کر دیکھا۔

کہا: بہن! کیسے تشریف لائیں؟

کہا: بھیا! میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ ہمارے خیموں کی طرف لشکر بڑھ رہا ہے گھوڑوں کے سموں کی آواز آ رہی ہے۔

حسین علیہ السلام نے محسوس کیا۔

کہا: بہن! آپ صحیح کہتی ہیں۔

اچھا! عباس علیہ السلام کو بلوائیے۔

حضرت زینب نے عباس علیہ السلام کو بلوایا۔

امام نے پوچھا: بھیا! کیا بات ہے؟

کہا: آقا! دشمن کا لشکر ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔

ذرا اندازہ کریں!

دشمن بڑھ رہا تھا مگر باہر سے اطلاع نہیں آئی اندر سے آئی۔ اس کا مطلب

یہ ہے کہ عباس علیہ السلام کی نظروں میں سما نہیں رہا تھا لشکر۔

کہا: جا کر پوچھو ان کا ارادہ کیا ہے؟

حضرت عباس علیہ السلام آگے گئے۔ جب حضرت عباس علیہ السلام آگے سے گئے تو اُدھر سے لشکرِ زنا کا سامنے پہنچ گئے لشکر کے۔

کہا: کیا ارادہ ہے تمہارا؟

انھوں نے کہا: ہمارے امیر نے حکم دیا ہے کہ جنگ چھیڑ دی جائے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہاتھ میں نیزہ تھا' وہیں کھڑے کھڑے زمین پر ایک لکیر بنائی۔

کہا: خبردار! کوئی اس لکیر سے آگے نہ بڑھے۔ میں اپنے آقا سے پوچھنے جا رہا ہوں' میرے آقا جیسا حکم دیں گے ویسا ہو گا۔

عباس علیہ السلام نیزے سے لکیر بنا کر چلے آئے۔ وہاں کوئی نہیں تھا مگر رعب عباس علیہ السلام پہرہ دیتا رہا۔ امامؑ کے پاس آئے۔

بھیا! دشمن جنگ چھیڑنا چاہتا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: بھیا! ان سے ایک رات کی مہلت لے لو۔

جنگی نکتہ نظر سے تین دن کے پیاسوں کا رات میں لڑنا آسان تھا اس لیے کہ ریگستان رات میں ٹھنڈا ہو جاتا ہے' پیاسوں کا رات میں لڑنا آسان تھا اور دوپہر میں ریگستان دہکنے لگتا ہے۔ پیاسوں کا دوپہر میں لڑنا مشکل تھا۔ لیکن امامؑ کی مصلحت تھی کہ ایک رات کی مہلت لے لی جائے۔

کیوں؟

اس لیے کہ دشمن کے کالے کرتوت پر رات کا پردہ نہ پڑے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ

ہم نے پہچانا نہیں کہ علی اکبر علیہ السلام ہیں۔ ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ علی اکبر علیہ السلام کو کوئی برچھی مار دے۔ ہم نے پہچانا نہیں کہ عباس علیہ السلام پانی لیے جا رہے ہیں۔ وہ اندھیرے میں دکھائی نہیں دیا کہ حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر علی اصغر علیہ السلام ہیں۔ دشمن اپنے سارے رات کے کرتوتوں پر رات کا پردہ ڈال دیتا۔

حسین علیہ السلام نے کہا: دوپہر میں لڑائی ہو گی تاکہ کوئی نہ کہے کہ ہم نے پہچانا نہیں' ہم نے دیکھا نہیں' ہم نے جانا نہیں۔

کہا: جاؤ ان سے کہو کہ ایک رات ٹھہر جائیں کل سویرے لڑائی ہو گی۔

حضرت عباس علیہ السلام تشریف لائے۔

فرمایا: میرے آقا فرما رہے ہیں کہ ایک رات ٹھہر جاؤ۔

آپس میں تھوڑی سی گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد یہ طے ہوا کہ اچھا ٹھیک ہے۔ ایک رات ٹھہر گئے۔ حسین علیہ السلام کے ناصروں نے رات عبادت میں گزاری' یادِ الٰہی میں گزاری' ذکرِ خدا میں گزاری۔ سویرا ہوا' جہاد کا آغاز ہوا' حُر رضی اللہ عنہ نے آ کر قدموں پر سر رکھا' میدانِ جہاد گرم ہوا۔ حُر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے قربانی دی' دوستوں کی قربانیاں ہوتی رہیں' ظہر کی نماز تک حسین علیہ السلام کے دوست موجود تھے لیکن جیسے جیسے کربلا کا سورج ڈھلنے لگا دوست ختم ہو گئے' یہاں تک کہ جب دوست تمام ہو گئے تو اب بنی ہاشمؑ رہ گئے۔

روایت بتاتی ہے کہ بنی ہاشمؑ میں سب سے پہلے اولادِ عقیل علیہ السلام نے اپنی قربانی پیش کی۔ مولا علی علیہ السلام کے بڑے بھائی حضرت عقیل علیہ السلام' جن کے بڑے بیٹے حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کوفہ میں شہید ہو چکے تھے۔ حضرت عقیل علیہ السلام کے بیٹوں

اور حضرت مسلم علیہ السلام کے بیٹوں نے میدانِ جہاد میں آ کر اپنی قربانی پیش کی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب اولادِ عقیل علیہ السلام تمام ہو گئی تو اب اولادِ جعفر طیار علیہ السلام کی باری آئی۔

آج چھٹی رات ہے۔

عزیزانِ گرامی!

آج کی رات آپ فاطمہ زہراؑ کی لاڈلی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی' حسینؑ کی بہن زینبؑ کو ان کے بیٹوںؑ کا پُرسہ دیتے ہیں۔

اے بی بیؑ! اپنے بچوںؑ کا پُرسہ قبول کیجیے۔ سلام ہو اس بی بیؑ پر جو اپنے دو بیٹوںؑ کی شہادت پر خیموں سے نہ نکلی' مگر جب علی اکبر علیہ السلام کی لاش آئی تو خیمے سے نکل آئی۔

ہاں! عزیزانِ گرامی!

بے شک بیٹوں کو سمجھایا تھا۔

کس کے بیٹے تھے؟

حضرت عبداللہؓ ابن جعفر طیار علیہ السلام کے بیٹے' جعفر علیہ السلام کے پوتے' علی علیہ السلام کے نواسے' زینب کبریٰؑ کے لالؑ۔

میں کہہ سکتا ہوں!

میر انیس رحمۃ اللہ علیہ کہہ گئے ہیں: ماں بیٹوں کو سمجھا رہی ہے اور کہہ رہی ہے:

تم کیوں کہو کہ لالؑ، خدا کے ولیؑ کے ہو
فوجیں پکاریں خود کہ نواسےؑ علیؑ کے ہو

علی علیہ السلام کے دونوں نواسے مقتل میں آئے۔ بڑی شان سے لڑے دشمن کے لشکر کو تہ و بالا کیا۔ ماں خیمے میں دعا کر رہی ہے، بیٹے مقتل میں لڑ رہے ہیں۔ ایک مرتبہ ماموں کو آواز دی۔ علی اکبر علیہ السلام چلے، عباس علیہ السلام چلے، حسین علیہ السلام چلے، لاشے لے کر آئے۔

ارے! زینبؑ! تمھارے لالؑ دلہا بن کر آ گئے ہیں۔ تمھارے شہزادوںؑ کی میتیں آ گئی ہیں، حسین علیہ السلام کی میت کو لانے والا کوئی نہ تھا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

نکاتِ حق

- اے آلِ نبیؑ! جس نے تم پر درود نہیں بھیجا اس کی نماز نہیں ہے۔
- نماز جو صرف اللہ کے لیے وہ بھی بغیر ذکر آلؑ مکمل نہیں ہوتی۔
- وہ بی بیؑ جو آیتِ تطہیر کی مصداق ہو اس سے کسی بات کا ثبوت مانگنا' یہ کہاں کا قانون ہے؟
- فدک اسلامی اسٹیٹ کے نام تھا تو وہ کیسا رسول ہے جو اسٹیٹ کی پراپرٹی اپنی بیٹی کو دیے جا رہا ہے۔
- ایسی بی بیؑ انسانیت کی تاریخ میں نہ پیدا ہوئی' نہ پیدا ہوگی۔ جس کا باپ بھی معصومؑ جس کا شوہر بھی معصومؑ جس کے بیٹے بھی معصومؑ جو خود بھی معصومہ۔
- خیبر کے علم کی تمنا تو بہتوں نے کی' مگر مباہلے میں جانے کی تمنا کسی نے بھی نہیں کی۔
- حسین علیہ السلام نے پیاسا رہنا گوارا کیا' پانی کے مسئلے پر تلوار نہیں چلائی۔

مجلسِ ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ لاَ تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ • (سورۂ بقرہ آیت ۴۲)

ارشادِ پروردگارِ عالم ہے:

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب کہ تم جانتے ہو۔"

سلسلۂ کلام ذہن عالی میں ہوگا ہمارے آپ کے درمیان جو گفتگو شروع ہوئی ہے اس کی سمری (summary)' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے رسولؐ کا حق چھپایا ہے اور اس کی ذمہ داری زیادہ تر ان لوگوں پر تھی۔ پہلے تو اسلام کی مخالفت کرتے رہے اور پھر مجبور ہو کر اُنھوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام کو انھوں نے دین نہ سمجھا بلکہ حکومت سمجھا۔ اُنھوں نے حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایسا طبقہ پیدا ہوا ان کے زیرِ اثر کہ جس نے رسولؐ کے بزرگوں کے کردار کو پامال کیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار پامال کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آلؑ کے کردار کو پامال کیا۔

ہم چودہ سو برس کے بعد کے لوگ جب تاریخ پڑھتے ہیں اور اس میں ہمیں تاریکیں دھاندلیاں دکھائی دیتی ہیں۔ دل یہ چاہتا ہے کہ اس کی ایک دفعہ تحقیق ہو کہ

اس کے اندر سچائیاں کہاں تک ہیں؛ حقیقتیں کہاں ہیں اور اصلی باتیں کیا ہیں؟

چناں چہ میں نے رسول ﷺ کے خاندان کے سلسلے میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے سلسلے میں؛ اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰؑ کے سلسلے میں۔ اور اس کے بعد خود سرکار دو عالم ﷺ کے سلسلے میں کل تک کی مجلسوں میں جو چیزیں قابل اعتراض تھیں ان میں سے کچھ چیزیں آپ کے سامنے پیش کیں۔

آج میرا بیان آگے بڑھ رہا ہے اور آج مجھے آلِ رسولؐ کے تعلق سے عرض کرنا ہے کہ رسول ﷺ کی اولاد کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ سب سے پہلی چیز جو سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ آلؑ کی حیثیت سمجھ لیں کہ وہ کیا ہے؟

کیا صرف رسولؐ ہی محترم ہوتا ہے یا رسولؐ کی آلؑ بھی محترم ہوتی ہے؟

میں آپؑ کو قرآنِ مجید کی دو آیتیں سنا کر اپنے بیان کو آگے بڑھاؤں گا جس کے اندر آلِ رسولؐ کی اہمیت واضح ہوگی۔

ارشاد ہو رہا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (سورۃ آل عمران آیت ۳۳)

"اللہ نے چن لیا آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اور عمران علیہ السلام کی اولاد کو تمام عالمین پر۔"

قرآنِ مجید کی یہ آیت ہے اور قرآنِ مجید میں یہ اعلان ہوا ہے: اللہ نے آدم و نوح علیہ السلام کو جس طرح چنا اس طریقے ابراہیم علیہ السلام اور عمران کی آل کو چنا۔

معلوم ہوا جس طرح رسول منتخب ہوتا ہے اسی طرح آلِ رسول بھی منتخب ہوتی ہے۔

اب آیئے!

دوسری آیت:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ (سورۂ حدید آیت ۲۶)

"ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام کو اور ابراہیم علیہ السلام کو اور قرار دیا ان کی ذریت میں نبوت کو اور کتاب کو۔"

معلوم ہوا کہ آل حامل نبوت بھی ہوتی ہے' آل حامل کتاب بھی ہوتی ہے' ل منزل انتخاب میں بھی آتی ہے۔ اگر ذریت ابراہیم علیہ السلام' ذریت عمران علیہ السلام اور ریت نوح علیہ السلام قابل تعریف وقابل انتخاب ہیں تو آل محمدؐ کیوں نہیں ہیں؟

اب آیئے!

آلِ محمدؐ کا تذکرہ میں شروع کرتا ہوں!

رسولؐ کی آلؑ میں پہلا نام کس کا شامل ہوگا؟

آلِ رسولؐ کا مرتبہ آپ کو معلوم ہے کہ کیا ہے؟

آلِ رسولؐ کا مرتبہ اگر معلوم کرنا ہے تو نماز پڑھیے۔

امام شافعی کہتے ہیں:

مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ

"اے آلِ نبیؐ! جس نے تم پر درود نہیں بھیجا اس کی نماز نہیں ہے"(نعرۂ حیدری)۔

نماز کی پابندی کیجئے' نماز کو نہ بھلایئے' نماز آلِ رسولؐ کے قریب لے جاتی

ہے۔ لیکن یہ طے شدہ بات ہے کہ نماز میں جہاں درود محمدؐ پر ہے وہیں آلِ محمدؐ پر بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز جو صرف اللہ کے لیے وہ بھی بغیر ذکر آلِ مکمل نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ آلِ رسولؐ وہ بندے نہیں ہیں جن کا ذکر شرک ہو جائے۔

امام شافعی کا یہ قول کہ "مَن لَم یُصَلِّ عَلَیکُم لَا صَلٰوۃَ لَہٗ" جس نے نماز میں آپ پر درود نہیں بھیجا اس کی نماز نہیں ہوئی۔

نماز، نماز نہیں ہے اس کی جو آلِ رسولؐ پر درود نہ بھیجے اور نماز اعمال کی سردار ہے۔ اگر نماز قبول ہو گئی تو تمام اعمال قبول ہو گئے۔ اگر نماز رد ہو گئی تو تمام اعمال رد ہو گئے۔ اب جنھوں نے دل میں آلؑ سے محبت نہیں رکھی تو نماز تو قبول ہو گی نہیں اب یہ نہ کہیے کہ کیا کسی کا عمل بھی بے کار جاتا ہے (نعرۂ حیدری)۔

سرورِ کائنات ﷺ نے حدیث میں ارشاد فرمایا: میرے اُوپر کٹی ہوئی صلواۃ نہ بھیجنا۔

لوگوں نے کہا: حضور ﷺ! کٹی ہوئی صلواۃ کا کیا مطلب ہوا؟

کہا: یعنی جب مجھ پر صلواۃ بھیجو اور میری اولاد پر نہ بھیجو۔

معلوم ہوا کہ جس طرح رسول ﷺ کے لیے درود ہے ویسے آلِ رسولؐ کے لیے بھی درود ہے۔

اب رسول ﷺ کی اولاد میں پہلا نام کس کا آئے گا؟

دیکھیے!

آپ کو تو معلوم ہے کہ میں لائف سے مجلس پڑھتا ہوں۔

آپ ہی بتائیے آپ کے قریبیوں میں سب سے پہلا نام کس کا آئے گا؟

انسان کے قریبیوں میں سب سے پہلا نام اولاد کا ہوتا ہے۔

سرورِ کائناتؐ کی آلؑ میں پہلا نام جو بلا فصل لکھا جائے گا وہ حضرت سیدہؑ کا نام ہے (صلواۃ)۔

پہلا نام رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں آئے گا کہ آلِ رسولؐ میں کون کون لوگ ہیں یا فہرست بنے گی تو سب سے پہلا نام کس کا ہوگا؟

دیکھیے!

نواسے بھی رشتہ دار ہوتے ہیں۔ ایسا ہوتا ہے مگر اولاد کے بعد ہوتے ہیں۔ پوتے' نواسے رشتہ دار ہوتے ہیں لیکن پہلے بیٹا پھر پوتا' پہلے بیٹی پھر نواسہ۔

سرورِ کائنات ﷺ کی آلؑ میں جو جو بزرگ ہوں لیکن پہلا نام جو ہے بلا اختلاف حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کا نام ہے۔

جب سے اسلام آیا ہے اُس وقت سے اِس وقت کی تاریخ تک یہ مجلس ہو رہی ہے جتنی صلواتیں پڑھی گئیں ان میں فاطمہؑ شریک ہیں۔

وہ یہی لوگ ہیں کہ جن کی قرآن میں تعریف ہوئی ہے' آلِ رسولؐ۔

کبھی قرآن نے کہا:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

(سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

"کہہ دیجیے کہ میں کچھ نہیں چاہتا صرف اپنے قرابت داروں کی مودّت چاہتا ہوں۔"

کبھی قرآن نے یہ کہا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (سورۂ احزاب، آیت ۳۳)

"اللہ نے یہ ارادہ کر لیا ہے اے اہل بیتؑ! وہ آپؑ کو ہر طرح کے رجس سے دور رکھے اور آپؑ کو ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔"

عزیزانِ گرامی!

اتفاق طور پر یہ آیت بھی اختلاف کا شکار ہو گئی ہے۔ مجھے اختلافات میں نہیں پڑنا ہے اور نہ مجھے کوئی اختلافات اس مجمع میں چھیڑنا ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں دو طرح کے مسلمان ہیں۔

ایک نظریہ وہ ہے کہ جو چودہ معصومینؑ کو مانتا ہے۔ یعنی آیتِ تطہیر میں رسول اللہ ﷺ، بارہ امامؑ اور حضرت سیدہؑ۔ یہ اس طریقے سے چودہ ہوئے۔

مسلمانوں کا ایک نظریہ وہ ہے کہ جو ازواجِ رسولؐ کو آیتِ تطہیر میں مانتا ہے۔ یعنی سرورِ کائنات ﷺ کی بیویاں جو تھیں، کہتے ہیں کہ یہ آیت ان کے واسطے نازل ہوئی ہے اور یہ ان کی مدح میں ہے۔

مجھے اس سے کوئی بحث نہیں ہے کہ صحیح کون ہے اور غلط کون ہے۔ یہ محققین اور علما کا کام ہے۔ لیکن ایک گروہ مسلمانوں کا چودہ معصومینؑ کو مانتا ہے کہ یہ معصوم ہیں۔ آیتِ تطہیر کا مصداق ہیں اور دوسرا گروہ مسلمانوں کا ازواجِ رسولؐ کو مانتا ہے کہ یہ آیتِ تطہیر کی مصداق ہیں۔

اس کے اندر جو فہرستیں ہیں دونوں کے پاس اس میں صرف ایک نام ایسا ہے جس پر سب متفق ہیں کہ وہ اہل بیتؑ میں ہے وہ ہے حضرت سیدہؑ کا نام۔ وہ لوگ

جو آیتِ تطہیر میں ازواجِ رسولؐ کے قائل ہیں وہ بھی حضرت سیدہؑ کو مانتے ہیں کہ یہ بھی شامل آیتِ تطہیر ہیں اور وہ لوگ جو چودہ معصومینؑ کے قائل ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت سیدہؑ مصداقِ آیتِ تطہیر ہیں تو پوری اُمت کا اجماع ہے اس بات کے اُوپر کہ حضرت سیدہؑ یقیناً صاحبِ آیتِ تطہیر ہیں۔

اب فاطمہ زہراؑ کے لیے جو گفتگو ہوگی وہ یہ سوچ کر ہوگی کہ قرآن نے ان کی طہارت کا اعلان کیا ہے۔ رسولؐ کی صاحب زادی، علیؑ کی زوجہ، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی والدہ حضرت فاطمہ زہراؑ مصداقِ آیتِ تطہیر ہیں۔ اس پر اجماعِ اُمت ہے۔ پوری اُمت کا اجماع ہے اس بات کے اُوپر کہ بی بیؑ جو ہیں وہ آیتِ تطہیر کی مصداق ہیں۔ اب وہ بی بیؑ جو آیتِ تطہیر کی مصداق ہو اس سے کسی بات کا ثبوت مانگنا، یہ کہاں کا قانون ہے؟ (نعرۂ حیدری)

دیکھئے!

سنبھل کر زبان کھولیے ورنہ آپ کا بنا بنایا پورا تاج محل گر کر تباہ ہو جائے گا، پورا اسلام خطرے میں پڑ جائے گا۔ اس لیے اگر فاطمہؑ نے غلطی کی تو آیتِ تطہیر نے غلط بیانی کی۔ اگر آیتِ تطہیر نے غلط بیانی کی تو قرآن میں غلطی پکڑی گئی اور جس مذہب کی کتاب میں غلطی پکڑی جائے وہ مذہب صحیح نہیں ہے (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

غور طلب بات یہ ہے کہ میں ہر اس شخص کو جو میری آواز سن رہا ہے، انصاف کے نام پر، اسلام کے نام پر، قرآن کے نام پر، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ ٹھنڈے دل سے مسئلے کو سوچیے جذباتی ہو کر نہ سوچیے!

پورا کیس تاریخ کے اندر محفوظ ہے۔

کیا اس مسئلے کے اُوپر برداشت کے ساتھ مسلمان غور کرنے کے لیے تیار ہیں کہ اس کے اندر صداقت کیا ہے اور اس کے اندر اصلیت کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ جس زمانے کا واقعہ ہے اس زمانے میں نہ بنواُمیہ کا اثر تھا' نہ بنوعباس کا اثر تھا' نہ حکومتوں کے اثر تھے' نہ سیاستوں کی کارفرمائی تھی' نہ امریکہ کے دھوکے تھے' نہ برطانیہ کی سازشیں تھیں۔

یہ تو بالکل مدینہ کے اندر رسول ﷺ کے چند دن بعد کی بات ہے۔ یہاں سب فرزندانِ توحید تھے اور سرورِ کائنات کے عقیدت مند تھے۔ ایسے عالم میں اس مسئلے کا فیصلہ بہت ضروری ہے۔

عزیزانِ گرامی!

میں ایک بات عرض کروں گا' اس لیے کہ یہ مسئلہ چوں کہ بہت زیادہ سنجیدہ ہے۔ لہٰذا میں اس کو بہت تفصیل (detail) میں نہیں پڑھوں گا اس لیے کہ دل کے آبگینوں کو ٹھیس لگانا میرا مقصود نہیں۔ صرف اپنی بات کہہ دینا مقصود ہے۔ لیکن جو بات میں کہہ رہا ہوں' سارے بزرگانِ دین' سارے محترم لوگوں کی عزت و احترام کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے وہ ضرور کہوں گا کہ میں نے بھی اس مسجد میں خود اور اس مسجد کے علاوہ دنیا بھر میں اس مسئلے کے اُوپر بہت پڑھا ہے۔ لیکن آج جو بات کہنے جا رہا ہوں وہ آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں کہی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کو توجہ سے سنیں۔

یہ حضرت سیدہؑ والا مسئلہ "فدک" جو ہے اس میں ایک بات پر غور کریں کہ یہ حضرت سیدہؑ کے قبضے میں کیسے تھا؟

دیکھئے!

یہ میرا سوال ہے میں اس کی انکوائری چاہتا ہوں کہ یہ حضرت سیدہؑ کے قبضے میں کیسے تھا؟

مجھے نہ حضرت سیدہؑ کے سلسلے میں کوئی گفتگو کرنا ہے اور نہ جن سے ان کا مقدمہ تھا' ان کے سلسلے میں کوئی گفتگو کرنا ہے۔ ان دونوں کے سلسلے میں مجھے کوئی گفتگو نہیں کرنا ہے۔ مجھے صرف اس سوال کا جواب چاہیے کہ یہ فدک جو ہے یہ حضرت سیدہؑ کے قبضے میں کیسے تھا؟

حضرت سیدہؑ کے قبضے میں آنے سے پہلے اس پراپرٹی کا ٹائٹل کس کے نام تھا؟

کیا رسول اللہ ﷺ کے نام تھا یا اسلامی اسٹیٹ کے نام تھا؟

اگر اس کے مالک رسول اللہ ﷺ تھے اور اُنھوں نے اپنی خوشی سے اپنی بیٹی کو دے دیا تو کوئی قانون بیٹی سے واپس نہیں لے سکتا۔ آپ اپنی کوئی پراپرٹی اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یا اپنی بیٹی کو ہبہ کر دیجیے تو کون سی گورنمنٹ' کون سا قانون اور کون سا دستور ایسا ہے جو اس سے لے لے؟

اگر پراپرٹی کا ٹائٹل رسول اللہ ﷺ کے نام تھا اور وہ پراپرٹی اُنھوں نے اپنی صاحب زادیؑ کو عطا فرما دی تو یہ باپ اور بیٹی کا معاملہ ہے۔ اس کے اندر کسی کو دخل نہیں دینا چاہیے۔

اگر ٹائٹل اسلامی اسٹیٹ کے نام تھا تو وہ کیسا رسول ہے جو اسٹیٹ کی پراپرٹی اپنی بیٹی کو دیے جا رہا ہے (نعرۂ حیدری)۔

آج بھی دنیا میں بڑے بڑے عہدوں کے اُوپر لوگ ہوتے ہیں۔ گورنرز

ہوتے ہیں، چیف منسٹر ہوتے ہیں، پرائم منسٹر ہیں، کوئی پراپرٹی ایسی جس کے ہم محافظ بنائے گئے ہوں۔ ہماری ذاتی ملکیت نہ ہو، وہ اپنے عزیزوں کو دے دیں تو اقربا پروری کا الزام لگے یا نہیں لگے گا؟

ہمیں نہ اس سے بحث ہے کہ حضرت سیدہؑ نے کیا فرمایا اور نہ اس سے بحث ہے کہ ان کے سامنے جو بات آئی وہ کیا کہی گئی۔ ہمیں رسول ﷺ سے بحث ہے کہ یہ پراپرٹی پہلے کس کے نام تھی؟

اگر رسول ﷺ کی ذاتی پراپرٹی تھی اور انھوں نے دے دی تو واپس لیے جانے کا کیا سوال تھا اور اگر اسٹیٹ کی پراپرٹی تھی اور انھوں نے دے دی تو ان کو حق کیا تھا اسٹیٹ کی پراپرٹی اپنی بیٹی کو دینے کا۔

عزیزانِ گرامی!

اس مسئلے پر غور کریں!

یہ آپ کے دین کا مسئلہ ہے یہ نہیں کہ اس کو ایسے ہی رہنے دیجیے۔ اس لیے کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے یہ عمل کیا۔ ایک تو دربار میں خود آ گئیں، دوسرا یہ کہ اپنے ساتھ علی علیہ السلام کو لے آئیں۔ اُمت سے یہ بھول ہو گئی کہ ایک منزل پر علی علیہ السلام کو خلیفہ بنا لیا اور آج خلافتِ راشدہ کی فہرست میں علی علیہ السلام کا نام بھی آ رہا ہے۔ اب یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کیا کریں؟ کیا نہ کریں؟ کدھر جائیں؟ کس آستانے پر بوسہ دیں؟ کدھر سے منہ موڑ کر چلے جائیں؟ آمنے سامنے دو خلیفہ کھڑے ہیں ایک گواہی دے رہا ہے، ایک گواہی رد کر رہا ہے (نعرۂ حیدری)۔

سوچیے آپ اس مسئلے پر!

غور کیجیے!

اسلام کی تاریخ کا یہ عجیب و غریب مسئلہ ہے۔ اس کی انکوائری ہونی چاہیے' اس کی تحقیق ہونی چاہیے۔ یہ کیس دوبارہ کھولنا چاہیے کہ فیصلے سیاسی ماحول سے تو نہیں آئے۔ یہ چیز جو ہے یہ سامنے آنی چاہیے۔ اس لیے کہ یہ مسئلہ رسول ﷺ کی بیٹی کا ہے' وہ رسول ﷺ کی بیٹی جس کے لیے رسول ﷺ نے یہ فرمایا:

سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

"جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔"

جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا' تاریخ آدمؑ و عالم میں جن کا جواب نہیں۔ ایسی بی بیؑ انسانیت کی تاریخ میں نہ پیدا ہوئی' نہ پیدا ہوگی۔ جس کا باپ بھی معصومؑ جس کا شوہر بھی معصومؑ جس کے بیٹے بھی معصومؑ جو خود بھی معصومہ (صلوٰۃ)۔

تاریخ میں دو ہی بیبیاں "معصومہ گزری ہیں:

① حضرت مریمؑ ② حضرت سیدہؑ

حضرت مریمؑ معصومہ تھیں۔ ان کو معصوم تو ملا لیکن معصوم شوہر نہ ملنے کی وجہ سے ان کی شادی نہ ہو سکی اور حضرت مریمؑ کے والد جو تھے وہ بہت ہی مقدس و محترم ہستی تھے۔ حضرت عمران علیہ السلام مگر معصوم نہیں تھے۔ مریم کو نہ معصوم باپ ملا' نہ معصوم شوہر ملا' خود معصومہ تھیں اور بیٹا معصوم ملا۔

عصمت کے دو گھرانے ہیں: ایک گھرانہ وہ ہے' جہاں ماں معصومہ اور بیٹا معصوم۔ دوسرا گھرانہ وہ ہے' جہاں ماں باپ دونوں معصوم اور دونوں بیٹے معصوم۔

عزیزانِ گرامی!

یہی وہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں کہ چادرِ تطہیر میں انھی کی آمد کا انتظار رہا۔ صبح سے شام تک ہم پڑھتے ہیں اسے، ہر موقع پر پڑھتے ہیں۔ ہم پڑھ تو لیتے ہیں لیکن اس کا مطلب نہیں سمجھتے ہیں یا سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں اور اب میں دیکھتا ہوں کہ اس کی بھی چند لوگ مخالفت کرنے لگے ہیں۔ یہ بھی کان میں دبے دبے آواز آتی ہے کہ ایک گروہ حدیثِ کساء کا مخالف ہے۔ لیکن آج تک کسی نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہم سے کہا تو نہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں کیا ہے؟

یہ اپنی جہالت کے سبب کہتے ہوں یا اپنی عداوت کے سبب کہتے ہوں۔ جو بھی ہے لیکن ہے۔ بہر حال! عجیب و غریب واقعہ کہ بیٹی کے گھر میں آئے۔

کہا: میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں مجھے کساء یمانی اوڑھا دو، چادر اوڑھا دو۔

انھوں نے لا کر چادر اوڑھا دی۔

بڑے مصروف رہتے ہیں، کارِ تبلیغ رہتے ہیں۔ ذمہ داریاں ہیں۔ کبھی کبھی آدمی تھکن محسوس کرتا ہے، کمزوری محسوس کرتا ہے، تھوڑا آرام کرنا چاہتا ہے۔

آپ ایک بتایئے!

دیکھیے!

ہر چیز کو ہم لوگ یوں جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں۔ کبھی سوچتے نہیں کہ جب کوئی بزرگ یا کوئی محترم آرام کرنے کے لیے آئے اپنے گھر میں، بیٹی کے گھر میں، بیٹے کے گھر میں تو بچوں کو اس سے دور رکھا جاتا ہے۔ اگر بچے آتے بھی ہیں کھیلتے

ہوئے اور کہتے ہیں: وہاں نہ جانا' وہ آرام کر رہے ہیں' بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اس وقت نہ جانا اس وقت وہ آرام کر رہے ہیں۔

اُدھر وہ چادر اوڑھ کر لیٹے اور اُدھر بڑے شہزادے حضرت امام حسنؑ آئے۔

اُنھوں نے کہا:

إِنِّي أَشَمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَيِّبَةً كَأَنَّهَا رَائِحَةُ جَدِّي رَسُولِ اللهِ

"مادرِ گرامیؑ! میں آپؑ کے پاس سے ایسی خوش بو محسوس کر رہا ہوں جیسی میرے نانا کی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جسمِ رسولؐ سے کوئی خوش بو نکلتی تھی اور خوش بو وہ نکلتی تھی جو مہکتی تھی۔ یعنی ایک تو یہ ہے کہ میرے رومال میں عطر لگا ئیں۔ جب میں سونگھوں تو خوش بو محسوس ہو اور ایک یہ ہے کہ اتنا تیز عطر ہے کہ میں نے جب رومال جیب سے نکالا تو پڑوس کے جو لوگ تھے' ان کو خوش بو محسوس ہوئی۔ یہ جو پاس پڑوس کے لوگوں کو خوش بو پہنچ جائے اس کو مہکنا کہتے ہیں۔ ایسی خوش بو تھی جو مہکتی تھی۔ رسول ﷺ کے جسم سے خاص خوش بو نکلتی تھی ورنہ وہ پوچھتے کہ یہ خوش بو کیسی ہے؟

اُنھوں نے یہ نہیں کہا: خوش بو کیسی ہے؟ بل کہ اُنھوں نے کہا: ایسی خوش بو جیسی میرے جدؐ کی خوش بو۔ معلوم ہوا جسم رسول ﷺ سے خوش بو نکلتی تھی۔ اب یہ دماغ میں آتا ہے کہ شبِ ہجرت بسترِ رسولؐ پر علی علیہ السلام کیوں سوئے؟ (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ایک بڑے صاحب زادےؑ آئے۔

اُنھوں نے کہا: میں نانا کی خوش بو محسوس کر رہا ہوں۔

اُنھوں نے کہا: ہاں! وہ لیٹے ہیں' جاؤ۔

دوسرے صاحب زادے' آئے۔

اُنھوں نے وہی کہا: میں نانا کی خوش بو محسوس کر رہا ہوں۔

اُنھوں نے کہا: ہاں! جاؤ وہ تمھارے نانا وہاں لیٹے ہیں۔

اب کہیے کہ جناب! آپ بچوں کو عام بچے سمجھ رہے ہیں جو آپ اعتراض کر رہے ہیں۔ بے شک بچے دور رکھے جاتے ہیں' یہ بچے ویسے بچے نہیں ہیں۔ یہ امامؑ بچے ہیں' یہ معصومؑ بچے ہیں' یہ روحانی بچے ہیں' آئندہ یہ جملہ نہ کہیے گا۔

ٹھیک!

معاف کیجیے' توبہ کی' غلطی ہوئی۔

کہا: ان سے رسول ﷺ کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے' یہ ویسے بچے نہیں ہیں جو ہمارے آپ کے بچے ہوتے ہیں جو ستاتے ہیں۔

اچھا! دیکھیے!

اب یہ زندگی ہے' بڑوں کے پاس بچے لیٹتے ہیں آ کر۔ بچوں کو اپنے بڑوں کے پاس لیٹنے میں سکون ملتا ہے۔ لیکن آپ کی صاحب زادی ہیں' شادی شدہ ہیں ماشاء اللہ! صاحبِ اولاد ہیں۔ وہ آپ کے ہاں آئی ہوئی ہیں یا آپ ان کے گھر گئے ہوئے ہیں' لیٹے ہوئے ہیں۔ ان کے بچے آپ کے پاس آ کر لیٹے۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ یہ تو ہم نے زندگی میں دیکھا ہے کہ دادا' نانا کے پاس بچے جا کر لیٹتے ہیں۔ لیکن آپ کے داماد صاحب کو کیا ہو گیا ہے؟ (نعرۂ حیدری)

آپ بھی سوچیے تو سہی!

بچے تو لیتے ہیں بڑوں کے پاس، وہ تو ٹھیک ہے لیکن داماد کو کیا ہو گیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں بھی جاؤں۔

بھئی!

یہ تو ہم نے دنیا میں کہیں دیکھا ہی نہیں آج تک۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ کچھ اور ہے۔

جب سب جمع ہو گئے تو اب آخر میں بی بیؑ بڑھیں جیسے جب محفل جمع ہو جائے تو مہمان خصوصی (chief guest) آئے (نعرۂ حیدری)۔

ہاں سنیے گا! دیکھیے!

میں بہت بڑا جملہ کہہ گیا ہوں۔

ہاں!

چیف گیسٹ کا جملہ بہت زبردست ہے۔ مجھے ثابت کرنا پڑے گا ابھی۔

اب بی بیؑ تشریف لائیں آخر میں۔

کہا: میں بھی آؤں؟

کہا: آؤ۔

جب وہ بھی آ گئیں تو اب نہ ضعف ہے، نہ کمزوری ہے، نہ حزن ہے۔

انھوں نے کہا:

اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھلُ بَیتِی

"پالنے والے! یہ ہیں میرے اہل بیت"۔

اب بچایا ہے آلؑ کو۔ اب وہاں دعائیں ہو رہی ہیں اب نہ ضعف ہے نہ کم زوری۔ اب سمجھے لفظ "ضعف" کا مطلب کیا تھا۔ جسمانی ضعف نہیں تھا۔ کوئی میر رسالت کو کم زور نہ سمجھے۔ اتنے ٹکڑے ہیں (نعرۂ حیدری)۔

جی!

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهلُ بَيتِي

"اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت"۔

اب ادھر سے اعلان ہوا:

اِنِّي مَا خَلَقتُ سَمَاءً مَبنِيَّةً وَّلَا اَرضًا مَدحِيَّةً وَّلَا قَمَرًا مُنِيرًا وَّلَا شَمسًا مُضِيئَةً وَّلَا فَلَكًا يَّدُورُ وَّلَا بَحرًا يَّجرِي وَلَا فُلكًا يَّسرِي اِلَّا فِي مَحَبَّةِ هٰؤُلَاءِ الخَمسَةِ الَّذِينَ هُم تَحتَ الكِسَآءِ

"میں نے آسمانوں کو بنایا نہیں، نہ زمین کو جو بچھائی گئی، نہ مہتاب نورانی کو، نہ آفتاب روشن کو، نہ اس فلک کو جو دورہ کرتا ہے، نہ جاری دریا کو اور نہ کشتی کو جو دریا میں چلتی ہے مگر ان پانچ بزرگ واروں کی محبت میں جو زیرِ چادر ہیں۔"

وہاں جبرئیل علیہ السلام نے سوال کیا:

يَا رَبِّ وَمَن تَحتَ الكِسَاءِ

"پالنے والے! چادر کے نیچے کون ہیں؟"

ارے! صبح وشام آتے ہو تمھیں نہیں معلوم؟

انھوں نے کہا: تم ہی بتا دو، تمہیں تو معلوم ہے۔

ہم نے کہا: بتائیں کیا؟ ہمارے گھروں میں لکھے ہیں نام ان کے، ہماری امام رگاہوں میں لکھے ہیں، ہماری مساجد میں لکھے ہیں، محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ۔

اور کون؟

کہا: بس! انجل ہو گئے تم۔

کہا: نہیں ہیں؟

کہا: ہیں مگر آرڈر چیج نہیں لیا تم نے۔

اچھا!

جبرئیل علیہ السلام نے کہا: کون ہیں؟

اب سنیے چیف گیسٹ کا مطلب!

ارشاد ہوا:

هُم فَاطِمَةُ وَ اَبُوهَا وَ بَعلُهَا وَ بَنُوهَا (نعرۂ حیدری)

عزیزان محترم!

یہ چادر تطہیر میں اہل بیتؑ۔

اب آئیے!

ایک جھلک اور اس لیے کہ حضرت سیدہؑ کا مسئلہ جو ہے، وہ ان تمام معاملات کو مدنظر رکھ کر غور کیا جائے گا کہ وہ معمولی ہستی نہیں ہیں، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔

دوسرا موقع!

جب اسلام کی سچائی کو چیلنج کیا جا رہا ہے اور عیسائی علما بحث کرنے کے لیے

آئے ہیں۔ لڑائی وغیرہ نہیں ہے' تیر تلوار نہیں ہے' دلیل ہے' بحث ہے' صداقت کی آزمائش ہے کہ وہ بچے کہ یہ سچے کون سچا؟ اس لیے کہ قرآن نے ہمیں حکم دیا:

كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۂ توبہ آیت ۱۱۹)

"سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

دنیا میں ہر ایک یہی دعویٰ کرتا ہے کہ جناب میں تو سچ بولتا ہوں۔

ہماری زندگی گزر گئی' بڈھے ہو گئے' آج تک بھی کسی سے یہ تک نہ سنا کہ کوئی ہے صاحب! میں تھوڑا سا جھوٹ بھی بولتا ہوں۔ میری باتوں کا پورا بھروسہ نہ کریجیے گا میں بھی کبھی تھوڑا تھوڑا جھوٹ بھی بول لیتا ہوں۔ جو ملا اس نے کہا صاحب! میں تو کھری کہتا ہوں۔ جناب! میں تو سچ بولتا ہوں۔

ہم پتہ کیسے لگائیں کہ سچا کون ہے؟

قرآن نے بتایا کہ کون سچا ہے۔

کہا: اس لڑائی میں جو جیتے وہ سچا ہے' جو ہارے وہ جھوٹا ہے۔

اب وہاں بھی یہی بلائے گئے:

اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ وَ نِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ (سورۂ آل عمران آیت ۶۱)

معلوم ہوا جب صداقت پر بات آئی تو آلِ رسولؐ ہی نے آ کر تصدیق کی۔ وہاں بھی آئے تو یہی لوگ آئے۔ مولا علی علیہ السلام گئے' حضرت سیدہؑ گئیں' امام حسن علیہ السلام گئے اور امام حسین علیہ السلام گئے۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں گیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ خیبر کے علم کی تمنا تو بہتوں نے کی' مگر مباہلے میں جانے کی تمنا کسی نے بھی نہیں

کی (صلواۃ)۔

چادر عصمت اوڑھے ہوئے بی بی تھیں' آگے آگے رسول ﷺ تھے' گود میں امام حسین علیہ السلام تھے' اُنگلی پکڑے ہوئے امام حسن علیہ السلام تھے' ان کے پیچھے معصومہؑ تھیں' ان کے پیچھے مولا علی علیہ السلام تھے۔ جب وہاں گئے اور ان کا جو بڑا عالم تھا' وہ کہنے لگا: میں وہ چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر کہہ دیں گے تو پہاڑ ہٹ جائے گا۔

دیکھو! ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ کوئی عیسائی زندہ نہیں بچے گا۔

وہ نیچے اُترا۔

کہنے لگا: ہمیں آپ سے مباہلہ نہیں کرنا۔

اسلام زبردستی کا مذہب نہیں ہے۔ بادشاہوں نے زبردستی پھیلایا ہو' پھیلا ہو لیکن رسول ﷺ اور آلِ رسولؐ نے زبردستی نہیں پھیلایا۔ اسلام دل بدلنے کا نام ہے' حالات بدلنے کا نام نہیں ہے' دماغ بدلنے کا نام ہے' فکر بدلنے کا نام ہے۔

کہا: ہم آپ سے مباہلہ نہیں کریں گے؟

رسول ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ نہیں! میں تو کروں گا۔

بڑے اخلاق سے کہا: ٹھیک ہے نہ کرو۔

کہا: پھر؟

کہا: پھر ہم اسلام پیش کرتے ہیں اس کو دیکھو' اس پر غور کرو' پسند آئے تو قبول کرلو۔

کہا: نہیں! نہیں! یہ تو نہیں ہوگا۔

کہا: ٹھیک ہے' کوئی بات نہیں۔ پھر تم ایسا کرو کہ ہم مسلمانوں سے زکوۃ لیتے

ہیں، تم تو غیر مسلمان ہو، تم سے زکوٰۃ تو نہیں لے سکتے لیکن تمھاری حفاظت (protection) کی ذمہ داری لیں گے، تم ٹیکس ہمیں دے دیا کرو۔

کہا: ہاں! یہ ہو سکتا ہے۔

اب اُنھوں نے سوچا کہ پتا نہیں کتنے لاکھ روپے ہوگا۔

اُنھوں نے کہا: کتنا ٹیکس آپ مقرر کرتے ہیں؟

اُنھوں نے بالکل تھوڑا سا ٹیکس بتایا، چند روپے بتائے۔

وہ تو حیرت میں پڑ گئے، اتنی چھوٹی سی رقم جو ان کے دماغ میں بھی نہیں تھی۔

اُنھوں نے کہا: جی! بس! اتنا؟

اصل میں رسول ﷺ کو ان کی دولت تھوڑی گھسیٹنا تھی، اسلام نصرانیت سے اپنی صداقت کا ٹیکس ان سے لینا چاہتا تھا، وہ لے لیا (نعرۂ حیدری)۔

دوستو!

ایسا ہوا کہ تاریخ بتاتی ہے کہ اسی طریقے سے حق و صداقت کی یہ آواز آلِ رسولؐ کے ذریعے بلند ہوئی۔ لہٰذا آلِ رسولؐ کا مسئلہ اسلام کی تاریخ میں غور طلب ہے۔

سب سے پہلا مسئلہ جس کی تحقیقات ہونی چاہئیں وہ حضرت سیدہؑ کا مسئلہ ہے۔ آج میں نے اس کی طرف اشارہ کیا، کل اگر زندگی رہی تو مولا علی علیہ السلام کے مسئلے پر بات ہوگی۔

ذکرِ مصائب: شہادت حضرت قاسم علیہ السلام

آج تو صرف اتنا کہ ایک وقت وہ تھا، جب رسول ﷺ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو لے کر نکلے تھے اور اسلام پر پھر جب دوبارہ وقت پڑا تو نواسۂ رسولؐ اپنے دل کے

ٹکڑوں کو لے کر نکلا۔

ملوکیت اسلام کو چیلنج دے رہی تھی۔ دولت اسلام کا مذاق اُڑا رہی تھی۔ بنواُمیہ کا تماشہ تختِ اقتدار پر تھا۔ محمد ﷺ کی آلؑ سے ابوسفیان کی آل بیعت مانگ رہی تھی۔ اسلام ختم ہو جاتا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کا نام بھی ختم ہو جاتا۔ لہٰذا رسول ﷺ کا نواسہؑ مدینے سے اپنے بھرے گھر کو لے کر نکلا۔ مکہ میں آ کر قیام کیا۔ جب حاجیوں کے بھیس میں قاتل آ گئے تو مکہ بھی چھوڑا۔ سفرِ غربت اختیار کر کے کربلا پہنچے۔

آج ساتویں رات آ گئی۔ آج کی رات، بھی رات، جس میں آپ بیٹھے ہیں۔ آج کی رات ابن زیاد (لعین) کا یہ آرڈر پہنچا عمر ابن سعد (لعین) کو کہ حسین علیہ السلام اور آبِ فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ اور ایک قطرہ پانی بھی حسین علیہ السلام تک نہ جائے۔ چناں چہ چار ہزار سپاہیوں کا پہرہ فرات کے کنارے لگا دیا گیا۔ حسین علیہ السلام کے شیر لڑ بھڑ کر جتنا پانی چاہیے تھا لے آتے۔ مگر تلوار پانی پر چلتی حق و باطل پر نہ چلتی۔ حسین علیہ السلام نے پیاسا رہنا گوارا کیا، پانی کے مسئلے پر تلوار نہیں چلائی۔ یہ دینِ خدا کے مسئلے پر تلوار چلے گی اور ساتویں محرم سے خیامِ حسینؑ میں قحطِ آب تھا، وازیں گونج رہی تھیں:

اَلعطش، اَلعطش

"ہائے پیاس! ہائے پیاس!"

عزیزانِ گرامی!

یہ ساتویں رات آ گئی۔ ساتویں مجلس اختتام کے قریب ہے اور آج کی رات بی بی اُمِ فروہؑ کو ان کے لالؑ کا پُرسہ دیتے ہیں۔

اے بی بی سیدہؑ! اے فاطمہ زہراؑ! اپنے یتیم پوتےؑ کی تعزیت لینے آ یئے۔ دیکھئے لوگ ماتم کر رہے ہیں' بیٹھے ہوئے ہیں۔

قاسم علیہ السلام کو حسین علیہ السلام نے پالا تھا۔

اس خاندان میں بھتیجوں کو پالنے کی روایت رہی ہے۔ مطلب علیہ السلام نے عبدالمطلب علیہ السلام کو پالا تھا' وہ ان کے بھتیجے تھے۔ ابوطالب علیہ السلام نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالا تھا وہ ان کے بھتیجے تھے' حسین علیہ السلام نے قاسم علیہ السلام کو پالا تھا وہ ان کے بھتیجے تھے' حسین علیہ السلام کے بیٹے کو زینبؑ نے پالا' حسن علیہ السلام کے بیٹے کو حسین علیہ السلام نے پالا۔

بس عزادارو!

میدان میں جانے کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔ جب باپ کا خط لا کر پیش کیا ہے' تب چچا نے اجازت دی۔

حدیث میں ہے کہ قاسم علیہ السلام کو اجازت دیتے وقت حسین علیہ السلام اتنا روئے کہ اتنا کسی اور شہید کو اجازت دیتے وقت نہیں روئے۔

سہارا دے کر گھوڑے پر بٹھایا۔ تیرہ (۱۳) برس کا بچہ عام طور پر میدان میں نہیں جاتا۔ مگر حسن علیہ السلام کے دل کے جو جذبات جہاد تھے وہ قاسم علیہ السلام کی شکل میں نمایاں ہو رہے تھے۔ لشکر میں تہلکہ مچا دیا۔ ارزق شامی اور اس کے چاروں بیٹوں کو ٹکڑے ٹکڑے قتل کر دیا۔ جدھر جاتے تھے اُدھر سروں کا انبار لگ جاتا تھا۔ جدھر جاتے تھے اُدھر لاشوں کے ٹکڑے بکھر جاتے تھے۔

روایت بتاتی ہے کہ لڑتے لڑتے ایک لعین نے حضرت قاسم علیہ السلام پر وہ حملہ کیا جو حضرت حمزہ علیہ السلام پر ہوا تھا۔

عزادارو!

حضرت قاسم علیہ السلام لڑکھڑا کر گھوڑے سے گرے۔

آواز دی: اے چچا! میری مدد کریں۔

حسین علیہ السلام تلوار لے کر چلے' بیچ میں فوج تھی' اُدھر قاسم علیہ السلام کا لاشہ پامال ہوتا گیا۔ حسین علیہ السلام جنازے پر پہنچ گئے۔

اے میرے لال! تیرا چچا آ گیا' مگر تیری کوئی مدد نہ کر سکا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

نکاتِ حق

* وہ بیٹا کتنا قیمتی ہوگا، جس کی تمنا علی علیہ السلام کر رہے ہیں۔
* ”نہج البلاغہ“ آج ویسے تازہ ہے جیسے پہلے تازہ تھی۔
* اے حسینؑ! تمہارے باپ کی عداوت کی وجہ سے تم سے لڑ رہے ہیں۔
* علی علیہ السلام کو حقیقت میں چاند سا بیٹا ملا جس کا لقب ”قمرِ بنی ہاشمؑ“ ہو گیا، بنی ہاشمؑ کا چاند، سکینہؑ کا سقاء، زینبؑ کے پردے کا محافظ۔

مجلسِ ہشتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۴۲)

ارشادِ اقدس ربّ العزت ہے:

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب کہ تم جانتے ہو۔"

عزیزانِ محترم!

سلسلۂ کلام ذہن عالی میں ہوگا!

ہمارے آپ کے درمیان ان ناانصافیوں کا ذکر شروع ہوا ہے' جو آلِؑ رسولؐ کے ساتھ ہوئی ہیں۔ چناں چہ کل کی مجلس رسول ﷺ کی پارۂ جگر اور آپؐ کی صاحب زادی حضرت معصومۂ عالمؑ کے سلسلے میں ہوئی۔ آج مجھے ان مسائل کو چھیڑنا ہے' جن کا تعلق مولا علی علیہ السلام کی ذات سے ہے۔

مولا علی علیہ السلام اسلام کی تاریخ میں ایک معجزہ ہیں۔ مولا علی علیہ السلام معجزۂ انسانیت کا نام ہے۔

معجزہ کسے کہتے ہیں؟

جو چیز عام طور سے نہ ہوتی ہو اور وہ ہو جائے وہ معجزہ ہے۔ سورج کبھی مغرب

سے پلٹتا نہیں، اگر پلٹے تو معجزہ ہے۔ چاند کبھی بیچ سے دو ٹکڑے نہیں ہو جاتا، اگر ہو جائے تو معجزہ ہے۔ دریا کبھی راستے نہیں بناتا کسی کے لیے، لیکن اگر بنا دے تو معجزہ ہے۔ دہکتی ہوئی آگ میں اگر کسی کو ڈال دیا جائے تو آگ مروّت نہیں کرتی۔ لیکن اگر آگ کسی کے لیے ٹھنڈی ہو جائے تو معجزہ ہے۔ علی علیہ السلام جیسا آدمی اگر آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک نہ پیدا ہوا ہو، اگر پیدا ہو جائے تو معجزہ ہے (نعرۂ حیدری)۔

اب سنیے!

میں ذاتِ اقدس مولائے کائنات علیہ السلام کے متعلق کیا عرض کروں؟

اس لیے کہ وقت محدود ہے اور اُن کے فضائل لامحدود ہیں۔

کہاں سے بیان کروں؟

بس! اتنا سن لیجیے!

پہلا شرف جو ملا وہ یہ ملا کہ ولادت کعبہ میں ہوئی۔ دنیا میں کسی کو نہ یہ عزت ملی ہے، نہ ملے گی کہ اس گوہر کا صدف کعبہ بنا۔ یہ آبدار موتی ہمیں کعبہ سے ملا جس کا نام علی علیہ السلام ہے۔

ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی اور یہ علی علیہ السلام کی ولادت جو ہوئی خانہ کعبہ میں یہ کعبہ کی تمنا پر ہوئی۔ علی علیہ السلام کی تمنا پر نہیں ہوئی اس لیے کہ علی علیہ السلام وہ ہیں، جنھوں نے کبھی کوئی تمنا کی ہی نہیں۔ ہر ایک نے علی علیہ السلام کی تمنا کی۔

علم کو علی علیہ السلام کی تمنا یا علی علیہ السلام کو علم کی تمنا؟ اگر خیبر کے دن مانگنے جائیں تو علی علیہ السلام کو علم کی تمنا۔ اگر "نادِ علیًا" پڑھ کے بلائے جائیں تو علم کو علی علیہ السلام کی تمنا (نعرۂ حیدری)۔

جنت کو علی علیہ السلام کی تمنا یا علی علیہ السلام کو جنت کی تمنا؟

اگر مسکین و اسیر و یتیم کو روٹیاں دیئے جائیں تو علی علیہ السلام کو تمنا' اگر وقت افطار سائل مانگ کے لے جائے تو جنت کو علی علیہ السلام کی تمنا ہے۔

علی علیہ السلام کو ولایت کی تمنا یا ولایت کو علی علیہ السلام کی تمنا؟ اگر انگوٹھی سائل کو دینے جائیں تو علی علیہ السلام کو ولایت کی تمنا اور اگر ہاتھ سے اُتار لے جائے تو ولایت کو علی علیہ السلام کی تمنا۔

اب سنیے!

علی علیہ السلام کو کعبہ کی تمنا یا کعبہ کو علی علیہ السلام کی تمنا؟

اگر بنت اسدؑ دروازے سے جائیں تو علی علیہ السلام کو کعبہ کی تمنا' اگر بیچ سے دیوار راستہ دے تو کعبہ کو علی علیہ السلام کی تمنا (نعرۂ حیدری)۔

وہ علی علیہ السلام جنھوں نے کسی شے کی تمنا نہ کی' اُنھوں نے ایک بیٹے کی تمنا کی۔

اب سوچیے!

وہ بیٹا کتنا قیمتی ہوگا' جس کی تمنا علی علیہ السلام کر رہے ہیں (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

علی علیہ السلام اللہ کے گھر میں پیدا ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پلے' رسولؐ کے ساتھ ساتھ چلے۔

"نہج البلاغہ" میں ارشاد فرماتے ہیں:

"میں تو بچپن میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے ایسے چلتا تھا جیسے اُونٹنی کا بچہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔"

بچپن ہمیشہ رسول ﷺ کے ساتھ گزرا۔ بالکل کم سن تھے، جب دعوتِ ذی العشیرہ میں اعلانِ نصرت کیا۔ شبِ ہجرت بسترِ رسولؐ پر سوئے جان بیچ کر، تلواروں کے سائے میں۔ مدینے میں آئے تو ہر قدم پر نصرتِ رسولؐ کرتے رہے۔ جب میدان میں لڑائیاں چھڑیں اور دشمنانِ اسلام تلواریں لے لے کر رسولِ اسلام ﷺ کے مقابلے میں آئے تو بدر میں نصرتِ رسول ﷺ کرنے والے علی علیہ السلام تھے۔

اُحد میں جب لڑائی کا نقشہ بگڑ گیا تو رسول ﷺ کی جان بچانے والے علی علیہ السلام تھے۔ خندق میں جب عمرو ابن عبدود بدتمیزی کرتا رہا تھا رسول ﷺ کے خیموں میں نیزے چبھو کر تو اس کو جا کر جواب دینے والے علی علیہ السلام تھے اور خیبر میں جب اسلامی لشکر دشواریوں میں تھا تو بابِ خیبر کو فتح کرنے والے علی علیہ السلام تھے۔ اسلامی لڑائیوں میں علی علیہ السلام۔

اب آیئے!

جب قرآن نازل ہوا تو

آیتِ تطہیر میں علی علیہ السلام،

آیتِ ولایت میں علی علیہ السلام،

آیتِ استخلاف میں علی علیہ السلام،

آیتِ نجویٰ میں علی علیہ السلام،

آیتِ مودّت میں علی علیہ السلام،

سورۂ دھر میں علی علیہ السلام،

آیتِ غدیر میں علی علیہ السلام۔

جب حدیثوں کا سلسلہ شروع ہوا تو

حدیثِ طیر میں علی علیہ السلام'

حدیثِ منزلت میں علی علیہ السلام'

حدیثِ نور میں علی علیہ السلام'

حدیثِ باب میں علی علیہ السلام'

حدیثِ سفینہ میں علی علیہ السلام'

حدیثِ غدیر میں علی علیہ السلام۔

جب فضیلتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو

دوشِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علی علیہ السلام'

کعبہ میں علی علیہ السلام'

غدیر کے منبر پر علی علیہ السلام'

"قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنٰی" کے مقام پر علی علیہ السلام (نعرۂ حیدری)۔

یہ تمہید ہے!

یہ علی علیہ السلام تھے' رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچازاد بھائی تھے۔ مگر تیس (۳۰) برس چھوٹے تھے۔ تیس برس چھوٹا ہونا بالکل اولاد کی طرح ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالا تھا' اپنی گود میں پالا تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی سے بھی پانچ برس بعد مولا علی علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اولاد کی طرح پالا' اس کے بعد اپنی بیٹی کا نکاح علی علیہ السلام سے کر دیا۔

اب ٹھنڈے دل سے میں عالم اسلام سے ایک گزارش کروں گا کہ کسی نے علی علیہ السلام کو خدا کہا' کسی نے بندہ کہا' کسی نے مولا کہا' کسی نے امام کہا' کسی نے

خلیفہ کہا' کسی نے مشکل کشاء کہا' کسی نے حاجت روا کہا۔ لیکن کم از کم اسلام کے تمام فرقوں کی معتبر کتابوں کی روشنی میں علی علیہ السلام کی کم سے کم حیثیت طے کیجیے کہ کیا تھی؟

اس لیے کہ بہت سی چیزوں میں اختلافات ہیں کہ مثلاً یا علی علیہ السلام کہنا چاہیے کہ نہیں کہنا چاہیے' مشکل کشاء کہنا چاہیے کہ نہیں کہنا چاہیے۔ وہ معصوم تھے کہ نہیں تھے' کوئی مانتا ہے' کوئی نہیں مانتا ہے۔ آپ علی علیہ السلام کی کم سے کم حیثیت طے کیجیے جو سب مانتے ہوں کہ وہ کیا ہے؟

اب میں ایک ایک چیز کہتا جاتا ہوں' آپ بتاتے جائیے۔

پہلی بات!

علی علیہ السلام مسلمان تھے کہ نہیں؟

کہا: مسلمان تھے۔

ایک یہ بات تو طے ہوئی کہ وہ مسلمان تھے۔

دوسری بات!

صحابی تھے کہ نہیں؟

کہا: صحابی تھے۔

یہ بھی طے ہو گیا کہ وہ صحابی تھے۔

وہ مسلمان بھی تھے اور صحابی بھی تھے۔

تیسری بات!

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی یعنی رشتہ دار تھے کہ نہیں؟

کہا: چچازاد بھائی بھی تھے۔

چوتھی بات!

رسول ﷺ کے داماد تھے کہ نہیں؟

کہا: رسول ﷺ کے داماد بھی تھے۔

پانچویں بات!

اچھا! پھر لوگوں نے انھیں رسول ﷺ کا خلیفہ چنا کہ نہیں؟

اُنھوں نے کہا: خلیفہ بھی تھے۔

اب علی علیہ السلام کے پاس کم از کم یہ ڈگریاں تو ہیں ہی کہ وہ مسلمان ہیں، وہ صحابی ہیں، وہ رسول ﷺ کے کزن ہیں، وہ رسول ﷺ کے داماد ہیں اور وہ خلیفہ ہیں۔ یہ پانچ صفتیں جو ہیں، ان سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ یہ علی علیہ السلام کی پنجتنی صفتیں جو ہیں ان سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے (نعرۂ حیدری)۔

اب خدا کو حاضر ناظر جان کر میرے سوال کا جواب دیجیے کہ جو مسلمان کو بُرا کہے صحابی کو بُرا کہے رسول ﷺ کے کزن کو بُرا کہے رسول ﷺ کے داماد کو بُرا کہے رسول ﷺ کے خلیفہ کو، اس کے لیے آپ کیا فرمائیں گے؟

اب اسلام کی تاریخ میں علی علیہ السلام کا مسئلہ غور طلب ہے۔

دیکھیے!

اس کے اندر لوگوں نے بہت ہوشیاری سے کام لیا اور مسائل کو دوسری طرف پھیر دیا اور بحثیں اس پر چھڑ گئیں کہ کیا وہ مشکل کشا تھے؟ کیا یہ جائز ہے کہ خدا کے ہوتے ہوئے کسی بندے کو مشکل کشا کہا جائے؟ کیا یا علی علیہ السلام کہنا جائز ہے؟ کیا ان کو معجز نما ماننا جائز ہے؟

ارے صاحب! وہ تو پتا نہیں کیا کیا کہتے ہیں، وہ تو خدا بنا دیتے ہیں۔

اب ان مسائل پر لڑائیاں ہونے لگی ہیں۔ آستینیں اُلٹنے لگی ہیں۔ ایک ثابت کر رہا ہے اور دوسرا اس کو رد کر رہا ہے۔ یہ آیت ہے، وہ حدیث ہے۔ یہ یوں ہے اور وہ یوں ہے۔ عوام کو اس طرف لگا دیا۔

اب یہ سب چھوڑو!

امامؑ تھے کہ نہیں تھے، معصومؑ تھے کہ نہیں تھے، مشکل کشا تھے کہ نہیں تھے، حاجت روا تھے کہ نہیں تھے۔ ان سب معاملات کو چھوڑو، آپ یہ بتاؤ کہ مسلمان تھے کہ نہیں تھے؟

یہ آپ کو پتا ہے کہ یہ میں اپنی طرف سے نہیں پڑھ رہا ہوں، یہ تاریخی معاملہ ہے۔ بنواُمیہ نے ستر برس منبروں پر علی علیہ السلام کو بُرا کہا۔ لیکن علیؑ اس شخص کا نام ہے جس کو بُرا کہنے کے نتیجے میں بنواُمیہ کی حیثیت ڈوبنے لگی۔ ان کا ایک بادشاہ گزرا ہے عمر ابن عبدالعزیز۔ عمر ابن عبدالعزیز کو اس بات کا احساس ہوا کہ عداوتِ علیؑ ہماری حکومت کا چراغ بجھا دے گی۔ لہٰذا اس نے اپنے دورِ حکومت میں اس سلسلے کو روکا۔

روکا کیوں کر؟!

وہ دربار میں بیٹھا تھا، ایک شخص آیا۔

اس نے کہا: میں یہودی ہوں۔

کہا: اچھا! تو کیا بات ہے؟ کیوں آئے ہو؟

کہا: میں خلیفہ کی لڑکی سے شادی کرنے آیا ہوں۔ میں رشتہ کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میری خلیفہ کی لڑکی سے شادی ہو جائے۔

اب جوان کے درباری بیٹھے تھے ان کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

انھوں نے کہا: دماغ صحیح ہے کہ نہیں؟ یہودی ہو کر خلیفۃ المسلمین کی بیٹی کے لیے شادی کا پیغام لایا ہے، پاگل ہو گیا ہے کیا؟

وہ آپے سے باہر ہونے لگے۔

اس نے کہا: بڑے عجیب لوگ ہو، میں تمھیں سیرت رسول ﷺ پر چلنے کی دعوت دے رہا ہوں تم بگڑنے لگے ہو۔

انھوں نے کہا: کیا؟ کیا؟ سیرت رسول ﷺ سے کیا مطلب؟

یہ سیرت رسول ﷺ کی بات کیوں چھیڑ رہا ہے؟

اس نے کہا: رسول ﷺ نے اپنی ایک لڑکی یہودی کو دی۔

انھوں نے کہا: کیا بک رہا ہے؟ کس یہودی کو دی؟

اس نے کہا: علی علیہ السلام کون تھے؟

انھوں نے کہا: ارے! علی علیہ السلام یہودی کب تھے؟

کہا: پھر کیا تھے؟

کہا: مسلمان تھے۔

کہا: اگر علی علیہ السلام مسلمان تھے تو تم ان کو بُرا کیوں کہتے ہو؟ (نعرۂ حیدری)

اس طرح سے یہ سلسلہ رُکا ہے، ستر (۷۰) برس کے بعد۔

سنا آپ نے!

یہ عالم اسلام ہے، یہ صدرِ اوّل ہے، یہ صحابہ و تابعین کرام کا زمانہ ہے۔

سنیے!

علی علیہ السلام کو آپ جانتے ہیں کون ہے؟

جب تک زندہ رہے، جب تک دشمنوں سے ذات لڑتی رہی اور کوئی علی علیہ السلام کو گرا نہ پایا۔ بڑے نامی گرامی پہلوان ایک سے ایک مرحب، انترؓ، عمرو اور نہ جانے کون کون، کوئی علی علیہ السلام کو گرا نہ پایا۔ جب تلوار لے کر نکلے، دشمن کا سر لیے ہوئے آئے، بلکہ اس زمانے میں لوگوں کی بہادری یہ بیان کی جاتی تھی کہ یہ علیؑ کے سامنے سے بھاگے ہوئے ہیں (نعرۂ حیدری)۔

دیکھئے!

میں بڈھا آدمی ہوں اور میرے بچپن میں تعلیم زیادہ نہیں تھی۔ اب تو خیر تعلیم بہت عام ہو گئی ہے۔ حالاں کہ ہماری قوم کے حساب سے تعلیم ابھی بہت کم ہے۔ علی علیہ السلام کے ماننے والوں کو علم میں سب سے آگے ہونا چاہیے اور تعلیمی دنیا میں ہمیں اپنے کو مولا علی علیہ السلام کا غلام ثابت کرنا چاہیے کہ ہم ان کے غلاموں میں سے ہیں، اس لیے ہماری تعلیم جو ہے وہ بہترین ہے۔

اپنے بچوں کی تعلیم کی فکر کیجیے اور زیادہ سے زیادہ تعلیم دلوائیے۔ لیکن بہر حال ہمارے بچپن میں تو اتنی بھی تعلیم نہیں تھی جتنی آج ہے۔ جہاں ہم رہتے تھے لکھنؤ میں تو وہاں ایک فیشن یہ تھا، کسی لڑکے کی شادی کا رقعہ جاتا تھا کہیں تو ان میں کوالیفیکیشن میں یہ چیز بھی کہی جاتی تھی کہ یہ دسواں فیل ہیں۔ یعنی دسواں فیل ہیں، کا مطلب یہ ہے کہ بالکل انگوٹھا چھاپ نہیں ہیں، بالکل جاہل مطلق نہیں ہیں، دسواں فیل ہیں۔ مطلب وہاں تک گئے، پاس نہیں ہوئے، فیل ہو گئے۔ مگر بہر حال کچھ تو پڑھے ہوئے ہیں۔ ویسے ہی ایک گروہ وہ تھا علی علیہ السلام کے زمانے میں جن کے لیے یہ کہا جاتا تھا کہ

یہ علی علیہ السلام کے سامنے پڑ گئے تھے، جنگ میں، مگر بھاگ آئے (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

جب تک یہ ذاتِ اقدس رہی، چاہے وہ جوانی کے معرکے ہوں بدر، اُحد، خیبر، خندق یا بڑھاپے کے معرکے ہوں جمل، صفین، نہروان، کوئی علی علیہ السلام کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور جب علی علیہ السلام اس دنیا سے رُخصت ہو گئے۔ آج لگ بھگ چودہ سو برس انھیں ہو گئے ہیں دنیا سے گئے۔ چودہ سو برس سے آج تک علی علیہ السلام کے فضائل لڑ رہے ہیں۔ جب ذات لڑتی تھی تو بڑے سے بڑے لشکر پر علی علیہ السلام چھا جاتے تھے اور جب فضائل لڑے تو پورے عالم اسلام پر علی علیہ السلام چھا گئے۔ اس لیے کہ اسلام میں بہتر (۷۲) فرقے ہوں یا تہتر (۷۳) فرقے ہوں یا جتنے بھی ہوں وہ الگ بات ہے۔ لیکن بنیادی طور سے مسلمان جو ہیں، وہ تین حصوں میں تقسیم ہیں:

① وہ مسلمان امامیہ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اور شیعہ کہلاتے ہیں۔

② یا وہ مسلمان خلفا کو مانتے ہیں اور سنی کہلاتے ہیں۔

③ یا وہ مسلمان پیروں اور صوفیوں کو مانتے ہیں اور صوفی کہلاتے ہیں۔

ان تین حصوں کے اندر پورا اسلام ہے۔

اب بہت سے فرقے شیعوں میں ہیں، وہ شیعہ کہلاتے ہیں۔ بہت سے فرقے سنیوں میں ہیں وہ سنی کہلاتے ہیں اور بہت سے سلسلے صوفیوں میں ہیں، وہ صوفی کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ تین حصے ہیں بنیادی:

① شیعہ ② سنی ③ صوفی

ان تینوں میں علی علیہ السلام ہیں (نعرۂ حیدری)۔

شیعوں کے امامِ اوّل علی علیہ السلام، پہلے امام علی علیہ السلام، سنیوں کے خلیفہ چہارم علی علیہ السلام، صوفیوں کے پیروں کے پیر اور ولیوں کے ولی علی علیہ السلام، نہ تصوف بغیر علیؑ کے تمام ہے، نہ شیعہ علی علیہ السلام کے بغیر شیعہ ہے، نہ سنی علی علیہ السلام کے بغیر سنی ہے۔ اب جو منبروں پر بیٹھ کر داڑھیاں رکھ رکھ کر علی علیہ السلام کے اوپر سب و شتم کرنے والوں کا ساتھ دے رہے ہیں، وہ کس مذہب سے ہیں؟ (نعرۂ حیدری)

بتایئے آپ!

ذرا سوچیے اور غور فرمایئے!

علی علیہ السلام ہر سلسلے میں ہے، علی علیہ السلام ہر سلسلے میں قابلِ احترام ہے۔ کسی شیعہ سے پوچھئے تو وہ کہے گا کہ ہماری دل و روح و ایمان ہے، ہم نے اگر علی علیہ السلام کو چھوڑ دیا تو نجات کہاں؟ کسی سنی سے پوچھئے تو وہ کہیں گے کہ وہ خلفائے راشدین میں ہیں، بھلا ان کے خلاف کون جا سکتا ہے؟ کسی صوفی سے پوچھئے تو وہ کہے گا کہ ہر پیر کے پیر علی علیہ السلام ہیں، ہر ولی کے ولی علی علیہ السلام ہیں، ہر بزرگ کے بزرگ علی علیہ السلام ہیں بھلا ان کی کون مخالفت کر سکتا ہے؟ اسلام میں یہی تین گروہ ہیں، چوتھا گروہ ہے نہیں۔ اب جو لوگ علی علیہ السلام کو بُرا کہہ رہے تھے نہ شیعہ تھے نہ سنی تھے نہ صوفی تھے، پہلے یہ تحقیق ہو کہ یہ تھے کون؟

دیکھئے!

ان سے یہ کہیے کہ اپنی ID دکھاؤ (نعرۂ حیدری)۔

یہ مسجد ہے اس کے اندر مسلمان آئیں گے، یہاں گیٹ پر آدمی کھڑا کر دیجیے۔

کہا: اپنی ID دکھاؤ۔

اس نے اپنی ID دکھائی کہ ہم صوفی ہیں۔

کہا: آیئے' مسجد میں جگہ ہے آپ کے لیے۔

کہا: آپ کون ہیں؟

کہا: ہم سنی ہیں۔

کہا: ہاں! آیئے آیئے' مسجد ہے نماز پڑھیے۔

کہا: آپ کون ہیں؟

کہا: ہم شیعہ ہیں۔

کہا: آیئے' نماز پڑھیے۔

اب آپ کے پاس ID ہی نہیں ہے۔

آپ ہیں کون؟ پہلے اپنی ID تو لایئے۔

ہمیں اعتراض نہیں ہے آپ کو بلانے میں اندر' مگر یہ مسجد ہے غیر مسلم نہیں آئے گا۔ یہاں تشریف لایئے تو ID کے سمیت آیئے۔

عزیزانِ گرامی!

سوچنے کے قابل بات ہے' ٹھنڈے دل سے اپنی جگہ پر غور کیجیے کہ علی علیہ السلام کے ساتھ انصاف ہوا' صدر اول اسلام میں؟

کیا علی علیہ السلام کی شان میں جو گستاخیاں ہوئیں اور علی علیہ السلام کی شان میں جو نازیبا کلمات جو استعمال ہوئے اور نسلیں جوان ہوئیں دشمنی علی علیہ السلام میں تو کیا یہ اسلام کی خدمت تھی؟ کیا یہ دین سے محبت تھی؟ کیا یہ رسولؐ کے پیغام (message) کا احترام تھا؟ یہ کیا چیز تھی جو ہوئی؟ اور ایک دو دن نہیں ستر (۷۰) برس منبروں کے اوپر

علی علیہ السلام کے خلاف کہا گیا۔

راویوں نے علی علیہ السلام کے خلاف روایتیں گڑھیں' مؤرخین نے علی علیہ السلام کے خلاف تاریخیں لکھیں' محدثین نے حدیثیں تیار کیں۔ یہاں تک کہ ایک زمانہ وہ بھی گزرا کہ جب علی علیہ السلام کا نام لینا جرم تھا اور کہا جاتا تھا کہ ان کی گواہیاں نہ مانو جو علی علیہ السلام کے دوست ہیں۔ ان کے ساتھ زیادتی کرو جو علی علیہ السلام کے دوست ہیں۔ علی علیہ السلام کی طرف جس کا رجحان ہو اس سے کوئی بات نہ رکھو' اس کو بالکل علیحدہ کر دو۔

آپ تاریخ پڑھیے' حالات معلوم کریں' آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ مولا علی علیہ السلام کے ساتھ کیا سلوک ہوا اور لوگوں نے کیا کہا۔

اب یہیں سے ہمارا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام کی وجہ سے جو رویہ اُمت نے کلمہ پڑھ کر علی علیہ السلام کے ساتھ اختیار کیا' ہماری نظر میں تاریخ اسلام مشکوک ہو گئی ہے۔ اس لیے کہ جو ایک مسلمان کو' صحابی کو' رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کزن کو' رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد کو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ کو چار پیسوں کے لیے بُرا کہہ دیں' وہ ہمارے ساتھ اسلام کے معاملے میں کیا انصاف کریں گے؟ اور کیا مولا علی علیہ السلام کا یہ معجزہ نہیں ہے کہ اتنی زبردست مخالفت جھیلنے کے بعد علی علیہ السلام عالم اسلام میں اسی جمال و کمال سے کھڑے ہیں۔

عزیزانِ گرامی!

بعض چیزیں تو ایسی ہیں کہ جن کے لیے عقلِ بشر حیران ہے کہ یہ کیا ہیں؟

دیکھیے!

جب سے آڈیو وڈیو ایجاد ہو گئے' مقررین کی عمریں بڑھ گئیں۔ جو لوگ آج

دنیا میں نہیں ہیں مگر ان کے آڈیو موجود ہیں' ان کے وڈیو موجود ہیں۔ ان کی تقریریں لوگ سن لیتے ہیں اور اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہاں یہ ایسے پڑھتے تھے۔ بعض بزرگ ذاکرین کے بہت کم آڈیو وڈیو ہیں۔

علامہ رشید ترابی صاحب کے صرف دو آڈیو وڈیو ہیں۔ اس لیے کہ اس زمانے میں ان کی اتنی ریکارڈنگ نہیں کی گئی تھی۔ لیکن بہرحال ان کے پہلے والے جو ہیں ان کی نہیں ہیں' حالاں کہ ایک سے ایک پڑھنے والے گزرے مگر ان کے نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مقرر کی تقریر ہوا میں اُڑ جاتی ہے' جب سے آڈیو وڈیو ایجاد ہو گیا جب سے تھوڑی زندگی بڑھ گئی۔ لیکن اس سے پہلے کے ایک سے ایک لوگ گزر گئے جن کی تقریر کا آج کوئی نمونہ نہیں ہے۔ کیا یہ معجزہ نہیں ہے کہ چودہ سو برس پہلے منبر کوفہ پر جو مقرر بول رہا تھا اس کی آج تک تقریر بھی موجود ہے؟

عزیزانِ گرامی!

ایک چیز اس کے اندر اور ہے!

میری مجلسیں جو میں یہاں کرتا ہوں ان کو لوگ لکھ کر چھاپ دیتے ہیں۔ کئی کتابیں چھپ چکی ہیں۔ لیکن بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ جو سننے میں آپ کے مزہ آتا ہے وہ پڑھنے میں نہیں آتا۔

معلوم ہوا کہ مقرر جب ادا کر رہا ہوتا ہے' اس کا طرزِ ادا' اس کا چہرہ' اس کا انداز' وہ ماحول' وہ سماں باندھتا ہے جو کتاب پڑھنے میں نہیں ہے۔

یاعلی علیہ السلام! سبحان اللہ!

"نہج البلاغہ" آج ویسے تازہ ہے جیسے پہلے تازہ تھی (نعرۂ حیدری)۔

سمجھے آپ!

یہ علی علیہ السلام ہیں۔

اب پوری اسلام کی تاریخ، پہلی صدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کی خطرے میں آ گئی۔

دیکھیے!

روایتیں جو ہیں ان کا ایک سلسلہ ہے، زنجیر جیسے ہوتی ہے، ایک کڑی سے دوسری کڑی ملی ہوئی۔ ایک شخص وہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اس نے دوسرے سے بیان کیا، وہ کڑی اس سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ایک تیسرا شخص ہے جس نے اس سے سنا وہ کڑی اس سے ملی ہوئی ہے۔ اسی لیے اس کو سلسلہ روایت کہتے ہیں۔

"سلسلہ" عربی میں زنجیر کو کہتے ہیں۔

روایت جو ہے وہ ایک زنجیر سے آتی ہے۔ پہلے راوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، دوسرے نے اس سے روایت کی، تیسرے نے اس سے روایت کی، چوتھے نے اس سے روایت کی۔

یہ جھاڑ لٹکا ہوا ہے بیچ و بیچ مسجد کے، بہت قیمتی جھاڑ ہے، یہ ایک زنجیر سے لٹکا ہوا ہے۔ چھت میں ایک کنڈا لگا ہے اور اس کنڈے میں چھوٹی سی زنجیر پڑی ہوئی ہے۔ اس زنجیر میں یہ جھاڑ لٹکا ہے۔ یہ وزنی بہت ہے لیکن اس زنجیر کے کنڈے مضبوط ہیں۔ اب اگر وہ پہلا کنڈا جو اس کڑے سے ملا ہے جو چھت میں ہے کمزور ہو جائے تو پھر کیا ہوگا؟

جہاز نیچے آ جائے گا۔

جہاز تو ٹوٹے ہی ٹوٹے گا جو نیچے بیٹھے ہیں وہ بھی جائیں گے۔

دیکھئے!

ہمیں یہی ڈر ہے کہ اسلام کی جب پہلی کڑیاں کم زور ہو گئیں تو اگر یہ جہاز وہاں سے گرا تو اسلام تو جائے گا سو جائے گا' نہ جانے کتنے مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا۔ جب یہ سلسلہ کم زور ہو گیا تو ہم کس کا اعتبار کریں اور کس پر بھروسہ کریں؟

راویوں پر بھروسہ نہیں ہو سکتا' محدثوں پر بھروسہ نہیں ہو سکتا' سبھی تو بکے ہوئے ہیں۔

اب سمجھے آپ کہ ہمارے پاس امامت کا سلسلہ کیا ہے۔ یہ اکیلا بچانے والا عصمت کا سلسلہ ہے جو اسلام کو صحیح منزل تک لے جاتا ہے۔

عزیزانِ گرامی!

علی علیہ السلام سے عداوت کا منظر آپ کو دکھا دوں تا کہ آج کی مجلس تمام ہو جائے۔

آج صرف اتنا پڑھنا ہے کہ حسین علیہ السلام نے اپنے قاتلوں کے نرغے میں عصر عاشور کو جب طبل جنگی بج رہے تھے اور کربلا کے میدان میں شور برپا تھا۔ عمر ابن سعد کو اپنے سامنے بلایا تھا۔

کہا: میرے سامنے آؤ۔

وہ آیا سامنے۔

کہا: جنگی طبل رکوا دے مجھے تجھ سے بات کرنا ہے۔

اس نے جنگی طبل رکوا دیے۔

کہا: میدان میں جانوروں کا شور بہت ہے ان کو چپ کرا دے۔

اس نے کہا: یہ میرے بس میں نہیں ہے۔

کہا: اچھا! یہ میرے بس میں ہے۔

یہ کہہ کر انگشت شہادت سے اشارہ کیا' کربلا کے میدان میں سناٹا چھا گیا۔

اب حسین علیہ السلام نے کہا: یہ بتا دے تُو مجھ سے لڑ کیوں رہا ہے؟

وہ لعین اپنی رکابوں پر زور دیتے ہوئے اونچا ہوا۔

اس نے کہا:

يَا حُسَيْنُ بُغْضًا لِأَبِيكَ

"اے حسینؑ! تمھارے باپ کی عداوت کی وجہ سے تم سے لڑ رہے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ کربلا میں قتل حسین علیہ السلام کے لیے جو لشکر آیا تھا' وہ دشمنی حیدر کرارؑ میں آیا تھا۔ اب آپ سمجھئے کہ وہ لشکر کون سا لشکر تھا' اس کا مذہب پہچانیے!

دشمنی حیدر کرارؑ میں آیا تھا۔

اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ قتل حسین علیہ السلام کے لیے جو لشکر آیا تھا' اس کا کردار یہ کہہ رہا ہے:

بُغْضًا لِأَبِيكَ

"تمھارے باپ کی عداوت میں تم سے لڑ رہے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ یہ لشکر جو لاکھوں کا جمع ہے یہ دشمن حیدر کرارؑ ہے۔ دشمن حیدر کرارؑ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے امامؑ کا دشمن ہے' کسی کے خلیفہ کا دشمن ہے' کسی کے

پیمبر کا دشمن ہے۔ اب اگر ہم اسے بُرا کہتے ہیں تو جو بگڑتا ہے وہ کون ہے؟ (نعرۂ حیدری)

ذکرِ مصائب: شہادت حضرت عباس علیہ السلام

عزیزانِ گرامی!

اسی لیے کربلا میں اللہ نے حسین علیہ السلام کے ساتھ ایک تصویرِ علیؑ بھیجی جو صورت میں، سیرت میں، کردار میں، جلال میں، جمال میں، رفتار میں، گفتار میں حیدرِ کرارؑ تھا۔

وہ علی علیہ السلام جنھوں نے کچھ نہ مانگا مگر ایک بیٹے کی تمنا کی اور اللہ نے ایسا بیٹا دیا جو چاند کہلایا۔ دنیا میں رواج ہے، یہ زبان ہے ہماری، ہم دعائیں دیتے ہیں کہ اللہ چاند سا بیٹا دے یا ان کو چاند سا بیٹا ملا، یہ بھی کہا جاتا ہے۔ مگر کسی کا بیٹا چاند جیسا ہوتا نہیں ہے۔ لیکن علی علیہ السلام کو حقیقت میں چاند سا بیٹا ملا جس کا لقب "قمر بنی ہاشمؑ" ہو گیا، بنی ہاشمؑ کا چاند، سکینہؑ کا سقا، زینبؑ کے پردے کا محافظ، سیدانیوںؑ کا دل قوی ہے۔ اس لیے کہ عباس علیہ السلام زندہ ہے۔

کوئی بات ہوئی تو امام عالی مقام علیہ السلام نے کہا: عباس علیہ السلام کو بلاؤ۔ عباسؑ علی علیہ السلام کی آرزو۔

خدا کی قسم!

چودہ معصومینؑ کے بعد جو مرتبہ اس قوم کے دلوں میں حضرت عباس علیہ السلام کا ہے وہ کسی کا نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں عباس علیہ السلام کو یہ عزت کس نے دی ہے؟

یہ عزت اللہ نے دی ہے۔

کیوں دی ہے؟

حسین علیہ السلام کے بھائی تھے مگر کبھی بھائی کہا نہیں۔ جب کہا تو یہ کہا: میں غلام ہوں۔

مشیت نے کہا: اچھا! عباس علیہ السلام! تُو! میرے امامؑ کا غلام بن گیا' میں تجھے کائنات کا آقا بنا دوں گا۔ لشکرِ حسینیؑ کے علمدار' پوری فوج خاطر میں نہیں آ رہی۔ اپنے چھوٹے سے لشکر کو صبح سے شام تک لاکھوں کے لشکر سے لڑوانے والے۔

روایت بتاتی ہے کہ اپنی چھوٹی سی فوج کی عمر بڑھاتے رہے۔ جب کوئی ناصر چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر جاتا تھا' ایسا اندازہ ہوتا تھا کہ اب یہ مارلیا جائے گا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس گھیرے کو توڑ دیتے تھے۔ سپاہی اِدھر اُدھر نکل جاتے تھے۔ اس کو نئی زندگی مل جاتی تھی۔

روایت بتاتی ہے: کبھی کبھی اپنے پرچم کو ہوا میں لہراتے تھے۔ جب پرچم لہراتے تھے تو دشمن کی فوجوں میں اضطراب کی لہریں دوڑتی تھیں۔ عباس علیہ السلام' علیؑ کا بیٹا' حسین علیہ السلام کا بھائی' علمدارِ لشکرِ اسلام' ایسا علم بلند کیا کہ چودہ سو برس سے علم بلند ہے۔

تاریخ بتاتی ہے: جب کوئی نہ رہا۔

کہا: آقا! اب مجھے بھی اجازت دیجیے۔

حسین علیہ السلام نے عباس علیہ السلام کو اجازت نہیں دی۔

دیکھیے!

عباس علیہ السلام کے پاس چند خصوصیتیں ایسی ہیں جو اور شہیدوں کو نہیں ملیں۔

ایک تو یہ کہ ہر ایک کو اجازت ملی تو ہر ایک کے دل کی حسرت نکل گئی۔ حبیب رضی اللہ عنہ لڑ لیے' مسلمؓ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ لڑ لیے' زہیر رضی اللہ عنہ لڑ لیے' عباس علیہ السلام کے دل کی حسرت دل میں گھٹ کر رہ گئی' لڑ نہیں پائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بہتر (۷۲) شہیدوں میں سے ستر (۷۰) شہیدوں کی

میتیں آئیں۔ دو میتیں نہ آئیں' ایک عباس علیہ السلام کی میت نہ آئی' ایک حسین علیہ السلام کی میت نہ آئی۔

ہاں عزیزو!

جب کسی صورت سے اجازت نہ ملی تو سکینہؑ کی قیادت میں چھوٹے بچے "اَلعَطَش' اَلعَطَش" کی صدائیں لگا رہے تھے۔

کہا: بھیا! جانا ہے تو پانی کی سبیل کرنا۔

سکینہؑ سے مشکیزہ لیا' دریا کا رُخ کیا' ہاتھ میں نیزہ' مشک سکینہؑ' گھوڑے کی باگیں علم سنبھالے ہوئے' دریا میں اُتر گئے۔

قربان جایئے اس کے کہ جس نے لب تک تر نہ کیے!

سکینہؑ کا مشکیزہ بھرا۔ لے کر چلے' لڑائی شروع ہوئی۔ دایاں ہاتھ کٹا' بائیں ہاتھ سے لڑے' بایاں ہاتھ کٹا۔ اب مشکیزے کو اپنے منہ میں لے لیا۔ اِدھر ایک تیر مشکِ سکینہؑ کو لگا' اُدھر عباس علیہ السلام کی طاقت نے جواب دیا۔

آواز دی: بھیا! میں نے جان فدا کر دی۔

حسین علیہ السلام نے کمر پکڑ لی۔

ارے میرے بھیا! ارے عباس علیہ السلام!

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَیَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

نکاتِ حق

- جو سلوک مولا علی علیہ السلام کے ساتھ شام میں ہوا' کیا علی علیہ السلام اس سلوک کے مستحق تھے؟
- مسلم دیشوں کو اللہ نے نوازا ہے جہاں سونے کی نہریں بہتی ہیں۔
- مولا علی علیہ السلام آج سے چودہ سو برس پہلے کہہ کر گئے ہیں: اگر کسی کو بھوکا دیکھو تو یقین مانو اس کے حصے کی روٹی دوسرا کھا رہا ہے۔
- بے گھر ہونا' علی علیہ السلام کا دامن چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔
- اس نے کہا: پہلے یہ تو دیکھ لو یہ اُونٹ ہے یا اُونٹنی ہے۔
- عالمی جنگل میں یورپ و امریکہ وہ جانور ہیں جو شکار کرتے ہیں اور مسلم دیش وہ جانور ہیں جو شکار ہوتے ہیں۔
- طالوت اس لیے بادشاہ بنا ہے کہ ہم نے اس کو علم میں زیادتی دی ہے اور جسم میں زیادتی دی ہے۔
- بت پرستوں کو بھی زیر کیا علی علیہ السلام نے' یہودیوں کو بھی زیر کیا علی علیہ السلام نے اور عیسائیوں کو بھی زیر کیا علی علیہ السلام نے۔
- حضرت امیر علیہ السلام مردے کے مال کو کیا چھوئے۔
- اب اس کی بہن آئی' آ کر دیکھا اس نے' وہ گھوم گھوم کر دیکھتی رہی۔ آخر میں یہ کہتی ہوئی گئی: بھیا! تیرا قتل وہ تھا کہ زندگی بھر روتی' مگر لاش دیکھ کر تسلی ہوگئی کہ تیرا قاتل کوئی شریف النسب اور بہادر ہے' جس نے تیری بہادری کا احترام کیا اور تیری میت کی توہین نہیں کی۔
- علی علیہ السلام کی شرافتِ نفس میدانِ جہاد میں قابلِ دید ہے۔
- میں وہ ہوں جس کی ماں نے میرا نام حیدرؑ رکھا ہے۔
- اے یوسفؑ کو یعقوبؑ سے ملانے والے! میرے علی اکبرؑ کو مجھ سے ملا دے۔
- لیلیٰؑ تو زندہ رہیں' جب پانی سامنے آتا ہوگا تو بیٹا یاد آتا ہوگا۔ آؤ علی اکبر علیہ السلام! پانی پی لو۔

مجلسِ نہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۴۲)

ارشادِ پروردگارِ عالم ہے:

"حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب کہ تم جانتے ہو۔"

عزیزانِ گرامی!

ہمارے اور آپ کے درمیان کل گفتگو مولا علی علیہ السلام کی منزل تک پہنچی تھی اور اس گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ تاریخ نے مولا علی علیہ السلام کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور ان کی وہ عظمت اور ان کی وہ شان اور وہ جلالت جو اللہ کی سرکار میں تھی' جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں بھی تھی' جس چیز کے واقعتاً وہ مستحق تھے اس کے بدلے ان کی شان میں گستاخیاں ہوئیں اور ان کے فضائل و مناقب کو چھپایا گیا' ان کے مرتبے پر پہرے بٹھائے گئے اور ان کا تذکرہ کرنے والوں کی زبانیں کاٹی گئیں' ان کو قتل کیا گیا' ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے' ان کو قید خانے میں رکھا گیا۔ یہ ساری وہ حقیقتیں ہیں' جو تاریخ کے اندر ثابت ہیں۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ اس میں نقصان کس کا ہوا؟

علی علیہ السلام کا نقصان ہوا یا علی علیہ السلام کو چھوڑنے والوں کا نقصان ہوا؟

اس لیے کہ یہ جو کچھ ہوا یہ آج سے چودہ سو برس پہلے ہوا اور چودہ سو برس پہلے سے جو سلسلہ جاری ہوا تو کئی سو برس چلتا رہا۔ یعنی شروع ہوا چودہ سو برس پہلے اس کے بعد سے یہ سلسلہ مخالفت حیدر کرارؑ کئی سو برس چلتا رہا۔ یہاں تک کہ حالات آہستہ آہستہ نارمل ہوتے گئے اور وہ مخالفتیں کسی حد تک کم ہوتی گئیں۔ مگر دنیا کے بعض علاقوں میں وہ چیزیں آج بھی باقی ہیں اور آج بھی اس کی مثالیں اور مخالفتیں پائی جاتی ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ میری آواز جہاں جہاں تک جا رہی ہے اور جو لوگ میری بات سن رہے ہیں وہ یہ سوچیں کہ لوگوں نے جو علی علیہ السلام کے سات سلوک کیا وہ صحیح کیا کہ غلط کیا؟ اگر صحیح کیا تو پھر آج کے مسلمان نے علی علیہ السلام کو خلافت میں شامل کیوں کیا ہے اور اگر غلط کیا تو آج ہم غلطی کرنے والوں کی طرف سے تاویلیں کیوں کرتے ہیں؟

ان دونوں باتوں میں سے ایک بات پر غور کرنا چاہیے!

جو سلوک مولا علی علیہ السلام کے ساتھ شام میں ہوا، کیا علی علیہ السلام اس سلوک کے مستحق تھے؟

اگر کہیے مستحق تھے تو پھر آج کے علما غلطی پر ہیں جو ہر جگہ خلافت میں ان کا نام لکھے رکھے ہیں۔ ان سے غلطی ہو رہی ہے اور یہ گمراہی پھیلا رہے ہیں جو اس فہرست میں ان کا نام لکھے ہیں جس فہرست میں نہیں ہونا چاہیے اور اگر وہ غلط تھے جنھوں نے علی علیہ السلام کو منبروں پر بیٹھ بیٹھ کر بُرا کہا تھا تو ان کی حدیثیں، ان کی روایتیں، ان کی کتابیں، یہ تحقیقات، ان کے معاملات، ان کا ایمان، ان کا عقیدہ کوئی بھروسے کے

قابلِ نہیں ہے۔ جب کچھ بھروسے کے قابل نہیں ہے تو علی علیہ السلام کے مسئلے پر عالم اسلام کو ازسرِ نو غور کرنا پڑے گا۔

پھر یہ کیا مسئلہ ہے؟

اس لیے کہ علی علیہ السلام "ع-ل-ی" کے مجموعے کا نام نہیں ہے' تین حروف کے مجموعے کا نام نہیں ہے علی علیہ السلام نام ہے علم کا' علی علیہ السلام نام ہے شجاعت کا' علی علیہ السلام نام ہے حکمت کا' علی علیہ السلام نام ہے ایثار کا' علی علیہ السلام نام ہے قربانی کا' علی علیہ السلام نام ہے حفاظتِ اسلام کا' علی علیہ السلام نام ہے حفاظتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا' علی علیہ السلام نام ہے باطل کو زیر کرنے کا' علی علیہ السلام نام ہے حق کو بلند کرنے کا (نعرۂ حیدری)۔

جنھوں نے مال کی محبت میں' حکومت کی محبت میں' فتوحات کی محبت میں علی علیہ السلام کو چھوڑا' انھوں نے علی علیہ السلام کو نہیں چھوڑا علم کو چھوڑا' کردار کو چھوڑا' عصمت کو چھوڑا' بہادری کو چھوڑا' نصرتِ خدا کو چھوڑا' محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام جو بہترین دین تھا اور مسلمان جو خیرِ اُمت تھے' جن کے واسطے قرآن جیسی کتاب آئی تھی' جن کے واسطے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا عظیم رسولؐ آیا تھا' جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام نعمتوں سے مالا مال کیا تھا' وہ عالمی بازار میں آج تماشا بن گئے (نعرۂ حیدری)۔

آج عالم اسلام کا جو حال ہے اور آج جو مسلمانوں کا حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہمارے ملک دیکھ لیجیے کس حال میں ہیں' ہمارے رہبر دیکھ لیجیے کس حال میں ہیں' ہماری تعلیم دیکھ لیجیے کس حال میں ہے باوجود اس کے کہ مسلم دیشوں میں سونے کی نہریں بہتی ہیں۔

سونے کی نہر ایک محاورہ ہے' یہ پٹرول جو ہے یہ سونے کی نہر ہی ہے۔

سمجھے آپ!

مسلم دیشوں کو اللہ نے نوازا ہے جہاں سونے کی نہریں بہتی ہیں۔ لیکن اس کے بعد مسلمان بھوکے مرتے ہیں۔

کیوں؟

اب کہیں گے کہ تم تو ہر بات میں ملاں بنا کرتے ہو! یہ علی علیہ السلام کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے جو دنیا میں مسلمان بھوکا ہے، یہ علی علیہ السلام کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔

آپ کہیں گے: کہاں کی کہاں اُڑا رہے ہو؟

مولا علی علیہ السلام آج سے چودہ سو برس پہلے کہہ کر گئے ہیں: اگر کسی کو بھوکا دیکھو تو یقین مانو اس کے حصے کی روٹی دوسرا کھا رہا ہے (نعرۂ حیدری)۔

ہم دنیا گھومتے ہیں مولاؑ کے نام پر، عالی شان کاروں میں، جن پر نظریں تھمیں۔ لمبے لمبے دسترخوان جن میں سے اتنی غذائی مقدار پھینک دی جاتی ہے، جس سے سینکڑوں کا پیٹ بھر جائے۔ وہ بھی مسلمان دیش ہیں اور وہ بھی مسلمان ہیں جو اس پھینکے ہوئے کوڑے میں سے اپنا رزق تلاش کرتے ہیں۔

کیا آپ سنیں گے میرے مولا علی علیہ السلام کی بات؟

ارے!

دنیا نے علی علیہ السلام کو پہچانا نہیں، آپ، انسانیت کے سامنے علی علیہ السلام کو پیش تو کیجیے۔

ارے!

انسانیت آسمان پر چلی جائے اگر علی علیہ السلام کا دامن تھام لے تو۔

آپؑ کا گورنر جس زمانے میں آپؑ برسر اقتدار تھے دعوت میں چلا گیا، کچھ

بڑے لوگوں کے ہاں، جب دعوت میں چلا گیا تو علی علیہ السلام نے اس کو ڈانٹ کر خط لکھا۔

دیکھئے!

کیسا بادشاہ ہے جو ایک ایک کے فعل پر نظر رکھے ہے؟

ڈانٹ کر خط لکھا:

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم ایسے لوگوں کے دسترخوان کی طرف چلے گئے جہاں مال دار بلائے جا رہے تھے، غریب روکے جا رہے تھے۔"

سمجھے آپ!

یہ مسئلہ ہے۔

مولا علی علیہ السلام کو چھوڑنے کے بعد عالم اسلام میں بھوک کی وبا آئی ہے۔ رہنے کو مکان نہیں ہے بہت سے مسلمانوں کے پاس۔ اِدھر رہتے ہیں، اُدھر رہتے ہیں، فٹ پاتھ پر رہتے ہیں، زیر آسمان رہتے ہیں۔

علی علیہ السلام کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔

آپ کہیں گے: یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟

آئیے!

میں ہر ایک کے لیے دلیل دے رہا ہوں آپ کو یوں ہی نہیں کہہ رہا ہوں۔

علی علیہ السلام کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔

ایک گورنر نے اپنی گورنری کے زمانے میں نیا مکان بنا لیا۔

پڑھیے نہج البلاغہ!

مولا علی علیہ السلام نے اس کو لکھا: مجھ کو اطلاع ملی ہے کہ تم نے نیا گھر بنایا ہے۔ اگر تم نے مال مسلمین سے بنایا ہے تو یقین مانو کہ دو بنائے ہیں' ایک یہاں بنایا ہے' ایک جہنم میں بنایا ہے اور اگر تم نے اپنی کمائی سے بنایا ہے تو خیر اس کے لیے مجھے کچھ کہنا نہیں ہے۔ مگر خالی ایک بات تمھیں یاد دلا دوں ذرا یہ خیال کر لینا کہ ایک وقت ایسا ہو گا کہ جب یہ گھر تو ایسے ہی بنا ہو گا مگر اس کے اندر سے تمھاری میت اُٹھائی جا رہی ہو گی۔

سمجھے آپ!

بے گھر ہونا' علی علیہ السلام کا دامن چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔

اب آیئے!

ایجوکیشن کے مسائل' تعلیم۔

کیا بد نصیبی کی بات ہے' منہ پر طمانچے مارنے کی بات ہے۔ جس کا رسولؐ آج سے چودہ سو برس پہلے کہہ گیا ہو:

طَلَبُ العِلمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسلِمٍ و مُسلِمَةٍ

"مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر علم کا حاصل کرنا فریضہ ہے۔"

یہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے' ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی' جو رسولؐ تھے آپ کے' جن کا کلمہ پڑھتے ہیں آپ کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا فریضہ ہے۔

چودہ سو برس پہلے جس ملت کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہا ہو آج تک اس ملت میں تعلیم کی ترقی نہ ہو۔

اس کا راز کیا ہے؟

رسول ﷺ نے چودہ سو برس پہلے کہا تھا' یہاں تعلیم کا رواج آج بھی نہیں ہے مسلمانوں میں۔

اس کی وجہ ہے۔

کیا؟

علی علیہ السلام کو چھوڑ دیا گیا۔

آپ کہیں گے: یہ کیسے؟

جب مولا علی علیہ السلام برسر اقتدار آئے تو اپنے سارے گورنروں کو حکم بھیجا: خبردار! تمہارے علاقوں میں کوئی بچہ بغیر تعلیم کے رہنے نہ پائے۔

علی علیہ السلام اس شخص کا نام ہے' جس نے آج سے چودہ سو برس پہلے اپنی حکومت میں تعلیم کو عام کیا۔

سنیے!

علی علیہ السلام اس آدمی کا نام ہے' جس نے آج سے چودہ سو برس اپنی حکومت میں تعلیم کو عام کیا۔

یہ تھے علی علیہ السلام' مگر علی علیہ السلام ہی کے زمانے میں ایک طاقت ایسی بھی تھی جو جہالت کو فروغ دے رہی تھی۔ چنانچہ ایک عراقی کا اُونٹ چوری ہو گیا' وہ پکڑ کر لایا تو دوسرے نے کہا: یہ اُونٹنی میری ہے۔

اس نے کہا: پہلے یہ تو دیکھ لو یہ اُونٹ ہے یا اُونٹنی ہے۔

اس نے کہا: اس سے بحث نہیں' بس جو ہو گیا وہ ہو گیا۔

جب وہ جانے لگا تو کہا: علی علیہ السلام سے میری طرف سے کہہ دینا کہ ایسے جاہل جمع کیے ہیں جن کو اونٹ اور اونٹنی میں تمیز نہیں ہے۔

اب سمجھے آپ!

علی علیہ السلام سے لڑنے کے لیے جہالت کو قوت دی گئی۔ آج مسلمانوں میں اگر جہالت ہے تو یہ دشمن حیدر کرارؑ کی پھٹکار ہے جو نظر آ رہی ہے (صلوات)۔

مسلم بادشاہوں نے' سلطانوں نے' کشور کشاؤں نے' اقتدار کے اُوپر قبضہ کرنے والوں نے اسلام کا نام بدنام کیا ہے۔ مسلمان بن بن کر بیٹھے' اپنے کو مسلمان کہا۔

ہاں!

پڑھیے تاریخیں مسلم بادشاہوں کی!

ارے!

باہر کی نہ پڑھیے ہندوستان ہی کی پڑھ لیجیے!

ہاں!

اپنے ملک ہی کی پڑھ لیجیے!

برابر اس کے اندر لکھا ہے' میں نے وہاں شراب کی محفل گرم کی' میں نے وہاں سروں کا مینار چنوا دیا۔

یہ اسلام ہے؟

سروں کے مینار بنانا اسلام ہے؟ شہروں کو خون سے دھو دینا اسلام ہے؟ بے گناہوں کا قتل عام کرنا اسلام ہے؟

عزیزانِ گرامی!

گھر کے اندر کی بات ہوتی ہے تو ہر ایک چھپاتا ہے۔ باہر کی بات ہوتی ہے تو ہر ایک پروپیگنڈا کرتا ہے۔

مسلمانوں نے کب انصاف کا ساتھ دیا؟

اہل بیتؑ کو چھوڑ کر ہمیشہ انھوں نے ظلم وستم کیے ہیں۔

آج آپ یہاں مسجد میں کثیر تعداد میں بیٹھے ہیں جو چاہے اپنے کو واہ واہ کر لیجیے۔ میں گھنٹہ بھر آپ کی تعریف کرتا ہوں' آپ واہ واہ کر کے کھڑے ہوتے جایئے گا۔ لیکن عالمی بازار میں نکل کر اپنی قیمت تو دیکھئے کہ آپ ہیں کون؟ آپ کو دیکھ کر لوگ ڈرتے ہیں' آپ دہشت گرد مشہور ہیں' ہوائی سفر ہوتا ہے تو لوگ آپ سے پریشان ہوتے ہیں۔ اس کا صرف ایک بھولا سا جواب دے دیتے ہیں: یہ سب دشمنانِ اسلام ہیں۔

دشمن اسلام کو آپ کیوں نہیں قابو میں لاتے؟

دشمن اسلام کو آپ کنٹرول کیجیے۔

کہتے ہیں: ہم کیسے کریں؟ ہم کیا کر سکتے ہیں؟

مسلم دشمن طاقتیں ہیں۔

خدا کی قسم!

میں چپ رہتا ہوں' میرے کلیجے کے اندر اُبلتا رہتا ہے معاملہ لیکن میں بولتا نہیں ہوں اس لیے نہیں بولتا کہ میرا مقصود دل آزاریاں نہیں ہے' میرا مقصود بات کو پہنچانا ہے پیار سے' محبت سے کہ دل میں بیٹھ جائے۔

وہ کسی کا مصرعہ ہے:

ؔ شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات

یہ مقصد ہے، کسی کو تنگ کرنا مقصد نہیں ہے۔ لیکن آج جب ہم ملت کی حالت دیکھتے ہیں چاہے اپنے دیش میں دیکھیں، چاہے اپنے دیش سے باہر دیکھیں، ہر جگہ یہی شکوہ ہے، یہودی مسلمانوں کے دشمن ہیں، عیسائی مسلمانوں کے دشمن ہیں، بت پرست قومیں آپ کے دشمن، عیسائی آپ کے دشمن، یہودی آپ کے دشمن۔

ہے نا چاروں طرف یہی شور؟

کوئی علاج بھی ہے اس کا یا خالی بستر بیماری پر پڑے روتے رہیے گا؟

ارے!

کچھ علاج بھی کرو گے یا خالی روتے رہو گے بستر بیماری پر لیٹے ہوئے۔

بت پرست قومیں دشمن مسلمانوں کی، عیسائی پکے دشمن مسلمانوں کے، یہودی جانی دشمن مسلمانوں کے، مسلمان بے چارے بھولے بھالے ہیں، اللہ کے نیک بندے، شریف، جو آیا وہ ان کو بے وقوف بنا کر چلا گیا۔

یہ کیا ہوا؟

کہنے لگے: اندرونی سازش کا شکار ہوئے۔

یہ کیا ہوا؟

کہا: امریکی سازش کا شکار ہو گئے۔

یہ کیا ہوا بھائی؟

کہا: برطانوی سازش کا شکار ہو گئے۔

ہائے! ہائے!

آپ ہی شکار ہوتے ہیں' کبھی شکار کرتے بھی ہیں۔

شکار ہمیشہ یہی ہوتے ہیں۔

شکاریوں سے پوچھا: بھئی! شکار کیسے ہوتا ہے؟

کہنے لگے: دیکھو! جنگل میں دو طرح کے جانور ہوتے ہیں ایک شکار کرتے ہیں' ایک شکار ہوتے ہیں۔ شیر جو ہے وہ ہمیشہ شکار کرتا ہے اور ہرن ہمیشہ شکار ہوتا ہے۔

آج تک سینکڑوں سال کی تاریخ میں ہم نے یہ سنا کہ جنگل سے دو بڑے بڑے ہرن نکلے اور اُدھر سے ایک شیر آ رہا تھا۔ بس! انھوں نے اس کو شکار کیا اور آدھا آدھا بانٹ کر لے گئے۔

آج تک یہ نہ سنا' جب سنا تو یہ سنا کہ شیر نے شکار کیا اور ہرن شکار ہوا۔

اب ہماری سمجھ میں آیا کہ دو طرح کے جانور ہوتے ہیں: ایک شکار ہوتے ہیں' ایک شکار کرتے ہیں۔ عالمی جنگل میں یورپ و امریکہ وہ جانور ہیں جو شکار کرتے ہیں اور مسلم دنیا وہ جانور ہیں جو شکار ہوتے ہیں۔

اب اگر ہم سے پوچھیے آپ تو' ہم بتاتے ہیں کہ وجہ کیا ہے؟ شیر خدا کا دامن چھوڑنے کا نتیجہ ہے (نعرۂ حیدری)۔

عزیزو!

حکومت اس کا حصہ ہوتی ہے' جس کے پاس علم ہو اور طاقت ہو اور یہ فلسفہ قرآن نے بتایا ہے۔ قرآن میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاءؑ کا جو زمانہ تھا اس وقت میں ایک شخص جو کافر تھا اور دشمن خدا تھا' اس کا نام تھا جالوت۔

قوم اس زمانے کے نبیؑ کے پاس آئی۔

کہا: وہ کافر ہے اور بہت پریشان کرتا ہے آپ خدا سے کہیے کہ وہ کسی کو ہمارے واسطے بادشاہ بنا دے، لیڈر بنا دے تاکہ ہم اس کے سہارے اس کا مقابلہ کریں اور اس کو زیر کریں۔

پیغمبرؑ نے دعا کی۔ جب پیغمبرؑ نے دعا کی تو ان کی دعا قبول ہوئی۔

اللہ نے فرمایا: اپنی اُمت والوں سے کہہ دو جو تمھارے پاس آئے تھے کہ ہم نے طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا ہے۔

طالوت صاحب جو تھے، وہ ایک غریب آدمی تھے اور ان کی حیثیت زیادہ مالی نہیں تھی۔ جب قوم والوں نے سنا کہ اللہ نے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے۔

اُنھوں نے کہا: وہ کیسے بادشاہ ہو سکتے ہیں؟ وہ تو ایک غریب آدمی ہیں، ان کا بادشاہت سے کیا تعلق؟

اس لیے قوم کے بادشاہ جو تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم میں سے کسی کو بادشاہت ملے گی اور وہاں ایک غریب آدمی کو مل گئی۔

اُنھوں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

نبیؑ کہنے لگے: میں خدا سے پوچھوں گا۔

انھوں نے اللہ کی بارگاہ میں پھر مناجات کی۔

کہا: معبودا! قوم والے کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتے ہیں یہ تو غریب آدمی ہیں؟

اللہ نے ارشاد فرمایا:

بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (سورۂ بقرہ آیت ۲۴۷)

"طالوت اس لیے بادشاہ بنا ہے کہ ہم نے اس کو علم میں زیادتی

دی ہے اور جسم میں زیادتی دی ہے۔"

جسم میں زیادتی کا مطلب یہ نہیں ہے وہ بارہ فٹ کا ہے۔جسم میں زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ وہ طاقت ور زیادہ ہے۔

کیا اس میں دو صفتیں ہیں؟

① عالم ہے ② قوی ہے

معلوم ہوا کہ قرآن نے یہ فلسفہ بتایا کہ جس کے پاس علم ہو اور قوت ہو حکومت اس کا حق ہے۔اب اگر آدمی علم وقوت کو چھوڑ دے تو ذلت ہی ذلت تو ہے۔

علی علیہ السلام عالم بھی تھے اور قوی بھی تھے (صلوات)۔

بس عزیزانِ گرامی!

جو بات میں کر رہا تھا اس کو آخری منزل تک پہنچا دوں!

آج عالم اسلام کا یہ حال ہے کہ عیسائی دشمن یہودی دشمن اور بت پرست دشمن ہم دشمنوں میں پھنسے ہوئے ہیں چاروں طرف سے اور سازش کا شکار ہو رہے ہیں اس کا علاج کیا ہے؟

میں آپ کو پرانا نسخہ یاد دلاؤں جس سے فائدہ ہوا تھا آپ کو؟

اب آپ کو اختیار ہے چاہے اختیار فرمائیے چاہے نہ اختیار فرمائیے۔

جب اسلام آیا ہے تو یہی تین دشمن تھے:

① بت پرست قومیں اسلام کی دشمن تھیں۔

② عیسائی دشمن تھے۔

③ یا یہودی دشمن تھے۔

کفار مکہ جو دشمن تھے' وہ بت پرست تھے۔ خیبر والے جو دشمن تھے' وہ یہودی تھے۔ نجران والے جو آئے تھے مقابلے کے لیے وہ عیسائی تھے۔

اب آپ سمجھے کس دوا سے شفا ہوتی ہے؟

بت پرستوں کو بھی زیر کیا علی علیہ السلام نے' یہودیوں کو بھی زیر کیا علی علیہ السلام نے اور عیسائیوں کو بھی زیر کیا علی علیہ السلام نے (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

آج یہودی ہو' عیسائی ہو یا کافر ہو' کوئی ہو' اس سے بحث نہیں ہے' ہم نے عہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھا ہے' خندق کے میدان میں کل کفر آیا تھا۔ لیکن کل کفر علی علیہ السلام کے سامنے کام یاب نہیں ہوا۔

خدا کی قسم!

فلسفہ جہاد بھی بتایا۔

دیکھیے!

اسلام کو آج لوگوں نے بدنام کیا ہے' اسلام کا نام لے کر۔ جب دولت لوٹیے گا' جب آپ زیادتی کیجیے گا تو لوگ جہاد کو بدنام کریں گے۔ آج ہمارا بہت دل دُکھتا ہے جب لوگ مسلمانوں کو دہشت گرد کہتے ہیں۔ یہ ملاؤں نے جو جہاد کا فلسفہ دیا ہے دہشت گردوں کی شکل میں' بلڈنگز کو اُڑا دینے والے اور عمارتوں کو ڈھا دینے والے اور بے گناہوں کو مار ڈال دینے والوں کی شکل میں' یہ اسلامی جہاد نہیں ہے' یہ سیاسی بازی گری ہے۔ یہ اسلام کا غلط استعمال ہے' یہ اسلام کی غلط تصویر ہے جو دنیا کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ اس سے مسلمان بدنام ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کو پیچھے دھکیلا جا

رہا ہے اس سے۔ سینکڑوں علوم ایسے ہیں جو آپ کے ہاں پڑھائے نہیں جاتے۔
آپ دوسروں کے محتاج بن کر زندہ رہیے گا۔

عزیزانِ گرامی!

یہ سب مصیبتیں آ رہی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی رسول ﷺ فرماتے ہیں:
لڑکوں اور لڑکیوں کا پڑھنا فرض ہے۔ لیکن سکول اُڑائے جا رہے ہیں لڑکیوں کے۔
بے گناہ کو مار ڈالنا کون سا اسلام ہے؟

قرآن کہتا ہے: جس نے ایک انسان کو مارا اس نے ساری دنیا کو مار ڈالا۔
آپ سینکڑوں آدمیوں کو مارنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مسلکی اختلاف کی وجہ سے جان
لینے پر تلے ہوئے ہیں' یہ اسلام ہے؟

آیئے!

علی علیہ السلام سے سنیے اسلام کیا ہے۔

پھر وہی بات کہ علی علی کیا کرتے ہیں کچھ نہیں یاد۔

ارے!

علی علیہ السلام نے انسان کو انسان بنایا ہے۔ اس لیے ہم علیؑ علیؑ کرتے ہیں تاکہ
انسان سمجھے کہ انسانیت کیا ہے۔ وہ بدتمیز دشمن جو خیمہ رسول ﷺ میں نیزہ چبھو رہا تھا'
جب علی علیہ السلام اس کے سامنے گئے تو ظاہر ہے اس کی بدتمیزی پر مزاج تو برہم ہو گا۔ مگر
جہاد کرنے گئے تھے پہلے اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔

کہا: بھئی! اسلام پر غور کرو' دیکھو' تمھاری سمجھ میں آئے تو اس کو قبول کر لو۔

اس نے کہا: نہیں! نہیں! یہ تو ہو نہیں سکتا۔

کہا: ٹھیک ہے پھر چلے جاؤ اپنے گھر واپس' ہم سے معاہدہ کر لو نہ ہم تم سے لڑیں گے' نہ تم ہم سے لڑو۔ جو تمھاری سمجھ میں آئے تم وہ مذہب اختیار کرو۔ جو ہماری سمجھ میں آئے ہم وہ مذہب اختیار کر لیتے ہیں' تم اپنے دین پر رہو' ہم اپنے دین پر رہیں گے۔

کہا: یہ بھی نہیں ہو گا' ہم تو تم سے لڑنے آئے ہیں' لڑیں گے ضرور۔

کہا: اچھا بھئی! اگر لڑنے پر مجبور کرتے ہو تو پھر لڑ لو۔ مگر تم گھوڑے پر سوار ہو' ہم پیدل ہیں۔

کہنے لگا: ہاں یہ ہو سکتا ہے ہم اُتر آتے ہیں۔

آ گئے' چلی تلوار' گرا' وہ۔ گرا تو بیٹھے اس کے سینے پر' اس نے بدتمیزی کی' اُتر آئے' ٹہلتے ٹہلتے رہے جو لوگ دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! دیکھا آپؐ نے کہ علی علیہ السلام نے کیسی غلطی کی۔

ایک گروہ وہ ہے جس کو علی علیہ السلام کی غلطی دکھائی دیتی ہے (نعرۂ حیدری)۔

کہنے لگے: دیکھا آپ نے کہ کیا غلطی کی۔

فرمایا: کیا کیا؟

کہا: اتنے بڑے دشمن کو قابو میں لا کر چھوڑ دیا۔

فرمایا: علی علیہ السلام آئیں تو علی علیہ السلام سے پوچھ لینا۔

جب آئے تو لوگوں نے وجہ پوچھی تو بتایا: اس نے بدتمیزی کی تھی تو مجھے غصہ آ گیا تھا تو میں نے کہا: یہ عمل اللہ کے لیے ہو دنیا کے لیے نہ ہو۔

دیکھا آپ نے کہ یہ ہے جہاد کا فلسفہ۔

سر کاٹ لیا اس کا اور چلے آئے۔ اُس کے کپڑے اس کا اسلحہ جو کچھ تھا سب اس کی لاش کے پاس پڑا رہا۔ جب کہ عرب کا دستور یہ تھا جو قتل کرتا تھا وہ لے جاتا تھا سب کچھ۔ مگر علی علیہ السلام نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا اور علی علیہ السلام کو زیب بھی نہیں دیتا تھا۔

حضرت امیر علیہ السلام مردے کے مال کو کیا چھوئے (نعرۂ حیدری)۔

جی!

اب اس کی بہن آئی' آ کر دیکھا اس نے' وہ گھوم گھوم کر دیکھتی رہی۔ آخر میں یہ کہتی ہوئی گئی: بھیا! تیرا قتل وہ تھا کہ زندگی بھر روتی' مگر لاش دیکھ کر تسلی ہو گئی کہ تیرا قاتل کوئی شریف النسب اور بہادر ہے' جس نے تیری بہادری کا احترام کیا اور تیری میت کی توہین نہیں کی۔

بھائی! بہادر کے ہاتھوں بہادر کا مارا جانا عیب نہیں ہوتا۔

دیکھا آپ نے کہ اسلامی جہاد کیا ہے!

اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ اگر علی علیہ السلام کی دشمنی اجازت دے تو دنیا کو بتائیے کہ اسلامی جہاد یہ ہے کہ جس میں گردن کٹتی ہے' محبت کا رشتہ نہیں کٹتا۔

تو یہ کفر تھا جو آیا تھا۔

جب یہودیت آئی مرحب کی شکل میں' خیبر میں' میں پہلے بھی پڑھ چکا ہوں کہ علی علیہ السلام کی شرافتِ نفس میدانِ جہاد میں قابلِ دید ہے۔

دیکھئے!

بہت سے آدمیوں کے دو دو' تین تین نام ہوتے ہیں۔ ایک نام تو اصلی ہوتا ہے جو ماں باپ رکھتے ہیں' ایک نام عرفیت میں مشہور ہو جاتا ہے۔ مولا علی علیہ السلام کا

ایک تو نام تھا جو اللہ نے رکھا تھا' رسول ﷺ نے رکھا تھا وہ تو تھا علی علیہ السلام اور دنیا کو معلوم تھا کہ علی علیہ السلام' ماںؑ نے بھی پیار سے ایک نام رکھا تھا حیدرؑ۔ جب گہوارے میں اژدھے کے دو ٹکڑے کیے ہیں تو ماںؑ نے کلیجے سے لگا کر پیار کیا تھا' کہا تھا: یہ تو حیدرؑ ہے۔ یہ نام ماںؑ نے رکھا تھا' لیکن علی علیہ السلام مشہور ہوا۔

دعوتِ ذوالعشیرہ میں وعدہ کس نے کیا؟

علی علیہ السلام نے۔

شبِ ہجرت بسترِ رسول ﷺ پر کون سویا؟

علی علیہ السلام۔

بدر کو کس نے فتح کیا؟

علی علیہ السلام نے۔

اُحد کو کس نے فتح کیا؟

علی علیہ السلام نے۔

خندق کی لڑائی میں عمرو کو کس نے مارا؟

علی علیہ السلام نے۔

اب علیؑ علیؑ علیؑ ہر طرف مشہور ہو گیا۔ اُدھر مرحب جو تھا' اس کی دایہ جو تھی وہ نجومیہ تھی۔ مرحب نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک شیر مجھ کو چیر رہا ہے۔ اس نے اپنی دایہ سے بیان کیا۔

اس نے کچھ حساب و کتاب کر کے کہا: دیکھو! کبھی حیدرؑ نام کے آدمی سے نہ لڑنا' حیدرؑ سے لڑو گے تو مارے جاؤ گے۔

اب خیبر کے لیے لشکر اسلام آیا ہوا تھا' جس دن علی علیہ السلام گئے اس دن کیا شہرت ہوئی؟

علم کس کو ملا ہے؟

علی علیہ السلام کو۔

کون لڑنے آ رہا ہے؟

علی علیہ السلام۔

کس سے مقابلہ ہوگا؟

علی علیہ السلام سے۔

غریب مرحب کو کیا خبر کہ کوئی دوسرا نام بھی ہے۔ علی علیہ السلام کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ دشمن کو دھوکے میں رکھ کر ماردیں۔ لہٰذا جو گھریلو نام تھا وہ بتا دیا' وہ سامنے آیا۔

کہا: دھوکے میں نہ رہنا۔

سَمَّتْنِی اُمِّی حَیْدَرَہٗ

"میں وہ ہوں جس کی ماں نے میرا نام حیدرؑ رکھا ہے" (نعرۂ حیدری)

مولاؑ نے کہا: پلٹ جا۔

کہنے لگا: عورتیں ہنسیں گی۔

ارے بھئی!

تھا تو مرحب مگر کچھ غیرت تو تھی (نعرۂ حیدری)۔

پھر جو ذوالفقار چمکی تو بقول اُستاد قمر جلالوی کے انھوں نے کہا:

مرحب کا قتل بھی خیبر میں کوئی قتل تھا
پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اُتار کے

(نعرۂ حیدری)

ذکرِ مصائب: شہادتِ علی اکبر علیہ السلام

عزیزانِ گرامی!

عالم اسلام کی بربادی کا راز علی علیہ السلام اور اُن کی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے ہے۔ آج بھی اگر مسلمان سیرتِ علی علیہ السلام پر چلے اور ذاتِ علی علیہ السلام سے اپنی محبت بڑھائے تو بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے اور بہت کچھ برکت مل سکتی ہے۔ اس لیے کہ آلِ محمدؐ کا در کریم کا در ہے۔ یہ خطائیں معاف کر دیتے ہیں۔ ان کے یہاں دل میں کینے نہیں رکھے جاتے، مخالفتیں نہیں رکھی جاتیں۔ جس نے راستہ روکا تھا اس کی خطا بھی معاف کر دی تھی اور اس کو اتنا بڑا مرتبہ دے دیا کہ آج تک اس کا نام آفتاب بن کر چمک رہا ہے۔

عزیزانِ گرامی!

یہ کریم کا گھرانہ ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان ہے، جہاں اپنے تو اپنے پرائیوں کی غیرتوں کا انتظام کیا جاتا ہے اور دشمنوں کو بھی بے عزت نہیں کیا جاتا۔

مسلسل ذکر ہو رہا ہے آلِ محمدؐ کا آج کی رات خاص طور سے شبیہِ پیغمبرؐ کا ذکر ہوگا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت ملی تھی اور جس کے لیے سرکار سید الشہداءؑ نے ارشاد فرمایا تھا:

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَقَدْ بَرَزَ اِلَيْهِمْ غُلَامٌ

اَشْبَهُ النَّاسِ خَلقًا وَ خُلقًا وَ مَنطِقًا بِرَسُولِكَ

"پالنے والے! گواہ رہنا اس کو بھیج رہا ہوں جو صورت میں، سیرت میں، رفتار میں، گفتار میں تیرے رسولؐ سے مشابہ ہے۔"

تاریخ بتاتی ہے کہ جب کوئی نہ رہا تو علی اکبر علیہ السلام آئے۔

کہا: بابا! اب مجھے بھی اجازت دو۔

حسین علیہ السلام نے علی اکبر علیہ السلام کو روکا نہیں، صرف اتنا کہا کہ خیمے میں چلے جاؤ سیدانیوںؑ سے رخصت ہو لو۔

جب علی اکبر علیہ السلام خیمے میں گئے ہوں گے، پھوپھیؑ سے ملے ہوں گے، ماںؑ سے ملے ہوں گے، اس بہنؑ کو الوداع کیا ہو گا جو چچاؑ کی سوگوار بیٹھی تھی، کیا ہو گا خیمے میں؟ مجھے نہیں معلوم! مجھے اتنا معلوم ہے کہ شہزادہؑ نکلنا چاہتا تھا لیکن سیدانیاںؑ روک لیتی تھیں، خیمے کا پردہ اُٹھتا تھا اور گرتا تھا آخر میں علی اکبر علیہ السلام یوں نکلے جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے۔

باپؑ کے سامنے آئے، باپؑ نے سر پر خود ہاتھ رکھا۔

کہا: جاؤ بیٹا! جاؤ جہاد کرو اللہ کی راہ میں، بیٹا مقتل میں گیا، جہاد شروع کیا۔

باپؑ درِ خیمہ پر کھڑے دیکھ رہے ہیں، علی اکبر علیہ السلام لڑ رہے ہیں۔ حضرت لیلیٰؑ درِ خیمہ پر آ گئیں۔ امامؑ کا چہرہ دیکھنے لگیں کہ اگر میرا بیٹا زخمی ہو گا تو باپؑ کے چہرے کا رنگ ضرور بدلے گا۔

بی بی لیلیٰؑ نے دیکھا کہ چہرے کا رنگ بدلا۔

کہا: مولاؑ! کیا میرا لالؑ زخمی ہو گیا؟

کہا: نہیں لیلیٰؑ! پہلوان آیا ہے۔

لیلیٰؑ! تمہارا بیٹا بھوکا و پیاسا ہے وہ پہلوان سیر و سیراب ہے' جاؤ خیمے میں جاؤ دعا کرو۔

لیلیٰؑ خیمے میں آئیں' سیدانیوںؑ کو جمع کیا ہاتھ اُٹھائے:

يَا رَادَّ يُوسُفَ إِلٰى يَعْقُوبَ

"اے یوسف علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام سے ملانے والے! میرے علی اکبر علیہ السلام کو مجھ سے ملا دے۔"

ذرا دیر میں اطلاع آئی: بی بیؑ! آپؑ کا بیٹا کام یاب ہو گیا۔ عرب کے اس نامی گرامی پہلوان کو کھڑے کھڑے قتل کر دیا۔ اپنے بابا! سے ملنے آئے ہیں۔ درِ خیمہ پر کھڑے ہیں۔

ماںؑ درِ خیمہ پر آئی' علی اکبر علیہ السلام پہچانے نہیں جا رہے تھے' گلابی ہونٹ خشک ہو گئے تھے' آنکھیں حلقے میں چلی گئی تھیں' جسم سے خون ٹپک رہا تھا۔ کہہ رہے تھے:

يَا اَبَتَاهُ اَلْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِي

"بابا! پیاس مارے جا رہی ہے۔"

میں کہتا ہوں: تھوڑی دیر بعد امامؑ بھی شہید ہو گئے' لیلیٰؑ تو زندہ رہیں' جب پانی سامنے آتا ہو گا تو بیٹا یاد آتا ہو گا۔ آؤ علی اکبر علیہ السلام! پانی پی لو۔

علی اکبر علیہ السلام مقتل میں چلے' منظر بدلا' حسین علیہ السلام درِ خیمہ پر کمر تھام کر کھڑے ہوئے' لیلیٰؑ خیمے کے اندر گئیں' زینبؑ خیمے کے دروازے پر آئیں۔

ایک دفعہ جوان کی آواز آئی: بابا! میرا آخری سلام۔

حسین علیہ السلام چلے۔

یا علیؑ' یا علیؑ۔

ارے! علی اکبر علیہ السلام!

یا علی علیہ السلام!

نجف سے آیئے اٹھارہ برس والے کا لاشہ پڑا ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

نکاتِ حق

* حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔
* اب ایک بات کا اُمت خیال رکھے کہ جو رسول ﷺ کی تابع ہو وہ اُمت ہے اور جو پشت رسول ﷺ پر جلوہ گر ہو وہ اہل بیت ہے۔
* اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو گے تو اللہ تمھاری نعمتوں میں اضافہ کرے گا۔
* امام حسن علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہ ہیں۔ جب رسول ﷺ نے صلح کی تو لوگوں کو رسالت پر شک ہوا جب حسن علیہ السلام نے صلح کی تو لوگوں کو امامت پر شک ہوا۔ نہ اُس شک سے رسالت گئی نہ اِس شک سے امامت گئی شک کرنے والوں کے ایمان ضرور چلے گئے۔
* محمد ﷺ کا نواسہ نظر انداز کیا جا رہا ہے اور ابوسفیان کا بیٹا برسرِ اقتدار آ رہا ہے۔
* رسول ﷺ کے مدینے میں سبطِ اکبرؑ کے جنازے پر تیر برسے تھے۔
* معلوم ہوا کہ شمع عزائے حسین علیہ السلام کا اثر ہے۔ جہاں روشن ہوتی ہے وہاں پروانے آتے ہیں۔
* چودہ سو برس سے دین اسلام کو عزاداری زندہ رکھے ہوئے ہے۔
* یہ ماتم، یہ مجلس، یہ عزاداری، یہ روحِ اسلام ہے۔
* بوڑھے باپؑ نے جس شان سے جوان بیٹے کی میت اُٹھائی وہ بھی تاریخ میں یادگار رہے گا۔

مجلسِ دہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۴۲)

ارشادِ اقدسِ رب العزت ہے:

''حق کو باطل میں نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب کہ تم جانتے ہو۔''

عزیزانِ گرامی!

میں نے یہ پورا عشرہ ان لوگوں کے حق پر پڑا ہے جن کا حق چھپایا گیا۔ خاندانِ رسالتؐ کا حق چھپایا گیا۔ رسول ﷺ کے بزرگوں کا حق چھپایا گیا۔ خود سرکار دو عالم ﷺ کا حق چھپایا گیا اور سرکار دو عالم ﷺ کی اولادؑ کا حق چھپایا گیا۔

ہم آزاد اور خود مختار انسانوں کا یہ فریضہ ہے کہ ہم حق چھپانے والوں کی نشان دہی کریں اور حق کو حق کہیں اور باطل کو باطل کہیں، اس لیے کہ جس کی زبان سے حق کے لیے لفظ حق نہ نکلا اور جس کی زبان سے باطل کے لیے لفظ باطل نہ نکلا وہ اللہ سے کیا مطالبہ کر سکتا ہے کہ جہنم سے بچا اور جنت میں بھیج۔

آج کی اس آخری مجلس میں مجھے آپ کے سامنے جنت کے شہزادوںؑ کا تذکرہ کرنا ہے۔ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کا تذکرہ اور ان کے بزرگ واروںؑ کا

تذکرہ کیا۔ پھر معصومہ عالمینؑ کا تذکرہ کیا۔ پھر مولا علی علیہ السلام کا تذکرہ کیا۔ آج مجھے حسنین علیہم السلام کا تذکرہ کرنا ہے۔ امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کا تذکرہ (صلواۃ)۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں نواسے جنت کے جوانوں کے سردار اور امام حسن علیہ السلام کے لیے ایک جملہ سنیے!

تاریخ آدمؑ و عالم کا وہ پہلا انسان جس کی ماںؑ بھی معصومہ ہے اور باپؑ بھی معصوم ہے۔ اس کے بعد ان کے دوسرے بھائی امام حسین علیہ السلام جن کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّةِ

"حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔"

عید کے روز شب عید ماںؑ سے کہا: مادر گرامیؑ! کل عید ہے بچے نیا لباس پہنیں گے ہمارے پاس نہیں ہے۔

یہ بچے عام بچے نہیں ہیں۔

ماںؑ نے کہا: تمہارا لباس درزی کے ہاں ہے۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں: جب درزی کے ہاں تھا نہیں تو معصومہؑ نے کہا کیسے؟ دیکھیے!

گزرے ہوئے کل کے لیے اگر کوئی بات کہی جائے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر وہ ہوا ہے تو صحیح ہے نہیں ہوا ہے تو غلط ہے۔ لیکن آئندہ کل کے لیے اگر کوئی بات کہی جائے، کل کو گزرنے تو دیجیے۔

جنت کی شہزادیؑ نے کہا: تمھارا لباس درزی کے یہاں ہے۔ رات ہوئی' عید کی رات' یہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں۔ دروازے پر کسی نے آواز دی۔

بی بیؑ نے پوچھا: کون؟

کہا: اَنَا خِیَاطُ الحُسَین

"میں حسینؑ کا درزی ہوں' کپڑے لایا ہوں۔"

دیکھیے!

فضیلت کا گوشہ تو الگ رہا۔ لیکن اگر آپ نے اپنے بچوں کے کپڑے سلنے کو نہ دیے ہوں اور عید کی رات کوئی آپ کے دروازے پر آ کر کہے: میں درزی ہوں میں کپڑے لایا ہوں تو آپ کو کیا کرنا چاہیے؟

آپ کو چاہیے کہ آپ کہیں ہم نے کپڑے نہیں سلوائے ہیں۔ آپ بھول رہے ہیں رات میں کسی اور کے کپڑے ہیں۔

جب وہ کہے: نہیں ہمیں معلوم ہے یہ کپڑے آپ ہی کے ہیں' آپ کے دوست نے بھیجے ہیں۔

تو لیجیے ورنہ پہلا جواب یہی ہے کہ ہم نے نہیں سلوائے ہیں' ہمارے نہیں ہیں۔

بی بیؑ! انکار کیجیے' آپؑ نے کب سلوائے ہیں؟

ممکن ہے جواب دیں: تمیز سے سوچ رسول ﷺ کی بیٹی اور آواز ملک نہ پہچانے گی؟ (نعرۂ حیدری)

کپڑے جنت کے آ گئے' جنت کے شہزادوںؑ نے جنت کے کپڑے پہنے۔ عید کے دن مسجد میں آئے' جب نماز تمام ہوگئی تو بچے' نواسے' نانا سے کہتے ہیں: نانا! مدینے

کے بچے اپنے اُونٹوں پر سوار مدینہ گھوم رہے ہیں۔ ہمارے پاس سواری نہیں ہے۔

خدا کی قسم!

یہ عجب منظر ہے۔

کہا: آؤ میری پشت پر بیٹھ جاؤ۔

دونوں شہزادے پشتِ رسول ﷺ پر بیٹھ گئے۔

دیکھئے!

یہ عام بچوں والی بات نہیں ہے۔

اگر عید کے دن آپ کے بچے آپ سے یہ کہیں: بمبئی کے بچے اپنی گاڑیوں پر گھوم رہے ہیں ہمارے پاس کار نہیں ہے اور آپ کہیں میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ۔ قیامت تک راضی نہیں ہوں گے وہ بچے۔ آپ ٹیکسی کیجئے' گھمائیے انھیں ورنہ آپ کے کندھے پر بیٹھ کر تھوڑی راضی ہوں گے۔

یہ بچے عام بچے نہیں تھے انھوں نے جو کہا وہ ان کا نانا سمجھا' جنت سے کپڑے آئے ہیں' سواری بھی ویسی ہی ہو (نعرۂ حیدری)۔

اب ایک بات کا اُمت خیال رکھے کہ جو رسول ﷺ کی تابع ہو وہ اُمت ہے اور جو پشت رسول ﷺ پر جلوہ گر ہو وہ اہل بیتؑ ہے (نعرۂ حیدری)۔

یہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام رسول ﷺ کے دو نواسے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہوا:

حَسَنٌ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْهُ

"حسن علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسن علیہ السلام سے ہوں۔"

دوبارہ ارشاد ہوا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَ اَنَا مِنْ حُسَيْنٍ

""حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں۔""

دونوں کی مدح مشترک میں ارشاد ہوا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

""حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔""

اور سنیں گے آپ!

حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام وہ ہیں جو ہر فضیلت میں اپنے بڑوں کے شریک، چادرِ تطہیر میں پہلے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام آئے، میدانِ مباہلہ میں حسنؑ و حسینؑ لے جائے گئے، رسول ﷺ کے بیٹے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام بنے۔ اب دنیا میں ہر ایک کوئی کسی کا بیٹا ہو لیکن بنص قرآنی حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام، محمد ﷺ کے بیٹے ہیں:

اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ (سورۂ آل عمران، آیت ۶۱)

""ہم اپنے بیٹوں کو لائیں تم اپنے بیٹوں کو لاؤ۔""

اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو بیٹے تو دیے لیکن واپس لے لیے۔ شہزادےؑ پیدا ہوئے پھر کم سنی میں لے لیے۔ پھر مقابلے کے دن رات کو آیت آ رہی ہے شام کے قریب، کل بیٹے لانا ہیں، بیٹے ان کے پاس ہیں نہیں۔

ارے صاحب!

شادی کے کارڈ آتے ہیں۔ ایک آدمی کا بیٹا نہیں ہے اجنبی صاحب لکھ دے اس میں صاحب زادے کا، کوئی بات نہیں، ہم آپ کے پڑوس میں رہتے ہیں ہمیں

معلوم ہے کہ آپ کا بیٹا نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ لوگ آپ پر طعنہ بھی کرتے ہیں کہ ان کا بیٹا نہیں ہے اور جب ہم آپ کو اپنے لڑکے کی شادی میں بلانے لگیں تو ہم کہیں گے اپنے بیٹے کو بھی لائیے گا۔

دل دُکھانے والی بات ہے کہ نہیں ہے!

آپ کہیں گے صاحب آپ کو معلوم نہیں تھا کہ میرا بیٹا نہیں ہے' آپ نے کیوں کہا: بیٹے کو لائیے گا' میرا دل دُکھانے کے لیے؟

اگر نصارائے نجران کہتے: اپنے بیٹے کو لائیے گا تو ہم مان لیتے کہ یہ باہر سے آئے ہیں انھیں معلوم ہی نہیں ہے کہ ان کے بیٹے ہیں کہ نہیں۔ اللہ کہہ رہا ہے کہ بیٹوں کو لانا۔

اے معبود! یہ کیا ہو رہا ہے' بیٹے ہیں نہیں' بیٹا ایسی چیز نہیں ہے جو بارہ گھنٹے میں مل جائے' یہ کیسے بیٹے بلوائے جا رہے ہیں؟

فرمایا: تمھیں کیا خبر ہم علیم وخبیر ہیں' ہم نے پہلے سے انتظام کر کے رکھا ہے' نفس علی علیہ السلام خریدا کیوں تھا؟ (نعرۂ حیدری)

عزیزانِ گرامی!

اب میرا بیان شروع ہوتا ہے اس کو دھیان سے سنیے گا!

جس ملت کے پاس حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام جیسے دو شہزادے ہوں' جس ملت کے پاس حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام جیسے دو ہیرے ہوں' جس قوم کے پاس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو نواسے ہوں' جس مذہب کے پاس جنت کے جوانوں کے دو شہزادے ہوں' وہ ملت ان کو چھوڑ کر آلِ ابوسفیان کو لے لے۔ یہ کہاں کی عقل مندی ہے؟ (نعرۂ حیدری)

آپ بتائیے! کچھ ارشاد فرمائیے!

جس قوم کے پاس حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام موجود ہوں' جو علم میں' فضل میں' شجاعت میں' کمال میں' قربتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی چیز میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ کون ہے دنیا میں ایسا جس کا نانا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو؟ کون ہے دنیا میں ایسا جس کا باپ مرتضیٰ علیہ السلام ہو؟ کون ہے تاریخ میں ایسا جس کی ماں فاطمہؑ ہو؟

تصور کانپ جائیں عظمت کے میناروں کو دیکھ کر!

یہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں اور اللہ نے یہ تحفہ اپنی ملت کو دیا ہے' خدا نے یہ تحفہ ملتِ محمدیؐ کو دیا کہ ہم تمہارے درمیان جنت کے شہزادے" بھیج رہے ہیں۔

قرآنِ مجید میں ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (سورۂ ابراہیم آیت ۷)

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو گے تو اللہ تمہاری نعمتوں میں اضافہ کرے گا۔"

لیکن ساتھ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر کفرانِ نعمت کرو گے یعنی انکارِ نعمت کرو گے تو نعمت سلب کر لی جائے گی۔

اللہ نے ایسی بڑی دو نعمتیں دیں کہ جو تصور میں نہیں آ سکتیں۔ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام' اُمت نے شکریہ یہ ادا کیا کہ دونوں سے دامن کھینچ لیا۔

اب ایک بات مجھے بتائیے کہ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام جنت کے جوانوں کے شہزادے ہیں' جو دنیا میں ان سے الگ الگ رہے' وہ جنت کا حق دار کیسے بن سکتا ہے؟ (نعرۂ حیدری)

یہی حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں جو دوشِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئے' یہی حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں جو پشت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئے' یہی حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں جنھوں نے زبانِ رسالتؐ چوسی' یہی وہ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں جن کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دل و جان کہا۔

پھر اُمت نے کیا کیا ان کے ساتھ؟

دیکھئے!

یہ سب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پچاس برس کے اندر ہوا ہے۔

تاریخ میں تحقیق کیجیے!

یہ سوچ کے آنکھیں نہ بند کر لیجیے کہ بھیا ہم جس راستے پر چلے آ رہے ہیں بس ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ہم زیادہ تحقیق وغیرہ نہیں کرتے' ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔

ہر معاملے میں تمھاری سمجھ میں آتا ہے اس میں نہیں آتا۔ کون سی سیاسی پارٹی کو جوائن کریں یہ سمجھ میں آتا ہے۔ کون سا کپڑا خریدیں یہ سمجھ میں آتا ہے۔ کون سا سامان بازار سے لائیں یہ سمجھ میں آتا ہے اور کہیں اگر یہ شہرت ہو جائے کہ نقلی مال بھی بازار میں آیا ہوا ہے تو پرکھ کر لینے میں دلچسپی ہوتی ہے۔ لیکن مذہب کے معاملے میں' اللہ رے بھولا پن۔ آپ یہ نہیں دیکھتے کہ کون صحیح ہے' کون غلط ہے' کون حق ہے کون باطل ہے؟

عزیزانِ گرامی!

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیس (۳۰) برس کے اندر امام حسن علیہ السلام کو صلح کرنا پڑی اور آج بہت سے لوگ کہتے ہیں: حسن علیہ السلام نے صلح کیوں کی؟

بعض ناسمجھ اپنے بچے بھی کہتے ہیں: امام حسن علیہ السلام نے صلح کیوں کی؟

جی ہاں!

وہ آپ کے تابع تھے نا! جو آپ کا دل چاہے وہ کرتے۔

حسن علیہ السلام کون ہیں؟

بیچارے آپ۔

حسن علیہ السلام امام ہیں۔

امام کون بناتا ہے؟

اللہ۔

جو بنائے گا اس کی پالیسی پر چلے گا یا آپ کی پالیسی پر۔

امام حسن علیہ السلام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کی تو لوگوں کو رسالت پر شک ہوا' جب حسن علیہ السلام نے صلح کی تو لوگوں کو امامت پر شک ہوا۔ نہ اُس شک سے رسالت گئی' نہ اِس شک سے امامت گئی' شک کرنے والوں کے ایمان ضرور چلے گئے (نعرۂ حیدری)۔

سوچنے کے قابل بات ہے کہ امام حسن علیہ السلام کون تھے اور اس کے بعد تاریخ آدم علیہ السلام وعالم گواہ ہے' تاریخ اسلامی گواہ ہے۔

علمائے اسلام لکھتے ہیں: خلافتِ راشدہ اس دن تمام ہوئی جس دن امام حسن علیہ السلام نے صلح کی۔ یعنی خلافتِ راشدہ میں ملت مسلمہ نے امام حسن علیہ السلام کا چھ مہینے کا دور بھی شامل کیا ہے۔

بہت اچھا تھا کہ اگر خلافتِ راشدہ کو اس دن ختم کر دیتے جس دن علی علیہ السلام

شہید ہوئے جان بچ جاتی۔ خدا کی قسم! اس لیے کہ اب کوئی راشد رہا ہی نہیں' اس معیار کا کوئی بزرگ رہا ہی نہیں۔ علی علیہ السلام آخری آدمی تھے وہ شہید ہو گئے۔ اب مسلمانوں کو جیسا ملا ویسا بنا لیا۔ لیکن امام حسن علیہ السلام کی زندگی میں خلافت راشدہ کا ختم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ملت وہ ملت ہے جو راشد کے ہوتے ہوئے غیر راشد کے ہاتھ پر بیعت کرتی ہے۔

ارے! سوچئے تو سہی کیا ہو رہا ہے اسلام میں!

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ نظر انداز کیا جا رہا ہے اور ابوسفیان کا بیٹا برسر اقتدار آ رہا ہے۔

یہ کون سا پیچ پڑ گیا تھا اسلام میں کہ اسی ابوسفیان کا خاندان جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا تھا ہمیشہ' اس نے بدر میں لشکر بھجوایا' جو اُحد میں لڑائی کے لیے فوج لے کر آیا' جو عمرو کو لے کر آیا تھا قتل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے' جس کی زوجہ نے حمزہ علیہ السلام کا کلیجہ چبایا۔

اللہ رے!

بھولی تاریخ ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے ساری خوبیاں پھیر دیں اُدھر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو مجبور کیا خاموش زندگی گزارنے کے لیے۔

آپ انصاف سے بتائیے!

ہم ان علما کو کیا کہیں' ہم ان بزرگوں کو کیا کہیں' ہم ان اسلام کے ابتدائی لوگوں کو کیا کہیں جو بنو ہاشمؑ کو چھوڑ کر بنو اُمیہ کو اپنا لیں اور جو آلِ محمدؐ کو چھوڑ کر آلِ ابوسفیان کے ساتھ ہو جائیں۔

امام حسن علیہ السلام کا ساتھ لوگوں نے چھوڑا اور شام کی سپورٹ میں گئے اور اس کے بعد بھی وہ صدر اسلام ہے اس کو کچھ نہ کہیے۔

عزیزانِ محترم!

امام حسن علیہ السلام نے حکومت دے دی کہ اگر جھگڑا اس بات کا ہے کہ تمھیں حکومت چاہیے' دولت چاہیے تو لے لو۔ ہم حکومت کے لیے تلوار نہیں چلائیں گے' ہم دولت کے لیے نہیں لڑیں گے' ہم خزانے کے لیے کسی کی جان نہیں لیں گے' تم حکومت کو لے لو دین کو چھوڑ دو۔ مگر مشکل یہ آ پڑی۔

عزیزانِ گرامی!

وہ مذہب چھوڑنے پر تیار نہیں تھے۔

کیوں نہیں تھے؟

اس لیے کہ اگر مذہبی سربراہی آلِ محمدؐ کے پاس رہی تو آخر میں ایک دن ایسا آئے گا' جب مذہب میں اور ان کے اقتدار میں اختلاف ہو گا تو چلے گی۔ آلِ محمدؐ کی اسی لیے مذہب کی سرداری بھی ہمارے پاس رہے۔

لوگ کہتے ہیں: حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام میں اختلاف تھا۔

یہ بھی غلط کہتے ہیں: حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام میں کوئی اختلاف نہیں تھا' حسن علیہ السلام کی صلح کے بیس برس کے بعد حسین علیہ السلام لڑے ہیں۔

دس سال امام حسن علیہ السلام نے اپنے نانا کی وہ زندگی گزاری جو مکہ میں رسولؐ نے گزاری تھی۔ مگر اس کے بعد بھی ان کو زہر سے شہید کیا گیا۔ حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد دس سال حسین علیہ السلام' حسن علیہ السلام کی روش پر رہے۔ اگر حسین علیہ السلام' حسن علیہ السلام سے اختلاف رکھتے تو شہادتِ حسن علیہ السلام بہت بڑا بہانہ تھا لڑائی چھیڑنے کا۔ مگر امام حسن علیہ السلام نے لڑائی نہیں چھیڑی' لاشِ حسن علیہ السلام کے ساتھ گستاخی ہوئی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے مدینے میں سبطِ اکبرؑ کے جنازے پر تیر برسے تھے۔ رسولؐ کے مدینے میں رسول ﷺ کے نواسےؑ کو رسول ﷺ کے پہلو میں دفن نہیں ہونے دیا گیا تھا۔ مگر حسین علیہ السلام نے لڑائی نہیں چھیڑی۔ حسن علیہ السلام کی شہادت کے دس برس کے بعد جب سوال بیعت اُٹھا' تب تلوار نکلی۔

یہ بیعت کیا تھی؟

"بیع" کہتے ہیں عرب میں بیچنے کو بیعت معنی بیچنا۔

یزید نے مطالبہ کیا تھا حسین علیہ السلام سے کہ اپنے کو میرے ہاتھ بیچ ڈالو۔

حسین علیہ السلام نے کہا: میں بیچوں گا نہیں۔

کیا بیچ ڈالو!

حسین علیہ السلام کے پاس کیا کیا تھا؟

سنیں گے آپ!

آدم علیہ السلام کا علم' نوح علیہ السلام کا عزم' ابراہیم علیہ السلام کی خُلعت' موسیٰ علیہ السلام کی ہیبت' عیسیٰ علیہ السلام کا زہد' محمد ﷺ کا جمال' علی علیہ السلام کا کمال' فاطمہؑ کی عصمت' حسن علیہ السلام کی صداقت' کعبہ کی عظمت اور اسلام کی جلالت۔

یزید (لعین) نے کہا: اسے بیچ ڈالو۔

حسینؑ نے کہا: میرے جیسے بیچتے نہیں میں اس کو خرید لوں گا (نعرۂ حیدری)۔

یزید کن لفظوں سے بیعت لے رہا تھا؟

آپ کو معلوم ہے؟

جو بیعت کرے وہ یہ کہے کہ ہم یزید کی غلامی پر بیعت کرتے ہیں چاہے وہ

ہمیں غلام رکھے چاہے آزاد رہنے دے۔

یہ تھی یزید کی بیعت۔

ارے!

اس آزادی کے سربراہ پر کروڑوں سلام جس نے بہتر (۷۲) کو لے کر ایسی بیعت کے چیتھڑے اُڑا دیے (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

ایک مسئلہ چودہ سو برس سے بڑا غور طلب ہے۔

یہ تو کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ حسین علیہ السلام کے سامنے آئے۔ لیکن یہ بھی دل نہیں چاہتا کہ یزید کو کچھ کہا جائے۔ اب اس کے لیے بڑے فلسفے گڑھے گئے۔

کہنے لگے: ٹھیک ہے اس سے غلطی ہوئی۔

دیکھیے!

ایک منزل وہ آتی ہے' جہاں آدمی قتل کا مقدمہ لڑتا ہے۔ جب اسے سپریم کورٹ سے بھی سزا ہو جاتی ہے اور مقدمہ میں جان نہیں ہوتی تو صدر سے رحم کی اپیل کی جاتی ہے کہ جرم تو تسلیم ہے' قتل تو کیا' جرم تو ہوا' لیکن رحم سے بخش دیجیے۔

اب لوگ جو ہیں وہ مدتوں یزید (لعین) کی صفائی میں دلیلیں دیتے رہے۔

جب یہ سب دلیلیں ناکام ہو گئیں تو اب رحم کی اپیل کی کہ ہو سکتا ہے کہ خدا بخش دے' اللہ قادر ہے' جناب! اللہ جو چاہے کرے۔

ہاں!

اللہ قادر ہے جو چاہے کرے' یزید (لعین) کو بخش دے آپ کو نہ بخشے (نعرۂ حیدری)۔

اللہ قادر تو ہے مگر وہ عادل بھی تو ہے۔

اب سنیے!

اللہ کیسے گناہ بخشے گا؟

جو ہمارے اور اللہ کے بیچ میں گناہ ہیں اگر ہم توبہ کرتے ہیں' نادم ہوتے ہیں۔ اگر اللہ کی مشیت میں ہو گا تو بخش دے گا۔

ٹھیک ہے!

لیکن ہم نے بیواؤں کے پیسے کھائے' ہم نے یتیموں کا مال کھایا۔ بمبئی میں آ کر خوب چندے لیے' سب تناول کر گئے' کھا پی کر مر گئے۔

اب کہیے!

ہو سکتا ہے کہ خدا بخش دے۔

خدا ان کو نہیں بخشے گا' بیوائیں بھوکی رہیں' یتیم پیسے پیسے کو روئے' ہم کو اللہ بخش دے گا۔

عزیزانِ گرامی!

اگر اللہ کا کوئی جرم یزید (لعین) نے کیا ہوتا تو یہ بات ٹھیک تھی کہ ممکن ہے اللہ بخش دے۔ لیکن یزید (لعین) نے تو حسینؑ کو شہید کیا۔ اللہ کیسے بخشے گا اسے؟

لوگوں نے دوسری بات کہی!

کہنے لگے: حسین علیہ السلام کریم ہیں' اگر وہ بخش دیں۔

ہم نے کہا: بے شک کریم ہیں' کریم ابن کریم ہیں۔ وہ کریمؑ ان کے باپؑ بھی کریمؑ ان کے نانا بھی کریم ہیں۔ خاندانی کریم ہیں وہ۔ ان کا دل چاہے تو بخش

دیں‘ کون روک سکتا ہے انھیں؟ ہماری کیا مجال جو ہم منع کریں‘ حسینؑ کریم ابن کریم ہیں مگر یزید (لعین) بخشا نہیں جائے گا۔

آپ کیسے کہتے ہیں کہ نہیں بخشا جائے گا؟

ہم نے کہا: ارے بھئی! چودہ سو برس سے ہم جو رو رہے ہیں (نعرۂ حیدری)۔

عزیزانِ گرامی!

اللہ غفور ورحیم ہے بے شک‘ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ حسین علیہ السلام کریم ابن کریم ہیں۔ ہم نہ غفور ورحیم ہیں نہ کریم ابن کریم ہیں۔ یہ چودہ سو برس سے ہم جو رو رہے ہیں یہ کس کھاتے میں جائے گا؟ سب بخش دیں‘ ہم نہیں بخشتے‘ جب تک ہم نہیں بخشیں گے‘ وہ بخشا جائے گا نہیں۔

عزیزانِ گرامی!

مسئلہ یہ نہیں۔

دیکھیے!

لوگوں نے بات کو بہت خوب صورتی سے گھما دیا ہے اور میں آپ کو اس کی طرف متوجہ کر رہا ہوں کہ یہ چیز کیا ہے کہ جس کو لوگ گھماتے ہیں اور گھمانے کے بعد عوام الناس کے ذہن کو ایک دم پھیر دیتے ہیں دوسری طرف۔ واقعہ کربلا نے انسانی ذہنوں کو ہلا دیا اور فکر انسانی کو اتنا زیادہ متاثر کیا کہ آج چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی اس واقعہ کی یاد اس طرح منائی جا رہی ہے جیسے یہ اسی سال ہوا ہے۔

آپ جس اعتبار سے چاہے کربلا کے واقعہ کو دیکھ لیں۔ معروف زمانہ ہے کاروباری انسان ہیں‘ ایک زمانے میں لکھنؤ میں مجلسیں ہوتی تھیں۔

لوگ کہتے تھے: ارے! خالی ہیں شیعہ کیا کریں مجلسوں میں بیٹھتے ہیں۔
یعنی شیعوں کی مجلسوں کو شیعوں کی بے کاری پر محمول کیا جاتا تھا۔

عزاداری پھیلی' حسین علیہ السلام کے چاہنے والے ملکوں ملکوں گئے۔ بمبئی تو بے کاری کا شہر نہیں ہے' کاروباری شہر ہے۔ آج اُردو زبان کی سب سے بڑے مجمع کی مجلس بمبئی میں ہو رہی ہے۔

کیوں جناب!

یہ بے کار لوگ نہیں ہیں' سب اپنے وقت پر آ کر بیٹھتے ہیں۔ یہ کوئی اثر ہے کہ نہیں۔ امریکہ میں تو بے کار نہیں ہیں' لندن میں تو کوئی اپنی نوکری چھوڑتا نہیں ہے' یورپ میں تو ہر ایک مصروف ہے۔ پھر بڑے بڑے مجمع مجلسوں میں کیسے ہوتے ہیں؟

معلوم ہوا کہ شمع عزائے حسین علیہ السلام کا اثر ہے۔ جہاں روشن ہوتی ہے وہاں پروانے آتے ہیں۔

کہا: عزاداری۔

عزاداری؟

یہ عزاداری کیا چیز ہے؟

اب اس میں دوسرا مسئلہ پیدا کیا وہ یہ کہ عزاداری جائز ہے کہ ناجائز ہے؟

بڑے بڑے مولوی آ گئے' بڑے بڑے مفتی آ گئے۔

بڑے بڑے فتویٰ دینے والے آ گئے' بڑے بڑے مسئلہ پوچھنے والے آ گئے۔

جناب! یہ علم اُٹھانا جائز ہے؟

اُنھوں نے کہا: نہیں۔

جناب! تعزیہ رکھنا جائز ہے؟

اُنھوں نے کہا: نہیں۔

جناب! سبیل؟

نہیں! خبردار! نہ پینا۔

ارے!

اُنھوں نے تو حسین علیہ السلام پر پانی بند کیا تھا' تم اپنوں پر کر رہے ہو (نعرۂ حیدری)۔

ان علما سے ایک ہمارا سوال بھی کر دیجیے۔ کوئی اگر وہاں جائے تو کہ فقہ اسلامی سے تحقیق کر کے اور علم کے ذریعے سے آپ نے یہ تو بتا دیا پبلک کو کہ علم جائز نہیں ہے' تعزیہ جائز نہیں ہے' سبیل کا پانی جائز نہیں ہے' سینے پر ہاتھ مارنا جائز نہیں ہے۔ یہ سب باتیں تو آپ نے بتا دیں۔ ایک سوال کا ہمیں جواب دے دیجیے وہ یہ کہ قتل حسین علیہ السلام جائز ہے کہ نہیں؟ (نعرۂ حیدری)

دیکھیے!

یہ میں آپ کو بتا دوں کہ چودہ سو برس سے دین اسلام کو عزاداری زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ہر وہ تحریک جو عزاداری کے خلاف اُٹھے وہ اسلام کے خلاف ہے اور ہر وہ آواز جو عزاداری کے خلاف اُٹھے وہ تمنائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہے۔

بہت سے لوگ متاثر ہو رہے ہیں پڑوس کی آڑ سے۔

جناب! اس سے کیا ہوتا ہے اور اس سے کیا ہوتا ہے۔

جناب! بہت ساری اِدھر اُدھر کی چیزیں پڑھی جاتی ہیں۔ کچھ عمل کے بارے میں وہاں پڑھا نہیں جاتا۔ اس سے تو ہمیں کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ یہ تو ہمیں معلوم

ہے کہ جو اچھا ہے وہ اچھا ہے اور جو بُرا ہے وہ بُرا ہے۔

ہائے! ہائے! کیا جلدی سے آپ نے بات ٹال دی!

آپ کو معلوم ہوگا لیکن آپ کے بچوں کو نہیں معلوم ہے اور اگر ہم نے مجلسوں میں دس دن اچھے کو اچھا اور بُرے کو بُرا کہا تو یہ نہ کہیے کہ اطہر صاحب ٹائم ضائع کر کے چلے گئے اور اگر یہ کہنا ہے تو پہلے نماز چھوڑیے اس لیے کہ نماز میں سورۂ الحمد ہے واجب اور سورۂ الحمد کے اندر یہ آیت موجود ہے:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (سورۂ فاتحہ آیات ۶،۷)

"پالنے والے! ان کے راستے پر چلانا جن پر نعمتیں نازل ہوئی ہیں۔ ان کے راستے پر نہیں جن پر غضب نازل ہوا اور جو گم راہ ہو گئے۔"

جو اچھا ہے وہ اچھا ہے' جو بُرا ہے وہ بُرا ہے۔ ہر روز نماز میں کہنے کی ضرورت کیا ہے؟ (نعرۂ حیدری)

یہ وہ نکتہ ہے کہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے نہیں معلوم' میں نہیں جانتا اس لیے کہ کون ایسا مسلمان ہے جو نماز نہیں جانتا:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (سورۂ فاتحہ آیات ۵)

"پالنے والے! ہمیں صراطِ مستقیم پر باقی رکھ۔"

اب صراطِ مستقیم کیا ہے؟

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سورۂ فاتحہ آیت ۶)

"ان کا راستہ جن پر تُو نے نعمتیں نازل کیں۔"

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (سورۂ فاتحہ آیت ۷)

"ان کا راستہ نہیں جن پر غضب آیا اور جو گم راہ ہو گئے۔"

معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں ہم نے بُرے کو بُرا اور اچھے کو اچھا کہا تو یہی تو صراطِ مستقیم ہے (نعرۂ حیدری)۔

بات اتنی نہیں ہے خالی!

ارے! بات تو اس سے آگے ہے!

نماز کبھی فرادیٰ پڑھی جاتی ہے، کبھی جماعت سے پڑھی جاتی ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ حالات خراب ہوں تو فرادیٰ پڑھو، حالات سازگار ہوں تو باجماعت پڑھو اور نماز کبھی چپکے چپکے ہوتی ہے، کبھی کبھی زور زور سے ہوتی ہے۔ زمانہ خلاف ہو تو چپکے سے پڑھو، زمانہ ساتھ ہو تو زور سے پڑھو (صلوات)۔

یہ ماتم، یہ مجلس، یہ عزاداری، یہ روحِ اسلام ہے۔

ارے صاحب! جو ہوا وہ ہوا اب ہم کو کیا؟

خالی محرم ہی کی بات کیا ہے، ایک دن سارے علما بیٹھ جائیں۔ جتنے مسلمانوں کے علما ہیں اور جتنی ایسی باتیں ہیں جو سمجھ میں نہیں آتی ہیں ان کو اسلام سے ختم (delete) کر دیں۔

اچھا! محرم مستحبات میں سے ہے اور حج واجبات میں سے ہے۔

اس نے کہا: چودہ سو برس پہلے والے واقعہ سے سینہ پیٹنے سے کیا ہوتا ہے؟

ارے بھائی!

ہزاروں برس پہلے بی بی ہاجرہؑ دوڑی تھیں، آج دوڑنے سے کیا ہوتا ہے؟ (نعرۂ حیدری)

یہ کون سا معاملہ ہے صاحب!

ذکرِ مصائب: شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام

عزیزانِ گرامی!

سوچنے کے قابل بات ہے!

یہ عقیدت ہوتی ہے، سیدہؑ کا لالؑ محتاج نہیں ہے، حسین علیہ السلام کو ہمارے آنسوؤں کی ضرورت نہیں، حسین علیہ السلام ہمارے محتاج نہیں ہیں، ہم حسین علیہ السلام کے محتاج ہیں (صلوات)۔

یہ عزاداری جو ہم کو ملی ہے اور جس میں ہمارا انتخاب ہوا ہے۔ یہ ایک نعمتِ پروردگار ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ آپ کو جو موقع ملا ہے کہ آپ یہاں مجلس میں جمع ہیں اور ذکرِ حسین علیہ السلام سن رہے ہیں۔ یہ دعائے سیدہؑ ہے، شہزادیٔ جنتؑ کی نگاہ میں وہ سب بیبیاں اور وہ سب مرد ہیں جو عزاداری میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ عزاداری جو ہے آپ کی یہ دعائے سیدہؑ ہے اور تمنائے زینبؑ ہے۔ شہزادی زینبؑ نے تمنا کی تھی: بیٹا! میں ابھی اپنے بھائی پر روئی نہیں۔

عزیزانِ گرامی!

زندگی رہی تو ہم آپ آئندہ سال پھر ملیں گے۔ اس رونق کی اور اس مجلس کی یہ آخری رات ہے۔ عاشور کی رات، اُداس رات، ویران رات۔ لیلیٰؑ کا چاند ان سے بچھڑنے والا تھا، ربابؑ کا چاند خاک کے گہوارے میں سونے والا تھا، بنی ہاشمؑ کا

چاند دریا پر آرام کرنے والا تھا۔

ہماری جانیں فدا ہو جائیں' ہم قربان ہو جائیں حسین علیہ السلام کے ان ساتھیوں پر جو آج کی رات خیموں کے چاروں طرف پھر رہے تھے اور عباس علیہ السلام بھی نیزہ لیے ہوئے خیموں کے گرد گھوم رہے تھے۔ خطرناک رات تھی' ڈراؤنی رات تھی۔ دشمن حملہ نہ کر بیٹھے۔ خیموں کی حفاظت ضروری تھی۔ لیکن آج اصحاب باوفاؓ بھی تھے جو پہرہ دے رہے تھے' عباس علمدار علیہ السلام بھی تھے جو پہرہ دے رہے تھے۔ لیکن کل رات جو آنے والی ہے' نہ عباس علیہ السلام تھے' نہ اصحابؓ تھے' کوئی نہیں تھا' سب آرام کر چکے تھے۔

رات گزر رہی ہے' حسین علیہ السلام کے خیموں میں قرآن کریم کی تلاوت' دعائیں' ذکر الٰہی' پیاسی زبانیں ذکرِ خدا سے تر ہو رہی ہیں اور اللہ کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ مائیں اپنے بیٹوں کو سمجھا رہی ہیں: کل قربانی آلِ محمدؐ کا دن ہے دیکھو! کل کوئی تم سے کمی نہ ہو۔ بہنیں اپنے بھائیوں سے کہہ رہی ہیں: بہنوں کی لاج رکھنا۔ بیویاں اپنے شوہروں سے کہہ رہی ہیں: ہمارا خیال نہ کرنا یہ جان حسین علیہ السلام پر دے دینا۔ عجیب رات تھی۔

رات گزری' سویرا ہوا' علی اکبر علیہ السلام نے اذان دی۔ حسین علیہ السلام کے چھوٹے سے لشکر نے تیمم کر کے نماز پڑھی' اُدھر صفِ دشمن میں لڑنے کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ اِدھر امام عالی مقام علیہ السلام خیمے میں تشریف لے گئے۔ علم لشکر رسولؐ سجایا گیا' عباس علیہ السلام کو بلایا گیا۔ عباس علیہ السلام کے ہاتھوں میں علم دیا گیا۔ حسین علیہ السلام کا چھوٹا سا لشکر میدان میں صف باندھ کر کھڑا ہوا' میمنہ پر زہیرؓ بن قین رضی اللہ عنہ تھے' میسرہ پر حبیب رضی اللہ عنہ تھے' قلب لشکر میں علی اکبر علیہ السلام تھے' علمدار لشکر عباس علیہ السلام تھے۔ بڑی شان سے لشکر میدان میں آیا۔ آیا تو شام تک لڑتا رہا' صبح سے لڑائی کا بازار گرم ہوا۔

اصحابِ باوفاؓ نے دشمن کے ٹکڑے اُڑا دیے۔ ظہر کی نماز تک حسین علیہ السلام کے ساتھی زندہ تھے' ظہر کی نماز کے بعد اصحابؓ شہید ہو گئے۔ اب عزیزوں کی باری آئی۔

سب سے پہلے عقیل علیہ السلام کی اولاد نے اپنی جان دی' پھر جعفر طیار علیہ السلام کی اولاد کام آئی۔ پھر اماموںؑ کے بیٹے کام آتے رہے۔ یہاں تک کہ حسن علیہ السلام کے لالؑ کے ٹکڑے آئے' عباس علیہ السلام کی لاش میدان سے نہ آئی' خون میں ڈوبا ہوا علم آیا۔ بوڑھے باپؑ نے جس شان سے جوان بیٹے کی میت اُٹھائی وہ بھی تاریخ میں یادگار رہے گا۔

علی اکبر علیہ السلام کی میت پر جھک گئے' سینے سے دونوں ہاتھ ملا کر نیچے لے گئے۔ اب جو کھڑے ہوئے تو علی اکبر علیہ السلام کی میت کو لیے ہوئے' علی اکبر علیہ السلام کا سر حسین علیہ السلام کے کندھے پر تھا۔ علی اکبر علیہ السلام کا خون دیتا سینہ حسین علیہ السلام کے سینے سے ملا تھا۔ علی اکبر علیہ السلام کے پاؤں زمین پر خط دے رہے تھے۔ زینبؑ نے منظر دیکھا۔

ارے! میرا لالؑ!

بچے نے مسکرا کر گلے پر تیر کھایا' حسین علیہ السلام نے گلے سے تیر کھینچا' چلو لگایا' خون سے چلو بھر گیا' چہرے پر مَلا۔

کہا: قیامت کے دن اپنے ناناؐ کے سامنے یوں ہی جاؤں گا۔ پشتِ خیمہ پر ایک چھوٹی سی قبر کھودی' ربابؑ کا پھول اس قبر میں سُلا دیا۔ اب رُخصتِ آخر کے لیے درِ خیمہ پر آئے۔ چہرہ پر علی اصغر علیہ السلام کا خون مَلا ہوا' ہاتھوں میں تربتِ علی اصغر علیہ السلام کی خاک بھری ہوئی۔

آواز دی: زینبؑ وامِ کلثومؑ! سکینہؑ ورقیہؑ! تم پر میرا اسلام۔

پس شہزادیؑ دوڑ کر آئیں۔

بھیا! بہن نثار ہو خیمے میں آیئے۔

بہن بھائی کو اپنے ساتھ خیمے میں لے گئی۔ بیمارِ کربلا حضرت عابد علیہ السلام کے پاس جا کر بیٹھے۔

کہا: بیٹا! سید سجاد علیہ السلام! باپ رُخصتِ آخر کو آیا ہے۔

اے بیٹا! جب قید سے چھوٹ کر جانا تو میرے دوستوں کو سلام کہنا۔

اے دوستو! آپ کو حسین علیہ السلام نے سلام کہلوایا ہے' جواب سلام دیجیے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ

"اے حسین علیہ السلام! تجھ پر سلام ہو۔"

سید سجاد علیہ السلام سے باتیں کر کے اُٹھے' بہنؑ کو بلایا۔

کہا: بہنؑ! مجھے پرانا لباس دے دو۔

بہنؑ پرانا لباس لائی۔ بہنؑ سمجھ گئیں کیوں مانگا ہے' اس کے لیے جنت سے کپڑے آئے تھے اب اللہ کی سرکار میں جانے کے لیے کپڑے بدل رہا ہے۔ جگہ جگہ سے لباس پارہ پارہ کیا' لباس کہنہ پہنا۔ بہنؑ سمجھ گئی اب بھائیؑ نہیں آئے گا۔

کہا: بھیاؑ! جا رہے ہیں سیدانیوںؑ کی آرزو پوری کرتے جایئے۔

کہا: کیا تمنا ہے؟

کہا: یہ سب آپؑ کو رُخصت کریں گی۔

کہا: کیوں کر رُخصت کریں گی؟

کہا: ایک حلقہ بنالیں گی آپ آ جانا اس میں۔

لیجیے سیدانیوں نے حلقہ بنایا' حسین علیہ السلام آئے' ایک ایک کے چہرے پر نظر کی۔
کہا: دیکھو! میرے غم میں صبر کرنا۔

بقول میر انیس رحمۃ اللہ علیہ:

بکھرائے بال اہل حرمؑ ساتھ ساتھ تھے
پٹکے میں شاہِ دین کے سکینہؑ کے ہاتھ تھے

عمامہ ہاتھوں پر لیا: اے خدا! انھیں میرے غم میں صبر دے دے۔
حلقہ ٹوٹ گیا۔ حسین علیہ السلام آگے بڑھے' زینبؑ ساتھ ہیں' سکینہؑ دامن تھامے ہے۔ خیمے کا پردہ اٹھا حسین علیہ السلام باہر نکلے۔ سکینہؑ کو گود میں لیا' آخری پیار کیا۔ زینبؑ نے رکاب تھامی' حسین علیہ السلام سوار ہوئے' اپنے لشکر کو دیکھا' سب آرام کر رہے تھے۔

آواز دی: ارے! میرے شیرو!

اِدھر اُدھر دیکھا۔

کہا:

اَینَ اَینَ زُھَیرُ

"زہیر رضی اللہ عنہ کہاں ہو؟"

اَینَ اَینَ مُسلِمُ

"ارے! مسلم رضی اللہ عنہ کہاں گئے؟"

اَینَ اَینَ حَبِیبُ

"میرے بچپن کے دوست حبیب رضی اللہ عنہ کہاں ؟"

کائناتِ درد سمٹ آئی' جب کہا:

اَینَ اَینَ وَلَدِی عَلِی اَکبَر

''ارے! میرے بیٹے علی اکبر علیہ السلام کہاں ہو؟''

چند قدم آگے بڑھے' رکابوں پر زور دے کر کچھ اُونچے ہوئے' ایک طرف دیکھا' آواز دی:

اَینَ اَینَ اَخِی عَبَّاسُ

''ارے! میرے بھیا عباس علیہ السلام! کہاں ہو؟''

آستینیں اُلٹیں' گیسو چہرے سے ہٹے' چہرۂ اقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکا' تلوار ہاتھ میں لے کر حملہ کیا۔

راوی کہتا ہے: بھوکا شیر بھیڑیوں کے گلے پر ٹوٹ پڑا۔

ارے! تم نے میرے عباس علیہ السلام کو مار ڈالا' تم نے میرے علی اکبر علیہ السلام کو مار ڈالا۔

ارے! تم نے میرے اصغر علیہ السلام کو مار ڈالا۔

آسمان پر نظر کی' تلوار نیام میں رکھی۔

کہا:

لَاحَولَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العَلِیِّ العَظِیمِ

چاروں طرف سے دشمن پلٹ آئے۔ کسی نے تیر مارا' کسی نے نیزہ مارا' کسی نے خنجر مارا' کسی نے تلوار ماری۔

روشنی بجھا دو' رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ شہید ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَیهِ رٰجِعُونَ

وَسَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوٓا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ



ادارہ منہاج الصالحین لاہور